Postal Reg. No. L/P/ GDP-1, DEC 2012

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم   نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم   وَعَلٰی عَبدِہِ المَسِیحِ المَوعُود

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان
جلسہ سالانہ نمبر
The Weekly BADR Qadian

جلد 59
ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
محمد ابراہیم سرور

شمارہ 51-52
شرح چندہ
سالانہ 350 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
35 پاؤنڈ یا 60 ڈالر امریکن
65 کینیڈین ڈالر
یا 40 یورو

16/23 محرم۔ 1432 ہجری۔ 23/30 فتح 1389 ہش۔ 23/30 دسمبر 2010ء

قارئین بدر کی خدمت میں جلسہ سالانہ قادیان 2010 اور نئے سال 2011 کی مبارک باد

اخبار احمدیہ

قادیان دارالامان: سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر وعافیت ہیں۔ الحمدللہ۔ احباب کرام حضور انور کی صحت وتندرستی، درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین

اللّٰھم اید امامنا بروح القدس وبارک لنا فی عمرہ وامرہ۔

قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ

☆...... وَمَا کَانَ ھٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (یونس:۳۸)

ترجمہ: اور اس قرآن کا اللہ کے سوا (کسی اور) کی طرف سے جھوٹے طور پر بنالیا جانا (ممکن ہی) نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ (تو) اس (کلام الٰہی) کی تصدیق (کرتا ہے) جو اس سے پہلے موجود ہے اور کتاب (الٰہی میں جو جو کچھ پایا جانا چاہئے) اس کی تفصیل (بیان کرتا ہے اور) اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔

☆...... اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ (النساء:۸۳)

”پس کیا وہ (لوگ) قرآن پر غور نہیں کرتے اور (نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ اللہ کے سوا (کسی اور) کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔“

☆...... اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (سورہ الحجر:۱۰) ترجمہ: ”اس ذکر (یعنی قرآن) کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔“

وَاِنَّہٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَo بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍo وَاِنَّہٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ

(سورۃ الشعراء:۱۹۳-۱۹۸)

”اور یقیناً یہ (قرآن) رب العٰلمین خدا کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اس کو لیکر ایک امانت دار کلام بردار فرشتہ (جبریل) تیرے دل پر اترا ہے۔ تاکہ تو ہوشیار کرنے والی جماعت میں شامل ہو جائے۔ (اس کو جبریل نے خدا کے حکم سے) کھول کر بیان کرنے والی عربی زبان میں اتارا ہے۔ اور یقیناً اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود تھا۔“

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَۃِ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَلَا رِیْحَ لَھَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ طَعْمُھَا مُرٌّ وَلَا رِیْحَ لَھَا۔ (ابوداؤد کتاب الادب من یؤمران یجالس)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم پڑھنے والے مومن کی مثال نارنگی کی سی ہے کہ جس کا مزہ بھی اچھا ہوتا ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں ہوتی اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کا عادی ہے گلِ ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور اس فاجر کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا خَنظل کی طرح ہے جس میں مہک اور خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔

............ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ....

”یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دُور پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نُسخہ ہے۔ اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں۔ جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اُسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہیں اُن کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفاء ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اُسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمہ پر منہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اُس کے لُطف اور شفا بخش پانی سے حظ اُٹھاتا۔ مگر وہ باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دُور ہے جیسا کہ ایک بے خبر اور اس وقت تک اُس سے دُور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہئے مگر نہیں۔ اس کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اور ایماء سے اس طرف بلاوے تو اُسے کذّاب اور دجّال کہا جاتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا قابلِ رحم حالت اس قوم کی ہوگی۔

مسلمانوں کو چاہئے تھا اور اب بھی اُن کے لئے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح اُن کی مصیبتوں اور مشکلات کو دُور کر دیتا ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے یہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اس پر چل کر فائدہ اُٹھائیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پاک کتاب پر عمل کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو لا انتہا برکات سے حصہ دیتا ہے۔ ایسی برکات اُسے دی جاتی ہیں جو اس دنیا کی نعمتوں سے بہت ہی بڑھ کر ہوتی ہیں۔“ (ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۱۸۲۔۱۸۱)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

جواللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کومردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ

☆۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَo وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَo اُوْلٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَo

(البقرة:۱۵۵۔تا۱۵۸)

ترجمہ: اور جواللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کومردے نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کوخوشخبری دے دے۔ان لوگوں کوجن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن پر ان کے ربّ کی طرف سے برکتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

☆۔ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَo وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (اٰل عمران:۱۵۸۔۱۵۹)

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا (طبعی موت) مرجاؤ تو یقیناً اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت اُس سے بہت بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔اور اگر تم مرجاؤ یا قتل کئے جاؤ تو ضرور اللہ ہی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

☆۔ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْمَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَo لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْ خَلاً يَّرْضَوْنَهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ۔ (الحج:۵۹۔۶۰)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر وہ قتل کئے گئے یا طبعی موت مر گئے اللہ ان کو یقیناً رزقِ حسن عطا کرے گا اور یقیناً اللہ ہی ہے جو رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہے۔وہ ضرور انہیں ایسے مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے۔اور یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بردبار ہے۔

☆ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْo سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْo وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْo (سورۃ محمد آیت:۵تا۸)

یعنی اور وہ لوگ جنہیں اللہ کی راہ میں سخت تکلیف پہنچائی گئی، ان کے اعمال وہ ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔وہ انہیں ہدایت دے گا اور ان کے حال درست کردے گا۔ اور انہیں اس جنت میں داخل کرے گا جسے ان کی خاطر اُس نے بہت اعلیٰ بنایا ہے۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم اللہ کی مدد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات بخشے گا۔

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

☆۔ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔

(ترمذی ابواب الدیات باب من قتل دون مالہ فھو شھید بخاری کتاب المظالم من قتل دون مالہ)

ترجمہ: حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، جو اپنے دین و مذہب کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے، جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید ہے۔

☆۔ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَ شْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَان اذا خَافَ قَوْمًا قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِ هِمْ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب مایقول اذا خاف قوماً)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی دشمن کے حملے کا ڈر ہوتا تو آپؐ یہ دعا مانگتے۔اے اللہ! ہم تجھے ان کے سینوں میں کرتے ہیں۔یعنی تیرا رُعب ان کے سینوں میں بھر جائے اور ہم ان کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

”مصیبتوں کو برا نہیں ماننا چاہئے کیونکہ مصیبتوں کو برا سمجھنے والا مومن نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَo الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ o یہی تکالیف جب رسولوں پر آتی ہیں تو ان کو انعام کی خوشخبری دیتی ہیں اور جب یہی تکالیف بدوں پر آتی ہیں۔ان کو تباہ کردیتی ہیں۔غرض مصیبت کے وقت قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھنا چاہئے کہ تکالیف کے وقت خدا تعالیٰ کی رضا طلب کرے۔جو نیک کام مومن کرتا ہے اس کے لئے اجر مقرر ہوتا ہے مگر صبر ایک ایسی چیز ہے جس کا ثواب بے حدو بے شمار ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہی لوگ صابر ہیں۔یہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو سمجھ لیا۔خدا تعالیٰ ان لوگوں کی زندگی کے دو حصہ کرتا ہے جو صبر کے معنے سمجھ لیتے ہیں۔اوّل جب وہ دعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اُسے قبول کرتا ہے جیسا کہ فرمایا اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔دوم بعض دفعہ اللہ تعالیٰ مومن کی دعا کو بعض مصلحت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا تو اُس وقت مومن خدا تعالیٰ کی رضا کیلئے سرتسلیم خم کردیتا ہے۔تنزل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن سے دوست کا واسطہ رکھتا ہے جیسا کہ دو دوست ہوں ان میں سے ایک دوسرے کی بات تو کبھی مانتا ہے اور کبھی اس سے منواتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس تعلق کی مثال ہے جو وہ مومن سے رکھتا ہے کبھی وہ مومن کی دعا کو قبول کرلیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اور کبھی وہ مومن سے اپنی باتیں منوانی چاہتا ہے۔چنانچہ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ...... الخ۔پس اس بات کا سمجھنا ایمانداری ہے کہ ایک طرف زور نہ دے۔

مومن کو مصیبت کے وقت غمگین نہیں ہونا چاہئے۔وہ نبی سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔اصل بات یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ایک محبت کا سرچشمہ جاری ہوجاتا ہے۔مومن کو کوئی مصیبت نہیں ہوتی جس سے اس کو ہزارہا قسم لذّت نہیں پہنچتی بلکہ مومن کو آرام کی زندگی میں ایسی لذّت نہیں ہوتی جیسا کہ مصیبت کے زمانے میں ان کو لذّت پہنچتی ہے“۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۹ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۶۷، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اوّل حصہ دوم صفحہ ۲۲۱۔۲۲۲)

”اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔خدا ہمیں اور تمہیں اُن باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہوجائے۔آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اسی سنّت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ہر یک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سُننی پڑیں گی اور ہر یک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دکھ دے گا، وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کررہا ہے۔اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔سو تم اِس وقت سُن رکھو کہ تمہارے فتح مند اور غالب ہوجانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو۔یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہوجائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کرلو۔ایک خلقت کی اور دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدائے تعالیٰ کی لعنت کے ساتھ نہ ہو، کچھ بھی چیز نہیں۔اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہوسکتے۔لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہوجائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ہم کیوں کر خدائے تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔اس کا اُس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔سواَے میرے پیارے بھائیو! کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اُٹھاؤ۔اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔“

(روحانی خزائن جلد ۳، ازالہ اوہام؛ صفحہ ۵۴۶ تا ۵۴۸)

بیرون ممالک مضامین نگار حضرات متوجہ ہوں

ہفت روزہ بدر قادیان میں اشاعت کیلئے مضامین، رپورٹیں، نظمیں، ذاتی اعلانات وغیرہ بھجوانے والے احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے نیشنل امیر/مقامی امیر/صدر جماعت کی تصدیق سے بھجوایا کریں۔ (ادارہ بدر)

امریکہ کے Dove چرچ کے قرآن مجید پر اعتراضات اور ان کے جوابات

ماہ جولائی میں فلوریڈا امریکہ کے ایک پادری نے اعلان کیا تھا کہ ۱۱/ستمبر کے روز امریکہ پر انتہا پسندانہ حملوں کی یاد میں وہ ۱۱/ستمبر ۲۰۱۰ء کے روز فلوریڈا کے Dove چرچ کی جانب سے قرآن مجید کو نعوذ باللہ نذر آتش کریں گے۔ اگرچہ بعد میں امریکن حکومت کے دباؤ پر وہ اس رنگ میں تو اس پر عمل نہیں کر سکا۔

اس نے اپنی اس مذموم حرکت کو جواز بخشنے کیلئے قرآن مجید پر بے بنیاد دس اعتراض کئے تھے۔ اس مرتبہ جلسہ سالانہ کے خصوصی نمبر میں ہم پادری مذکور کے ان اعتراضات کے جواب پیش کر رہے ہیں۔

پادری کے سوالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ قرآن کی تعلیم کے مطابق یسوع مسیح ابن اللہ نہیں تھے۔ اور نہ ہی صلیب پر ان کی وفات ہوئی تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے صرف اسلام ہی اس سے انکار کرتا ہے۔ اس تعلیم پر یقین کرنے سے مسلمان دائمی جنت سے محروم ہو گئے ہیں۔ اگر وہ توبہ نہیں کریں گے تو ہمیشہ کی جہنمی زندگی کے وارث ہوں گے۔

۲۔ قرآن مجید خدا کا مقدس آسمانی کلام نہیں ہے۔ یہ انسانی کلام ہے جو صدیوں سے دانشور لکھتے چلے آئے ہیں۔ ابتدائے اسلام سے مسلم وغیر مسلم علماء اس کی نقل کرتے چلے آئے ہیں۔

۳۔ قرآنی تعلیم عربوں کی بت پرستی اور رسوم و رواج پر مشتمل ہے۔ یہ سب شیطانی تعلیمات ہیں جسے مسلمان اور باقی دنیا برداشت کر رہے ہیں۔

۴۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابتدائی تحریرات ان کی وفات کے ۱۲۰ سال بعد لکھی گئیں۔ تمام اسلامی تحریرات (قرآن وحدیث۔ سیرت۔ روایات اور تاریخ) کنفیوز کرنے والی متضاد اور بے جوڑ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ محمد (ﷺ) مبعوث ہوئے ہی نہ ہوں، ہمارے پاس اس کا کوئی مستند ثبوت نہیں ہے۔ پھر بھی مسلمان کسی قسم کا سوال کھڑے کئے بغیر ان تباہ کن تعلیمات کو مان رہے ہیں۔

(۵) حضرت محمدؐ کی زندگی اور پیغام قابل احترام نہیں مکہ میں تو ان کا میلان مذہب اور سچائی کی تلاش کی طرف تھا لیکن مدنی دور میں آپ دنیوی طاقت اور خواہشات کے بد اثرات کے تابع ہو گئے تھے۔

(۶) اسلامی شریعت اپنی نیچر کے لحاظ سے ڈکٹیٹرانہ ہے۔ اس میں مذہب اور ریاست علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ جو بھی قرآن مجید میں لکھا ہے اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ بغیر کسی تنقید کے اس کو ماننا ضروری ہے۔

(۷) اسلام جمہوریت اور انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ اسلام میں اخلاقی ضابطہ نہیں پایا جاتا۔ اسلام میں عورتوں کو مردوں سے کم تر سمجھا جاتا ہے اس لئے مسلمان مرد عورتوں پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ قرآنی تعلیم کا اثر ہے۔

(۸) مسلمانوں کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کریں۔ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔

(۹) اسلامی تعلیم میں مغرب کے لئے نفرت کی تعلیم پائی جاتی ہے۔

(۱۰) جب بھی اسلام سیاسی اقتدار حاصل کرتا ہے وہ یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے مذہب والوں کو مجبور کرتا ہے کہ مسلمان ہو جائیں۔ گرجوں اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کیا جاتا ہے۔

یہ وہ دس اعتراضات ہیں جو پادری مذکور نے قرآن مجید پر کئے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے علماء کرام نے ان اعتراضات کے جامع جوابات تحریر کئے ہیں جو ہم اس شمارہ میں شائع کر رہے ہیں۔

جہاں تک پادری موصوف کے اس اعتراض کا تعلق ہے کہ قرآن مجید چونکہ یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا اور یسوع کی صلیبی موت کا قائل نہیں ہے۔ اس اعتبار سے گویا قرآن مجید یسوع مسیح کی توہین کر رہا ہے۔ اس لئے عیسائیوں پر فرض ہے کہ وہ ایسے کلام کو نذر آتش کریں لیکن یہ پادری اس بات کو بھول گیا کہ یہودی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تو درکنار ان کو نعوذ باللہ ایک شریف انسان کے طور پر بھی قبول نہیں کرتے۔ بقول ان کے یسوع مسیح نعوذ باللہ ’’ولد الحرام‘‘ اور ان کی ماں مریم نعوذ باللہ ’’زانیہ‘‘ تھیں اور یہودی علی الاعلان دو ہزار سال سے اس کا اعلان کر رہے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھا کر نعوذ باللہ لعنتی موت مار دیا گویا یہودیوں کے نزدیک یسوع مسیح نعوذ باللہ پیدائش سے لیکر وفات تک لعنت کا شکار رہے اور ان کی والدہ ان کے ساتھ شامل رہیں۔ ایسے میں اس پادری کو چاہئے تھا کہ اگر اس کے دل میں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کیلئے غیرت ہے کہ وہ پہلے یہودیوں کی کتاب عہد نامہ قدیم کو جلانے کا منصوبہ بناتا لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ عہد نامہ قدیم کو وہ خود بھی مانتا ہے۔

پادری مذکور کو یاد رکھنا چاہئے یہی مجبوری مسلمانوں کی بھی ہے کہ وہ چونکہ تورات وانجیل کو خدا کا مقدس کلام سمجھتے ہیں اس لئے پادری مذکور چاہے ہزار بار قرآن مجید کو جلانے کا اعلان کرے۔ مسلمان پھر بھی بائبل کو نہیں جلا

(بقیہ: اداریہ صفحہ نمبر 40 پر ملاحظہ فرمائیں)

عظیم الشان شہادتوں سے مزیّن احمدیت کی ایک سو بیس سالہ تاریخ

28 مئی کو لاہور کی دو احمدیہ مساجد پر جمعۃ المبارک کے روز جو حملے ہوئے وہ پاکستان کے جنونی مولویوں کی بربریت اور انتہا پسندی کی ایک گھناؤنی مثال تھے جن میں اسلام کے نام پر قریباً ایک صد احمدیوں کو شہید کر دیا گیا اور ڈیڑھ صد سے زائد زخمی ہو گئے یہ پہلی مثال ہے کہ کسی واقعہ میں جماعت کے امیر سمیت بعض دیگر عہدیداروں اور جماعت کے قابل احترام مبلغ نے شہادت کا جام نوش کیا۔ لاہور حملوں کے بعد ابھی تک پاکستان میں شہادتوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

پاکستان میں اگرچہ 1953ء کے بعد ہی شہادتوں کے سلسلہ نے زور پکڑا ہے۔ لیکن یہ سلسلہ تو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں ہی شروع ہو چکا تھا جبکہ افغانستان کی سرزمین سے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید اور حضرت عبدالرحمٰن صاحب شہید نے احمدیت کی خاطر اپنی جانیں قربان کیں اور جن کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر فرمایا کہ شاتان تذبحان وکل من علیھا فان کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور اس زمین پر (یعنی جہاں ذبح ہوں گی) پھر فنا ہی ہے چنانچہ اس واقعہ شہادت کے بعد جو افغانستان میں سنہ میں پیش آیا سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ افغانستان میں کبھی امن نہیں ہوا اور نہ آج تک امن ہے اور جب قیام پاکستان کے بعد پاکستان نے احمدیوں پر ظلم وستم شروع کیا اور دن بدن اُس میں تیزی اور شدت پیدا کی تو اب پاکستان کے عوام بھی امن وخوشحالی کو ترس رہے ہیں۔

پاکستان میں اگرچہ قیام پاکستان کے بعد پہلی بار ۱۹۵۳ء میں احمدیوں پر مذہبی عناد کی بنا پر دہشت گردانہ حملے ہوئے تھے جن میں ان کے جان ومال کو نقصان پہنچایا گیا اور کئی روز تک بربریت کا یہ سلسلہ جاری رہا لیکن یہ تشدد صرف ملاؤں کی طرف سے تھا جس کو بعض شر پسندوں کی حمایت حاصل تھی لیکن ۱۹۷۴ء میں پہلی بار اس دہشت گردی کو حکومت نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور قانون سازی کر کے تمام سیاسی اور مذہبی پارٹیوں کے اتفاق سے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا جس کے نتیجہ میں ۱۹۷۴ء میں کئی معصوم احمدی شہید کئے گئے مساجد منہدم کی گئیں۔ مکانوں کو مسمار کیا گیا اور اسلام کے نام پر خوب لوٹ مار کی گئی۔ اور پھر دس سال بعد ۱۹۸۴ء میں فرعون زمانہ ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کی قانون سازی کو آگے بڑھاتے ہوئے یہاں تک آرڈیننس جاری کیا کہ احمدی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے کلمہ پڑھ یا لکھ نہیں سکتے۔ مساجد کی تعمیر کر کے ان پر کلمہ نہیں لکھ سکتے اور اسلامی اصطلاحات کا استعمال نہیں کر سکتے۔ السلام علیکم کہنا احمدیوں کے لئے ایک قابل جرم عمل بن گیا۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ سینکڑوں احمدیوں کو کلمہ پڑھنے یا لکھنے کے جرم میں جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ احمدی مساجد سے کلمہ طیبہ کی پلیٹیں ہتھوڑوں اور چھینیوں سے توڑ توڑ کر مقدس کلمہ کی بے حرمتی کی گئی۔ کئی احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ اسلام کے نام پر مکانات جلائے گئے اور دکانیں لوٹی گئیں۔ اذان دیتے ہوئے کلمہ پڑھتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے احمدیوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر جیلوں میں بھرا گیا اور یہ سب کام حکومت کے زیر سایہ نفرت پھیلانے والے دہشت گرد ملاں دن رات کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی مجرم کو نہیں پکڑا گیا کیونکہ ایسا کرنے والے حکومت اور ملاؤں کی نظر میں مجرم نہیں تھے۔ بلکہ وہ یہ کار ثواب کر کے نقد جنت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مرنے کے بعد حوروں نے ان کا استقبال کرنا تھا۔ چنانچہ اس کیلئے پاکستان کے کئی مدارس کی طرف سے ایسا لٹریچر شائع کیا گیا جس میں لکھا گیا کہ احمدی واجب القتل ہیں، احمدیوں کا قتل کرنا باعث ثواب ہے۔ نہ صرف ایسی کتب شائع کی گئیں بلکہ بازاروں میں ایسے پوسٹر لگائے گئے۔ بینر لٹکائے گئے حد یہ ہے کہ یہ پوسٹر عدالتوں میں جج صاحبان کی Name Plates کے نیچے بھی چسپاں کئے گئے کہ وہ فیصلے کرتے وقت اپنے انجام کی بھی خبر رکھیں۔

پاکستان کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ۱۹۵۳ء سے ۱۹۸۴ء تک پاکستان میں صرف اور صرف احمدیوں کو ہی دہشت گردانہ حملوں کا نشانہ بنایا گیا اور وہ بھی حکومتوں کے زیر سایہ اور پھر اس میں یہ اضافہ کیا گیا کہ باقاعدہ صدارتی آرڈیننس جاری کر کے احمدیوں کی تبلیغ پر پابندی لگائی گئی اور توہین رسالت بل پاس کر کے مختلف بہانوں سے احمدیوں کو ہی نشانہ ظلم وستم بنایا گیا۔

۱۹۸۵ء کے بعد پھر وہ دور شروع ہوا جس میں احمدیوں کے علاوہ دیگر مسلم فرقوں اور عیسائیوں کو بھی نشانہ بنانا شروع کیا گیا اس دور میں شیعوں کے خلاف کئی طرح کا لٹریچر چھپا اور پھر آگے بڑھتے بڑھتے یہ تشدد اکثریتی فرقوں دیوبندیوں اور شیعوں تک پھیل گیا کئی دیوبندی علماء اور سنی علماء موت کے گھاٹ اُتارے گئے لیکن اس قتل و غارت میں حکومت ملوث نہیں تھی ہاں یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ حکومت نے احمدیوں کے خلاف کھلم کھلا قتل وغارت کی تائید کر کے ان دہشت گردوں کے لئے ایک راہ ضرور ہموار کی تھی۔

دہشت گردوں کی یہ تحریک پھر اس قدر آگے بڑھی اور ان کے عزائم اس قدر بلند ہوئے کہ انہوں نے مسلم حکومتوں سے بھی یہ کہہ کر ٹکر لینی شروع کر دی کہ یہ مسلم حکومتیں اسلامی نہیں ہیں بلکہ ان سب کو اسلامی حکومت کے قیام کیلئے ہمارا ساتھ دینا چاہئے تا کہ ہم پوری دنیا میں اصل اسلامی حکومت قائم کر سکیں اور امریکہ برطانیہ اور یورپ کے کافر ممالک کو تلوار کے زور سے مسلم شریعت کے ماتحت لائیں۔ بس یہی وہ موڑ تھا جہاں پر ان

(بقیہ: اداریہ صفحہ نمبر 41 پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ جمعہ

جوں جوں احمدیت کا پیغام پھیل رہا ہے دنیا احمدیت کی آغوش میں آرہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ واقفین زندگی اور دینی علم رکھنے والوں کی ضرورت بھی بڑھ رہی ہے جو تبلیغ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

والدین کو ہمیشہ یادرکھنا چاہئے کہ بچے کو وقف کے لئے تیار کرنا، اس کی تعلیم وتربیت پر توجہ دینا والدین کا کام ہے۔

سیکرٹریان وقف نو کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت، کونسلنگ اور گائیڈنس وغیرہ کریں۔

واقفین نو کا سلیبس پڑھانا ماں باپ اور نظام دونوں کا کام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے واقفین زندگی کی مختلف خصوصیات کا تذکرہ اور مبلغین وواقفین وطلباء جامعات احمدیہ کو اہم ہدایات۔

واقفین زندگی کی بیویاں بھی اپنے اندر قناعت پیدا کریں اور اپنے خاوندوں سے کوئی ایسا مطالبہ نہ کریں جو پورا نہ ہو اور واقف زندگی کو ابتلا میں ڈال دے۔

واقفین نو کے سلسلہ میں والدین اور سیکرٹریان وقف نو کو نہایت اہم ہدایات۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 22/اکتوبر 2010ء بمطابق 22/اخاء 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ -

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ- وَ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران:105)

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ:122)

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں۔ پہلی آیت سورۃ آلِ عمران کی ہے۔اس کا ترجمہ ہے کہ ’’چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور نیکی کی تعلیم دیں اور بدیوں سے روکیں اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں‘‘۔

دوسری آیت سورۃ توبہ کی ہے۔اس کا ترجمہ ہے کہ ’’مومنوں کے لئے ممکن نہیں کہ وہ تمام کے تمام اکٹھے نکل کھڑے ہوں۔ پس ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے ہر فرقے میں سے ایک گروہ نکل کھڑا ہوتا کہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور اپنی قوم کو خبردار کریں جب ان کی طرف واپس لوٹیں تا کہ شاید وہ ہلاکت سے بچ جائیں‘‘۔

ان آیات میں جیسا کہ ابھی دیکھا اللہ تعالیٰ نے ایسے گروہ کا ذکر فرمایا ہے جو دین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں تا کہ نیکیوں کو قائم کریں، برائیوں سے روکیں اور تبلیغِ اسلام میں اپنی زندگی گزاریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں دین کی خاطر زندگی وقف کرنے کا نظام کسی نہ کسی شکل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے ہی قائم ہے اور خلافتِ ثانیہ میں اس میں ایک باقاعدگی پیدا ہوئی۔ باقاعدہ زندگی وقف کرنے کے بانڈ (Bond) یا فارم پُر کئے جانے لگے۔ دینی تعلیم کے لئے جامعہ احمدیہ کے نظام کو مزید منظّم کیا گیا۔ مبلغین بیرونِ ملک بھیجے جانے لگے جنہوں نے تبلیغی میدانوں میں بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغی اور تربیتی سرگرمیوں میں اپنی پہچان کروائی اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج تک جاری ہے اور مبلغین مختلف ممالک میں اس کام میں مصروف ہیں۔ ان مبلغین اور مربیان اور معلمین میں پاکستان، ہندوستان کے علاوہ اب مختلف قوموں کے افراد شامل ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر افریقن ممالک کے، اسی طرح انڈونیشیا کے مبلغین اور معلمین کافی تعداد میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ وفا کے ساتھ ان سب کو خدمات بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

واقفینِ زندگی کے نظام میں ایک دوسرا گروہ بھی ہے۔ صرف مبلغین نہیں، ڈاکٹرز اور ٹیچرز اور دوسرے لوگ ہیں، وہ بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ بہر حال جوں جوں جماعتی ضروریات بڑھ رہی ہیں، تبلیغی میدان میں بھی وسعت پیدا ہو رہی ہے اور خدمات کے دوسرے میدانوں میں بھی وسعت پیدا ہو رہی ہے جہاں واقفینِ زندگی اور مبلغین کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس جس طرح یہ وسعت پیدا ہو رہی ہے، کام بڑھ رہے ہیں، احمدیت کا پیغام پھیل رہا ہے۔ دنیا احمدیت کی آغوش میں بھی آ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ واقفینِ زندگی اور دینی علم رکھنے والوں کی ضرورت بھی بڑھ رہی ہے جو تبلیغ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جماعت کے ہر فرد کا ہمہ وقت تبلیغی اور تربیتی کاموں میں مصروف رہنا ممکن نہیں۔ اس لئے ایک گروہ ہو جو خاص طور پر یہ کام سرانجام دے۔ باوجود اس کے کہ ایک دوسری جگہ امت کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ وہ نیکیوں کے پھیلانے، برائیوں سے روکنے اور دعوتِ الی اللہ کا فرض ادا کرے۔ لیکن پھر بھی یہ فرمایا ہے کہ کیونکہ یہ جو نظامِ دنیا ہے اس کو چلانا بھی ضروری ہے، اس لئے جو اس میں مصروف ہوں گے وہ بھی ہمہ وقت، وقت نہیں دے سکتے۔ پھر ہر ایک کا مزاج بھی ایسا نہیں ہوتا کہ وہ تبلیغی اور تربیتی کام احسن رنگ میں سرانجام دے سکے۔ پھر تمام کے تمام امت کے افراد دین کا وہ فہم اور ادراک بھی حاصل نہیں کر سکتے جو ایک مبلغ اور مربی کے لئے ضروری ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ تمام لوگوں کو خاص توجہ کے ساتھ ٹریننگ بھی نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے ایک گروہ ہونا چاہئے جو پوری توجہ سے دین سیکھے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات، اوامر ونواہی سے واقفیت حاصل کرے۔ ان کی گہری حکمت سیکھے اور پھر پھیلائے۔ ماشاء اللہ جماعت میں ایسے بھی بہت سے افراد ہیں جو اپنے ذوق اور شوق کی وجہ سے دنیاوی تعلیم کے علاوہ بھی دینی علم کا کافی درک رکھتے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ، بلکہ اکثر دفعہ ان کی دوسری مصروفیات ایسی ہو جاتی ہیں جو مستقل طور پر وقت دینے میں آڑے آتی ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین کے کام کے لئے واقفِ زندگی کا ایک گروہ ہونا چاہئے اور پھر کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس لئے ہر فرقے میں سے یعنی ہر گروہ میں سے، ہر طبقے میں سے، لوگوں کے ہر حصے میں سے متفرق قسم کے لوگوں میں سے یہ ایک گروہ ہونا چاہئے۔ اور پھر مزید وسعت پیدا کریں تو فرمایا کہ ہر قوم میں سے ایسے لوگ ہوں جو دین سیکھیں اور آگے سکھائیں۔ ہر قوم اور ہر گروہ اور ہر طبقے کے مزاج، نفسیات اور طریق مختلف ہوتے ہیں۔ اس کے مطابق تبلیغ کا طریق اختیار کیا جائے۔ اس طرح تبلیغ کرنی بھی آسان رہے گی اور تربیت بھی آسان رہے گی۔ بہر حال یہ رہنمائی اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ مومنوں کا ایک گروہ ہو جو تبلیغی اور تربیتی کام سرانجام دے اور پھر یہ کہ ہر قوم اور ہر طبقے کے لوگوں میں سے ہو تا کہ اس کام میں سہولت پیدا ہو سکے۔

پس جماعت احمدیہ میں اس اصول کے تحت دین کی خاطر زندگی وقف کرنے کا نظام قائم ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا مختلف قوموں اور طبقوں کے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب اس نظام کا حصہ بن چکے ہیں اور بن رہے ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا کہ جماعتی ضروریات بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس تعداد میں اضافے کی بھی ضرورت ہے اور یہ ضرورت آئندہ بڑھتی بھی چلی جائے گی۔ فی الحال صرف موجودہ وقت میں ضرورت نہیں ہے بلکہ آئندہ اس ضرورت نے مزید بڑھنا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ضرورت کو بھانپتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی پا کر واقفینِ نو کی سکیم شروع فرمائی تھی۔ اور اس کی بنیادی اینٹ ہی تقویٰ پر رکھتے ہوئے والدین کو یہ تحریک فرمائی تھی کہ بجائے اس کے کہ بچے بڑے ہو کر اپنی زندگیاں وقف کریں اور اپنے آپ کو پیش کریں، والدین دین کا درد رکھتے ہوئے اور تقویٰ پر قائم ہوتے ہوئے اپنے بچوں کو ان کی پیدائش سے پہلے دین کی راہ میں وقف کرنے کے لئے پیش

کریں۔اورحضرت مریم کی والدہ کی طرح یہ اعلان کریں کہ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ (آل عمران :36) کہ اے میرے ربّ! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اسے مَیں نے تیری نذر کرتے ہوئے آزاد کر دیا۔یعنی دین کے کام کے لئے پیش کر دیا اور دنیاوی دھندوں سے آزاد کر دیا، پس مجھ سے یہ قبول کر لے۔پس جب خاص طور پر اس دعا کے ساتھ مائیں اپنے بچے جماعت کو پیش کرتی ہیں، خلیفۂ وقت کے سامنے پیش کرتی ہیں اور کریں گی تو ان کی بہت بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ پھر ان بچوں کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ اپنی زندگیاں خدا کی راہ میں اس وقف کا حق ادا کرتے ہوئے گزارنے کے لئے پیش کریں۔پورا عرصہ حمل ان کے لئے یہ دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو دین کا خادم بنائے۔دنیاوی آلائشوں سے پاک رکھے۔دنیا کی طرف رغبت نہ ہو بلکہ یہ لوگ دین کے لئے خالص ہو جائیں۔پھر پیدائش کے بعد بچے کی تعلیم و تربیت اس نہج پر ہو کہ اس بچے کو ہر وقت یہ پیشِ نظر رہے اور اس کو یہ باور بھی کروایا جائے کہ مَیں واقفِ زندگی ہوں اور میں نے دنیاوی جھمیلوں میں پڑنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں زندگی گزارنی ہے۔جب اس طرح ابتدا سے ہی تربیت ہو گی تو نوجوانی میں قدم رکھ کر بچہ خود اپنے آپ کو پیش کرے گا اور خالص ہو کر دین کی خدمت کے لئے پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔پس والدین کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ بچے کو وقف کے لئے تیار کرنا، اس کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینا والدین کا کام ہے تا کہ ایک خوبصورت اور ثمر آور پودا بنا کر جماعت اور خلیفہ وقت کو خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے پیش کیا جائے۔یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارا بچہ وقفِ نو ہے اس لئے ابتدا سے اس کو جماعت سنبھالے، یہ بالکل غلط سوچ ہے۔جماعت تعلیم و تربیت کے لئے رہنمائی تو ضرور کرتی ہے اور کرنی چاہئے۔اس کے لئے ربوہ میں مرکز میں وکالتِ وقفِ نو بھی قائم ہے۔قادیان میں نظارتِ تعلیم کے تحت وقفِ نو کا شعبہ قائم ہے۔یہاں لندن میں مرکزی طور پر براہِ راست خلیفہ وقف کی نگرانی میں اس شعبہ کا کام ہو رہا ہے۔جماعتوں میں سیکرٹریانِ وقفِ نو کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت، کونسلنگ اور گائیڈنس وغیرہ کریں اور ان کو ایک جماعت کا فعال حصہ بنانے کی کوشش کریں اور اس میں اپنا بھی فعال کردار ادا کریں۔لیکن ان سب کے باوجود والدین کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جماعت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر وقفِ نو کی سکیم کا اجراء ہوا تھا۔اور یہ ایک انتہائی اہم اور آئندہ جماعتی ضروریات کو پوری کرنے والی سکیم ہے جس میں علاوہ مختلف مربیان و مبلغین کے مستقبل میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے واقفینِ زندگی کی ضرورت ہو گی۔پس والدین اور وقفِ نو کے شعبہ کو اس ذمہ داری میں اپنا کردار ادا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔

اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ سیکرٹریانِ وقفِ نو اس طرح فعال نہیں جس طرح ان کو ہونا چاہئے۔پس وہ فعال ہوں تا کہ یہ بچے جب میدانِ عمل میں آئیں تو میدان میں آ کر قوموں کو اپنے لوگوں کو، تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچانے کا اہم کردار ادا کر سکیں۔اور فلاح پانے والے گروہ میں خود بھی شامل ہوں اور نہ صرف خود فلاح پانے والے بنیں بلکہ دنیا کی فلاح اور بقا کا باعث بنیں۔بے شک والدین کا بھی یہ کام ہے کہ اپنے ہر بچے کی تربیت کریں اور کوئی احمدی بچہ بھی ضائع ہونا جماعت برداشت نہیں کر سکتی۔یہ سب جماعت اور قوم کی امانت ہیں۔لیکن واقفینِ نو بچوں کے ذہن میں بچپن سے ہی یہ ڈالا جائے کہ تمہیں ہم نے خدا تعالیٰ کے راستے میں وقف کیا ہے۔صرف وقفِ نو کا ٹائٹل مل جانا ہی کافی نہیں ہے بلکہ تمہاری تربیت، تمہاری تعلیم، تمہارا اٹھنا بیٹھنا، تمہارا بات چیت کرنا، تمہارا لوگوں سے ملنا جلنا، تمہیں دوسروں سے ممتاز کرے گا۔یہ عادتیں پھر عمر کے ساتھ ساتھ پختہ ہوں اور کوئی انگلی کبھی تمہاری کردار کشی کرتے ہوئے نہ اٹھے۔

پھر واقفینِ نو کا سلیبس ہے جو جماعت نے، مرکز نے بنایا ہوا ہے۔اس سے آگاہ کرنا، اسے پڑھانا ماں باپ اور نظام دونوں کا کام ہے تا کہ تَفَقُّه فِی الدِّیْن میں بچپن سے ہی رجحان ہو اور اس میں ہر آنے والے دن میں بہتری آتی رہے۔تبھی ہم آئندہ آنے والے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔تبھی ہم دنیا کی دین کو سمجھنے کی ضرورت کو بروقت پورا کر سکتے ہیں۔اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بچے میں خود دین سیکھنے کی لگن ہو۔اگر یہ ہو گا تو پھر ہی صحیح فہم و ادراک بھی حاصل کرنے کی طرف توجہ ہو گی۔ورنہ مجبوری کا سیکھنا اور مجبوری کا وقف یہ فائدہ مند اور کار آمد نہیں ہو سکتا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو تَفَقُّه فِی الدِّیْن کریں۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین سکھایا ہے اس میں تَفَقُّه کر سکیں۔پس ہمارے واقفِ زندگی اور خاص طور پر وہ جو دین سیکھ کر اپنی زندگیاں وقف کرنا چاہتے ہیں یا واقفینِ نو جو دنیا کے مختلف جامعات میں پڑھ رہے ہیں، انہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین سکھایا ہے وہ سیکھنا ہے۔اور آپؐ نے کیا دین سکھایا؟ آپ نے ہمارے سامنے جو دین پیش کیا اور جس کا نمونہ قائم فرمایا اس کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ بیان ہمارے لئے راہِ عمل ہے کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 مسند عائشہؓ صفحہ نمبر 145-144 حدیث نمبر 25108 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998)

کہ آپ کا خُلق قرآن تھا۔آپکا دین قرآنِ کریم کے ہر حکم کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا اور اسے پھیلانا تھا۔پس آپ کے اسوہ پر چلنے کا تو ہر مومن کو حکم ہے لیکن وہ لوگ جو تَفَقُّه فِی الدِّیْن کرنے والے ہیں، جو دین کو سمجھنے اور سیکھنے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، جو عام مومنین سے بڑھ کر خیر کی طرف بلانے والے ہیں، جن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دوسروں کی نسبت بہت زیادہ نیکیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ہیں ان کو کس قدر اس اُسوہ پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔پس جو واقفینِ زندگی ہیں ان کو اپنا اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن ایک مکمل شرعی کتاب ہے تو پھر تَفَقُّه فِی الدِّیْن کرنے والے اس بات کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں کہ اپنی زندگیوں کو اس تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں تا کہ اپنی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کر سکیں۔اپنے نمونے قائم کر کے خدا تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہوں۔احسن رنگ میں تبلیغ اور تربیت کا فریضہ سرانجام دینے والے ہوں۔اب مَیں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش رکھتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں کہ کس قسم کے واقفینِ زندگی ہونے چاہئیں۔آپ فرماتے ہیں:۔

”ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور سے کچھ کر کے دکھانے والے ہوں۔ علمیت کا زبانی دعویٰ کسی کام کا نہیں“۔

پس یہاں مَیں تمام مبلغین اور جو دنیا کے مختلف جامعہ احمدیہ میں پڑھ رہے ہیں، ان پڑھنے والوں سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔ہمیشہ اپنے جائزے لیتے رہیں کہ ہمارے علم اور عمل میں مطابقت ہے یا نہیں۔وعظ تو ہم کر رہے ہوں کہ نمازوں میں سستی گناہ ہے اور خود نمازوں میں سستی ہو۔خاص طور پر طلباء جامعہ احمدیہ جو ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے۔بعض عملی میدان میں آئے ہوئے بھی سستی کر جاتے ہیں ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔دوسروں کو تو ہم یہ کہہ رہے ہوں کہ بدرسومات جو مختلف جگہوں پر ہوتی ہیں، مثلاً شادی بیاہ میں ہوتی ہیں یہ بدعات ہیں اور خلیفہ وقت اور نظامِ جماعت ان کی اجازت نہیں دیتا، دین ان کی اجازت نہیں دیتا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے ان کو رد فرمایا ہے۔اللہ اور رسول ان کو ردّ کرتے ہیں۔لیکن اپنے بچوں یا اپنے عزیزوں کی شادیوں میں ان باتوں کا خیال نہ رہے یا ایسی شادیوں میں شامل ہو جائیں جن میں یہ بدرسومات کی جا رہی ہوں اور وہاں بیٹھے رہیں اور نہ ان کو سمجھائیں اور نہ اٹھ کر آئیں تو یہ چیزیں غلط ہیں۔پس اگر دین کا علم سیکھا ہے تو اس لئے کہ عالم باعمل بنیں اور بننے کی کوشش کریں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ واقفِ زندگی ایسے ہونے چاہئیں کہ ”نخوت اور تکبر سے بکلی پاک ہوں“۔

اب ہر واقفِ زندگی جائزہ لے جو میدانِ عمل میں ہیں یا مختلف جگہوں پر کام کر رہے ہیں اور وہ بھی جو جامعات میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور جب ہمیں جائزے لینے کی یہ عادت پڑے تو پھر ایک تبدیلی بھی پیدا ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ۔اس سال کینیڈا کے جامعہ احمدیہ سے بھی واقفینِ نو کی اور مربیان کی، مبلغین کی پہلی کھیپ نکل رہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ باقی جگہوں سے بھی واقفینِ نو میں سے نکلنی شروع ہو جائے گی بلکہ پاکستان میں تو ہو سکتا ہے کہ کچھ واقفینِ نو مربیان بن بھی چکے ہوں۔تو ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ عاجزی اور انکساری ایک مبلغ کا خاصہ ہونا چاہئے لیکن وقار قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔پھر آپ نے واقفینِ زندگی کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ”ہماری کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرنے سے ان کی علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو“۔

پس یہ نہیں فرمایا کہ **پہنچائیں**۔اتنا مطالعہ کریں کہ علمیت کامل درجہ تک **پہنچی ہوئی ہو**۔پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ جامعہ میں پڑھنے کے دوران بھی اور میدانِ عمل میں بھی انتہائی ضروری ہے۔کیونکہ یہی اس زمانے میں صحیح اسلامی تعلیم کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ”قناعت شعار ہونا بھی ایک مبلغ اور مربی کے لئے ضروری ہے“۔اور اس قناعت شعاری کے بارے میں جو معیار آپ نے مقرر فرمایا وہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ”اگر ہماری منشاء کے مطابق قناعت شعار نہ ہوں، تب تک پورے اختیار بھی نہیں دے سکتے“۔

یعنی جو قناعت شعار ہو گا اسی کو اس تبلیغ کا، وقفِ زندگی کے کاموں کا اختیار دیا جا سکتا ہے۔اور منشاء کیا ہے؟ فرمایا کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایسے قانع اور جفاکش تھے کہ بعض اوقات صرف درختوں کے پتوں پر ہی گزارہ کر لیتے تھے“۔(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 658 جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا اور خواہش کو پورا فرماتے ہوئے ایسے بزرگ مبلغین اپنے فضل سے عطا فرمائے ہیں جن کی قناعت قابلِ رشک تھی۔آج مبلغین کو سہولتیں بھی ہیں لیکن ایک وقت ایسا تھا جب سہولتیں نہیں تھیں۔جماعت کے مالی حالات بھی اب اچھے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر ممکن خیال رکھنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔گو بعض جگہ اب بھی تنگی اور مشکلات کا سامنا ہے لیکن جب دین کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا تو پھر ان مشکلات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور نہ ہونی چاہئے۔آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ربوہ اور قادیان کے علاوہ دنیا کے بعض مغربی ممالک میں بھی مثلاً UK میں، جرمنی میں، کینیڈا میں جامعات قائم ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ کینیڈا کے جامعہ سے اس سال مربیان کی پہلی کھیپ فارغ ہو رہی ہے جو میدانِ عمل میں آئیں گے۔اسی طرح انڈونیشیا اور افریقہ کے بعض ممالک میں بھی جامعہ احمدیہ قائم ہیں۔جہاں تک افریقہ اور انڈونیشیا وغیرہ کے جامعات کا تعلق ہے وہ تو وہیں کے رہنے والے طلباء ہیں جو عموماً وہیں تعینات بھی ہوتے ہیں۔اپنے ملکوں کے حالات میں گزارہ کرنے والے ہیں۔لیکن مغربی ممالک میں جو طلباء اب میدانِ عمل میں آ رہے ہیں اور انشاء اللہ آئیں گے انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ بحیثیت واقفِ زندگی انہیں جہاں بھی بھیجا جائے انہوں نے تعمیل کرنی ہے اور جانا چاہئے۔یہی وقف کی روح ہے۔اور ضروری نہیں ہے کہ ان

کو یورپ میں لگایا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں رہنے والے اُدھر افریقہ میں بھیجے جائیں تو افریقہ کے سخت موسم سے پریشان ہو جائیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی خاطر وقف کر دیا تو پھر سختی کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا اب سہولتیں بھی ہیں اور شروع میں جو مبلغین میدانِ عمل میں باہر گئے تھے ان کو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ان مبلغین کے بعض واقعات میں نے لئے ہیں تا کہ آپ کو احساس ہو کہ کس طرح وہ قربانی دیتے رہے اور کن حالات میں وہ گزارا کرتے رہے ہیں۔

ہمارے ایک مبلغ تھے حضرت سید شاہ محمد صاحب۔ انہوں نے اپنا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ مَیں متواتر اٹھارہ سال انڈونیشیا میں کام کرتا رہا اور اللہ کے فضل سے مَیں نے کبھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ اپنا پورا وقار رکھا۔ بہت معمولی الاؤنس پر گزارہ ہوتا تھا۔ مشکل سے شاید دو وقت کی روٹی چلتی ہو۔ اپنی ہر حاجت کے لئے اپنے ربّ کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہا اور وہ میری حاجت روائی کرتا رہا۔ کہتے ہیں جب اٹھارہ سال بعد میری واپسی ہوئی تو مَیں بڑا خوش تھا۔ بحری جہاز کے ذریعے سے پاکستان کے لئے روانہ ہوا۔ اور کہتے ہیں میرے پاس ایک پرانی اچکن تھی اور دو ایک شلوار قمیص کے دھلے ہوئے جوڑے تھے۔ اور کچھ نہیں تھا۔ کہتے ہیں مَیں بحری جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ ہوائی جہاز کا تو اس وقت تصور ہی نہیں تھا۔ راستے میں مجھے خیال آیا کہ مَیں اتنے عرصے کے بعد ملک واپس جا رہا ہوں اور میرے پاس نئے کپڑے بھی نہیں ہیں جنہیں پہن کر مَیں ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر اتروں گا۔ اس وقت مبلغین کراچی آیا کرتے تھے۔ پھر وہاں سے ٹرین پر ربوہ پہنچتے تھے۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں انہی خیالات میں تھا اور دعاؤں میں لگا ہوا تھا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مجھے دل میں بھی اس قسم کی خواہش نہیں کرنی چاہئے تھی۔ یہ وقف کی روح کے خلاف ہے۔ کہتے ہیں مَیں نے اس پر بڑی توبہ استغفار کی۔ اور پھر چند دن بعد جہاز سنگاپور میں پورٹ پر رکا۔ کہتے ہیں مَیں جہاز کے عرشے پہ کھڑا، ڈیک پہ کھڑا نظارہ کر رہا تھا کہ مَیں نے ایک شخص کو ایک گٹھڑی اٹھائے ہوئے جہاز پر چڑھتے دیکھا۔ وہ سیدھا جہاز کے کپتان کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھنے لگا۔ کپتان نے اسے میرے پاس بھیج دیا۔ وہ مجھ سے گلے ملا۔ بغل گیر ہو گیا اور کہا کہ وہ احمدی ہے اور درزی کا کام کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ جب الفضل میں مَیں نے پڑھا کہ آپ آ رہے ہیں اور رستے میں سنگاپور رکیں گے تو مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ مَیں آپ کے لئے کوئی تحفہ پیش کروں۔ اور آپ کی تصویریں مَیں نے دیکھی ہوئی تھیں۔ قد کاٹھ کا اندازہ تھا۔ مَیں نے آپ کے لئے کپڑوں کے دو جوڑے سیے ہیں اور ایک اچکن اور ایک پگڑی تیار کی ہے۔ درزی ہوں اور یہی کچھ پیش کر سکتا ہوں آپ اسے قبول کریں۔ تو حضرت شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ کس طرح میرے خدا نے میری خواہش کو پورا کرنے کے لئے ایک احمدی کے دل میں تحریک کی جسے مَیں نہیں جانتا تھا اور نہ وہ مجھے جانتا تھا۔ وہ مبلغین کو، مربیان کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر مبلغ صرف آستانہ الٰہی پر جھکا رہے اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرے تو اللہ تعالیٰ غیب سے اس کے لئے سامان مہیا کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ واقفینِ زندگی سے، صرف مبلغین نہیں، ہر واقفِ زندگی سے یہ سلوک کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میدانِ عمل میں آج بھی یہ نظارے دیکھتے ہیں۔

پھر مولانا غلام احمد صاحب فرخ کے بارہ میں ان کے ایک بیٹے نے لکھا کہ یہ بھی جماعت کی طرف سے بڑا عرصہ باہر مبلغ رہے ہیں۔ جب واپس آئے تو حیدر آباد میں ان کی تعیناتی ہوئی۔ وہاں جماعت کی طرف سے ایک چھوٹا سا مکان مل گیا اور اس کی بھی کافی خستہ حالت تھی۔ کیونکہ یہ لمبا عرصہ باہر رہے تھے اس لئے ہم اس بات پر خوش تھے کہ ہمارے والد اب ہمارے ساتھ تو رہیں گے۔ لیکن مکان کی حالت کو دیکھ کر ایک دن ان کے چھوٹے بھائی نے حضرت مولانا غلام احمد صاحب فرخ کو اپنی سمجھ کے مطابق کہہ دیا کہ ابا جان جماعت کو درخواست کریں کہ مکان کی مرمت کروا دیں۔ حضرت مولانا فرخ صاحب تو صرف اپنے وقف کو نبھانا جانتے تھے۔ ان کو تو ان چیزوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ انہوں نے بڑی محبت سے سارے بہن بھائیوں کو پاس بٹھایا اور بڑے طریقے سے، بڑی حکمت سے، بڑی دانائی سے واقفین کے گزر اوقات میں سادگی اور بود و باش میں عاجزی اور انکساری کو پیش کیا۔ انہوں نے یہ فرمایا کہ ہر خواہش کو دبانا اور ہر مطالبے سے اجتناب برتنا بھی وقفِ زندگی کا نصب العین ہے۔ اور میری دلی تمنا ہے کہ تم سب میرا سہارا بنو۔ قدم قدم پر زندگی کی تلخیوں کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرو۔ بچوں کو یہ نصیحت کی۔

پھر مولانا غلام احمد فرخ صاحب کے یہ بیٹے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے پاس آئے۔ تو اس وقت یہ فوج میں تھے۔ فوج میں میجر تھے جب ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ بچے اچھی جگہ پر کاموں پر لگے ہوئے تھے تو ہماری بچوں کی یہ خواہش تھی کہ ہم آپ کی کچھ خدمت کریں اور آپ ریٹائرمنٹ لے لیں۔ ہم نے اپنے والد کے سامنے اس خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہیں کل جواب دوں گا۔ اور ہم سب اس جواب سے بڑے خوش ہوئے۔ اور اطمینان ہوا کہ شاید مان جائیں گے۔ کل یہی جواب ہوگا کہ اچھا ٹھیک ہے مَیں تم لوگوں کے پاس آ جاتا ہوں۔ لیکن کہتے ہیں ہماری خوشی بھی عارضی ثابت ہوئی۔ آپ نے ہمیں اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ مَیں ایک انتہائی عاجز انسان ہوں۔ تم لوگوں نے جو بات کل مجھے کہی تھی اس نے کل کا میرے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ خدا کے لئے دوبارہ مجھے یہ بات کبھی نہ کہنا۔ مَیں نے اپنے اللہ سے حلفاً یہ عہد کیا ہوا ہے کہ وقفِ زندگی کا ہر سانس بحیثیت واقفِ زندگی بسر کروں گا یہاں تک کہ اللہ مجھے اس دنیا سے واپس بلا لے۔ ڈرتا ہوں کہ تمہاری ان باتوں سے مَیں تجدیدِ عہد میں لغزش نہ کھا جاؤں۔ اس لئے دوبارہ تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ آج کے بعد مجھ سے کبھی اس طرح نہ کہنا۔ یہ کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے اور کہا ہمیشہ دعا کرتے رہنا کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور کئے ہوئے اپنے عہد پر پورا اتروں۔ پس یہ لوگ تھے جنہوں نے وقفِ زندگی کا اور قناعت کا حق ادا کیا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ایک واقفِ زندگی کے لئے فرماتے ہیں کہ ”سفر کے شدائد اٹھا سکیں“۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 684 جدید ایڈیشن)

سفر کی جو مشکلیں اور صعوبتیں اور شدتیں ہیں ان کو برداشت کر سکیں۔ گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو ہماری بعثت کی اطلاع دیں۔ شروع میں ہمارے جو مبلغین افریقہ گئے ہیں اور ہندوستان میں بھی جو مبلغین تبلیغ کرتے تھے وہ سفر کی شدت برداشت کیا کرتے تھے۔ سفر کی سہولتیں تو تھیں نہیں اور زادِ راہ بھی اتنا نہیں ہوتا تھا کہ جو سہولتیں میسر ہیں ان کا استعمال کر سکیں۔ اتنے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ اور پھر نہ صرف یہ کہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے بلکہ مخالفتوں کا بھی ہندوستان میں بھی، باہر بھی اور افریقہ وغیرہ میں بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مولانا نذیر احمد علی صاحب کے کئی ایسے واقعات ہیں جب انہیں گاؤں والوں نے دھتکار دیا اور انہوں نے راتیں باہر جنگل میں گزاریں۔ ساری ساری رات مچھروں میں بیٹھے رہے۔ وہاں افریقہ میں مچھر بھی بڑے خطرناک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج افریقہ میں جماعت کی جو نیک نامی ہے اور بڑی ترقی ہے وہ انہی بزرگوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ ان کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔

مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری جو خود بھی ایک دفعہ مولوی نذیر احمد علی صاحب کے ساتھ تھے، بیان کرتے ہیں کہ جنگِ عظیم دوم کے دوران 1940ء میں ایک روز حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب اور خاکسار (مولوی صدیق صاحب) نے سیرالیون کے قاصری نامی ایک تجارتی قصبے میں تبلیغ کے لئے پروگرام بنایا۔ وہ فری ٹاؤن سے چالیس میل دور تھا اور دریا کے دوسرے کنارے پر تھا اور کشتی کے ذریعے وہاں جانا پڑتا تھا۔ حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب پہلے بھی وہاں اسلام کا پیغام پہنچا چکے تھے۔ اور اس تبلیغ کی وجہ سے مخالفت بڑھ گئی تھی۔ کہتے ہیں ہمارا یہ دوسرا دورہ تھا۔ اکثر وہاں کے لوگ فولانی قبیلے کے ہیں جنہیں اپنے اسلام پر بڑا ناز ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور صحیح مسلمان ہیں۔ اپنا تعلق نسل کے لحاظ سے عرب لوگوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ بہر حال یہ لوگ وہاں گئے۔ ان فولانیوں نے اور مسلمانوں نے جھوٹی، من گھڑت باتیں لوگوں میں پھیلا دی تھیں اس کی وجہ سے وہاں لوگوں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ اگر ہم دوبارہ آئے تو ہمیں وہاں ٹھہرنے کے لئے جگہ نہیں دیں گے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف تبلیغِ اسلام تھا۔

احمدیت کا پیغام پہنچانا، اسلام کا پیغام پہنچانا تھا اور اس کی حقیقی روح سے آگاہ کرنا تھا۔ غیر مسلموں اور عیسائیوں کو باقاعدہ تبلیغ کرنا تھا۔ اس لئے ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ وہاں جا کر چند دن رہ کر اپنے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں ان کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ بہر حال وہ کہتے ہیں کہ ہم بذریعہ کشتی روانہ ہوئے اور مغرب کے وقت وہاں قاصری گاؤں میں پہنچ گئے۔ چند دن ٹھہرنے کا پروگرام تھا اور لیکچروں کا انتظام کرنا تھا۔ کہتے ہیں جب ہم کشتی سے اترے تو سیدھے چیف کے بنگلے میں گئے، کیونکہ چیف کو اس زمانے میں حکومت کی طرف سے مہمانوں کی مہمان نوازی کرنے کے لئے ایک گرانٹ ملا کرتی تھی۔ لیکن بہر حال ہمیں غلط طور پر بتایا گیا یا حقیقت تھی کہ چیف اپنے فارم پر گیا ہوا ہے اور وہ ابھی تک وہاں سے واپس نہیں آیا اور جو باقی ذمہ دار لوگ تھے وہ سب بڑی بے رخی اور مخالفت کا اظہار کر رہے تھے۔ بعض جو اُن کے ہمدرد تھے وہ بھی دوسروں کی مخالفت سے مرعوب ہو گئے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی بھی پوچھنے والا نہیں تھا۔

ہمارے ساتھ چند افریقن احمدی طالب علم تھے۔ ان کو تو افریقن ہونے کی وجہ سے کہیں جگہ مل گئی اور وہ چلے گئے اور ہمارا سامان بھی ساتھ لے گئے اور ہم وہیں گاؤں کے باہر جنگل میں پھر رہے تھے۔ بعض لبنانی تاجروں کے ساتھ رابطہ ہوا جن کی دکانیں وہیں دریا کے کنارے پر تھیں۔ بہر حال ایک لبنانی مسلمان جو تھا اس سے ہم نے کچھ عربی میں باتیں کیں، ہماری عربی سے متأثر ہوا اور اپنے ساتھ لے گیا اور وہاں تبلیغ شروع ہو گئی۔ اور اس نے پھر زور دے کے ہمیں رات کا کھانا بھی کھلایا۔ لیکن رات کو ہم دس بجے لٹریچر وغیرہ کا ان سے وعدہ کر کے وہاں سے اٹھ کر آ گئے۔ نہ اس نے پوچھا، نہ ہم نے بتایا کہ ہمارے پاس تو رات کو ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں۔ رات ہم پھر دریا کے کنارے آ کر بیٹھ گئے اور وہ سارا علاقہ زہریلے سانپوں اور جنگلی جانوروں سے بھرا پڑا ہے۔ دریا کے کنارے مگرمچھ ہیں وہ بھی حملے کرتے رہتے تھے۔ اکثر وارداتیں ان کی ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن اللہ نے اپنا فضل کیا۔ ان کو ہر جانور کے حملے سے محفوظ رکھا۔ ایسی حالت میں اب نیند تو آ نہیں سکتی تھی تو یہ لوگ گاؤں کے باہر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتے رہے۔ پھر کہتے ہیں کہ آدھی رات کو دریا کے کنارے ہم ریت پر بیٹھ گئے۔ قرآنِ کریم کے جو حصے ہمیں یاد تھے ایک دوسرے کو سنانے لگ گئے۔ پھر آیات کی تفسیر میں باتیں ہوتی رہیں۔ بہر حال یہ دینی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر کچھ رات گزری تو حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب نے ایک لمبی پُرسوز دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ اس گاؤں والوں کو ہدایت دے اور اسلام کی اور احمدیت کی ترقی اور اپنے نیک مقاصد کے لئے دعائیں کیں۔ پھر اس کے بعد ٹہلنا شروع کیا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ تین بجے کے قریب ہم لوگ اٹھے اور گاؤں میں گئے کہ مسجد میں جا کر تہجد کی نماز پڑھیں۔ جب مسجد میں داخل ہوئے ہیں تو مسلمان کہلانے والوں کی مسجد کا یہ حال تھا کہ ایک دَم اندھیرے میں عجیب قسم کی آوازیں آنا شروع ہوئیں اور تھوڑی دیر بعد وہاں مسجد سے

بکریوں کا ریوڑ باہر نکلا۔ مسجد میں گند ڈالا ہوا تھا۔ کہتے ہیں ہم نے مسجد صاف کی اور پھر صفیں بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی۔ فجر کی نماز کا وقت ہوا۔ پھر ہم دونوں نے باری باری اذان دی۔ اور اذان دینے سے لوگ ہماری طرف آنا شروع ہوئے، غیر مسلم بھی آنا شروع ہوئے۔ ان کے جو بڑے مسلمان لیڈر تھے وہ اس لئے آ گئے کہ کہیں یہ نہ ہو کہ رات کو کسی نے جگہ دے دی ہو اور انہوں نے ہماری مسجد پر قبضہ کر لیا ہو۔ خیر اس کے بعد ہم نے نماز پڑھی۔ وہ ہمیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے اور انہوں نے کہا فرق تو کوئی نہیں ہے۔ یہ تو غلط مشہور ہوا ہے کہ ان کی اذان کا فرق ہے اور یا نماز میں فرق ہے۔ سوائے نماز کے اس فرق کے کہ احمدی نماز ہاتھ باندھ کر پڑھ رہے تھے اور ان میں سے اکثریت کیونکہ وہاں مالکیوں کی ہے وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں تو صرف یہ فرق ہے۔ بہر حال اتنا سا تعارف ہوا اور گاؤں والوں نے کوئی پذیرائی نہیں کی۔ مخالفت تو کم نہیں ہوئی۔ یہ شکر ہے کہ انہوں نے ان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا نہیں اور نماز پڑھ کے پھر یہ لوگ واپس آ گئے۔ (روح پرور یادیں از مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری صفحہ 230-226) تو ایسے حالات سے بھی گزرے۔ لیکن بعد میں پھر اللہ تعالیٰ نے احمدیت کا وہاں نفوذ کیا اور احمدیت ان علاقوں میں پھیلی۔ تو یہ تَفَقُّہ فِی الدِّیْن کا حقیقی اور عملی اظہار ہے جو ہمارے مبلغین نے کیا۔

پس ایک واقفِ زندگی کو اپنی خواہشات کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ شدائد سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا آج بھی بعض جگہ یہ نمونے ہمیں نظر آتے ہیں اور دیکھے ہیں۔ لیکن ہمارے نئے شامل ہونے والے مربیان بھی، مبلغین بھی اور واقفینِ نَو کو بھی ان باتوں کو سامنے رکھ کر اپنے میدان میں بھی اور تعلیم کے دوران بھی اس طرح کام کرنا چاہئے اور اس سوچ کے ساتھ اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے کہ یہ جذبہ ہے جو ہم نے لے کر میدانِ عمل میں جانا ہے۔

میرے سامنے جامعہ کے بہت سارے طلباء بیٹھے ہوئے ہیں۔ ابھی سے ہی یہ سوچنا شروع کر دیں کہ اس کے بغیر ہم دین کو پھیلا نہیں سکتے۔ اور اگر یہ نہیں ہو گا تو پھر میدانِ عمل میں سوائے گھبرا جانے کے اور کچھ نہیں ہو گا۔ اور بعض تو بدقسمتی سے یہ سن کر ہی کہ بعض دفعہ ان کی ٹرانسفر کی گئی تو وقف ختم کر دیا اور وقف سے پیچھے ہٹ گئے۔ اس لئے ابھی سے اپنے آپ کو تیار کریں کہ ہمیں یہ سب قسم کی سختیاں برداشت کرنی ہیں۔ اور جامعہ میں پڑھنے والوں سے میں خاص طور پر یہ کہہ رہا ہوں کہ ابھی سے ان سختیوں کے بارے میں سوچ لیں۔

آج کل واقفینِ نَو میں سے ایک بڑی تعداد (تعداد کے لحاظ سے تو ایک اچھی تعداد ہے لیکن واقفین نو کی نسبت کے لحاظ سے نہیں) جو مختلف ملکوں کے جامعہ احمدیہ میں پڑھ رہی ہے انہیں ہمیشہ پہلے اپنے والدین کے عہد کو، پھر اپنے عہد کو اور اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی توقعات کو سامنے رکھنا چاہئے، اور ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ یہ وفا کا مظاہرہ ہے جو ہر واقفِ زندگی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ مربی اور مبلغ کا ایک وقار ہے جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا، اس لئے عاجزی دکھائیں۔ بیشک عاجزی تو مبلغ کے لئے ضروری ہے لیکن وقار کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ اپنی ضرورت، اپنی خواہش کا اظہار کسی کے سامنے نہ کریں۔ جیسا کہ حضرت مولوی صاحب نے بھی نصیحت کی ہے کہ اپنی ضروریات کو ہمیشہ خدا کے سامنے پیش کرو۔ اور یہ میرا اپنا ذاتی تجربہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ضروریات پوری کرتا ہے۔ گھانا میں میدان میں رہا ہوں۔ بڑے مشکل حالات تھے۔ جو مانگنا ہے خدا تعالیٰ سے مانگیں۔ تنگی ترشی برداشت کر لیں، لیکن اپنے وقار کو کبھی نہ گرائیں۔ اور یہ باتیں صرف نئے آنے والوں کو نہیں کہہ رہا بلکہ پرانوں کو بھی جو میدانِ عمل میں ہیں انہیں بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ بعض دفعہ بھول جاتے ہیں یا بعض دفعہ دنیاداروں کو دیکھ کر خواہشات بڑھ جاتی ہیں۔ ہر مربی جماعت کی نظر میں، مرکز کی نظر میں، افرادِ جماعت کی نظر میں خلیفۂ وقت کا نمائندہ ہے۔ پس کوئی ایسی حرکت نہیں ہونی چاہئے جس سے اس نمائندگی پر حرف آتا ہو۔ بعض دفعہ بیوی بچوں کی وجہ سے مجبور ہو کر بعض ضروریات کا اظہار ہو جاتا ہے۔ جماعت اپنے وسائل کے لحاظ سے حتی الامکان واقفِ زندگی کو سہولت دینے کی کوشش کرتی ہے اور کرنی چاہئے۔ لیکن جس طرح دنیا میں معاشی بدحالی بڑھ رہی ہے، غریب ممالک میں خاص طور پر برا حال ہو جاتا ہے۔ باوجود کوشش کے مہنگائی کا مقابلہ مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن ایک مربی کا ایک واقفِ زندگی کا وقار اسی میں ہے کہ کسی کے سامنے اپنی مشکلات کا ذکر نہ کرے۔ جو رونا ہے خدا تعالیٰ کے آگے روئیں، اس سے مانگیں۔ میں نے پہلے بزرگوں کی جو مثالیں دی ہیں، آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی قربانیاں موجود ہیں۔ لیکن بعض بے صبرے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا وقف بھی توڑ جاتے ہیں۔ دوسروں کو دیکھ کر جب اپنی خواہشات کو پھیلایا جائے تو پھر یہ حال ہو جاتا ہے۔ اس سے مشکلات مزید بڑھتی ہیں۔ جب آپ اپنے ہاتھ، خواہشات کو دوسروں پر نظر رکھتے ہوئے پھیلاتے ہیں تو یا وقف توڑ دیں گے یا پھر مقروض ہو جائیں گے۔ پس اپنی چادر میں رہنا ہی ایک واقفِ زندگی کا کام ہے۔ اور اس حوالے سے مَیں واقفینِ زندگی کی بیویوں کو بھی یہ کہوں گا کہ وہ بھی اپنے اندر قناعت پیدا کریں اور اپنے خاوندوں سے کوئی ایسا مطالبہ نہ کریں جو پورا نہ ہو اور واقفِ زندگی کو ابتلا میں ڈال دے۔

پس جس عظیم کام کے لئے اور جس عظیم مجاہدے کے لئے واقفینِ زندگی خاص طور پر مبلغین اور مربیان نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے، ان کی بیویوں کا بھی کام ہے کہ اس کام میں، اس مجاہدے میں ان کی معاون بنیں۔

ایک مبلغ اور مربی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے۔ مدرسہ احمدیہ کے اجراء کے وقت آپ نے فرمایا کہ "یہ مدرسہ اشاعتِ اسلام کا ایک ذریعہ بنے اور اس سے ایسے عالم اور زندگی وقف کرنے والے لڑکے نکلیں جو دنیا کی نوکریوں اور مقاصد کو چھوڑ کر خدمتِ دین کو اختیار کریں............ جو عربی اور دینیات میں توغل رکھتے ہوں"۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ نمبر 618 جدید ایڈیشن)

یعنی علوم حاصل کرنے اور سمجھنے کی ان میں ایک لگن ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مربیان مبلغین کو ان باتوں کو سامنے رکھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واقفینِ نَو کے سلسلہ میں بعض انتظامی باتیں بھی ہیں جو کہنا چاہتا ہوں۔ واقفینِ نو کی ایک بڑی تعداد ایسے لڑکوں اور لڑکیوں پر مشتمل ہے جو دینی علم حاصل کرنے کے لئے جامعہ میں داخل نہیں ہوتے اور مختلف میدانوں میں جاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی تعداد ہے۔ جماعت کو ایسے واقفین کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو مختلف فیلڈز (Fields) میں جائیں اور جماعت کی خدمت کریں۔ اس لئے پڑھائی کی ہر سٹیج پر واقفینِ نَو کو مرکز سے مشورہ کرنا چاہئے کہ اب یہاں پہنچ گئے ہیں ہم آگے کیا کریں۔ اب ہمارا یہ یہ ارادہ ہے۔ کیا کرنا چاہئے؟ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساڑھے چودہ ہزار واقفینِ نو بچے بچیاں ہیں جو پندرہ سال سے اوپر ہو چکے ہیں۔ کل تعداد تو چالیس ہزار ہے۔ ایک تو اس عمر میں ان کو خود اپنے وقف کے فارم پُر کرنے چاہئیں کہ وہ وقف قائم رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ یہ ہوش کی عمر ہے۔ سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کریں کہ وقف کو قائم رکھنا ہے یا پھر وقف نہیں کرنا۔ پہلے ماں باپ نے وقف کیا تھا اب واقفِ زندگی بچے نے، وقفِ نو بچے نے خود کرنا ہے۔ اگر وقف قائم رکھنا ہے تو مرکز کو اطلاع ہونی ضروری ہے اور پھر رہنمائی بھی لیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ہم جامعہ میں تو نہیں جا رہے، یہ یہ ہمارے شوق ہیں۔ تعلیم میں ہمیں یہ دلچسپی ہے تو آپ ہماری رہنمائی کریں کہ ہم کونسی تعلیم حاصل کریں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا بے شک اپنے شوق بتائیں، اپنی دلچسپی بتائیں لیکن اطلاع کرنا ضروری ہے۔ اور مختلف وقتوں میں پھر ان کی رہنمائی ہوتی رہے گی۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ سیکرٹریانِ وقفِ نَو کو بھی فعال ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اگر یہ فعال ہوں گے تو پھر متعلقہ جماعتوں کے اپنے واقفینِ نو بچوں سے معلومات لے کر مرکز کو اطلاع بھی کریں گے اور پھر مرکز یہ بتائے گا کہ کیا کام کرنا ہے، کیا نہیں کرنا۔ یا کیا آگے پڑھنا ہے یا پڑھائی مکمل کرنے کے بعد مرکز میں اپنی خدمات پیش کرنی ہیں۔ خود ہی فیصلہ کرنا واقفِ نو کا کام نہیں ہے، نہ ان کے والدین کا۔ اگر خود فیصلہ کرنا ہے تو پھر بھی بتا دیں کہ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے اور اب میں وقفِ نو میں رہنا نہیں چاہتا تا کہ اس کو وقفِ نو کی فہرست سے خارج کر دیا جائے۔ گوکہ اب تک یہی ہدایت ہے کہ پندرہ سال کے بعد جب اپنا وقف کا فارم فِل (Fill) کر دیا تو پھر واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ لیکن اب میں یہ راستہ بھی کھول دیتا ہوں۔ تعلیم مکمل کر کے دوبارہ لکھیں۔ اور یہ لکھوانا بھی سیکرٹریانِ وقفِ نو کا کام ہے اور اس کی مرکز میں باقاعدہ اطلاع ہونی چاہئے کہ ہم نے یہ تعلیم مکمل کر لی ہے اور اب ہم اپنا وقف جاری رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں رکھنا چاہتے۔

پندرہ سال سے اوپر کی جو تعداد ہے اس کا تقریباً دس فیصد یعنی چودہ سو چھبیس کے قریب مختلف ممالک کے جامعہ احمدیہ میں واقفینِ نو پڑھ رہے ہیں۔ یعنی نوّے فیصد اپنی دوسری تعلیم حاصل کر رہے ہیں جو مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہے ہیں یا پڑھائیاں چھوڑ بیٹھے ہیں یا کوئی پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس بارہ میں بھی باقاعدہ رپورٹ تیار ہونی چاہئے۔ میرا نہیں خیال کہ نوے فیصد کے بارے میں مرکز کو باقاعدہ آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ واقفینِ نو بچے کیا کر رہے ہیں۔ ان کی رپورٹ تیار ہو۔ سیکرٹریانِ وقفِ نو سے مَیں کہہ رہا ہوں اور یہ رپورٹ مرکز میں بھجوائیں۔

اسی طرح واقفینِ نو کے لئے، چاہے وہ جامعہ میں پڑھ رہے ہیں یا نہیں پڑھ رہے اور کوئی دنیاوی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، دینی تعلیم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اور ان کے لئے سلیبس بنایا گیا ہے۔ پہلے پندرہ سال کے بچوں تک کے لئے تھا۔ اب انیس سال تک کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کو پڑھنا اور اس کا امتحان دینا بھی ضروری ہے۔ اور یہ انیس سال والا بیس سال تک بھی extend کیا جا سکتا ہے۔ تو اس میں شامل ہونا اور اس میں واقفینِ نو کے سیکرٹریان کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ سو فیصد شمولیت ہو، یہ بھی ضروری ہے۔ اور پھر ان کے نتائج مرکز میں بھجوائے جائیں۔

مختلف اوقات میں یہاں مرکز سے بھی شعبہ وقفِ نو سے ہدایات جاتی رہتی ہیں۔ ان کے بارہ میں بعض جماعتیں بلکہ اکثر جماعتیں جواب ہی نہیں دیتیں۔ ان کی یاددہانی کے لئے گوکہ بعض باتیں پہلے بھی آ گئی ہیں لیکن جو سرکلر جاتے ہیں وہ مَیں دوبارہ آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ مثلاً ایک ہدایت یہ ہے کہ وقفِ نَو میں شمولیت کے لئے لازمی ہے کہ ولادت سے قبل والدین خود تحریری طور پر خلیفہ وقت کو درخواست دیں اور بعض دفعہ بعض لوگ بعد میں، پیدائش کے بعد درخواستیں بھیجتے ہیں کہ ہمیں بھول گیا تھا یا فلاں مجبوری ہو گئی تھی۔ تو یہ ٹھیک نہیں۔ شروع میں درخواست دینی ضروری ہے۔ اور انہی کا وقف قبول کیا جاتا ہے جو پہلے درخواست دیتے ہیں۔ اور یہی پہلے دن سے وقفِ نو کے شعبے کا اصول رہا ہے۔ یہاں صرف ایک بات کی مَیں وضاحت کر دوں کہ لوگ

خط لکھتے ہیں، وقفِ نَو میں درخواست دیتے ہیں، اس میں اپنے بعض دوسرے مسائل بھی لکھ دیتے ہیں اور کیونکہ یہ شعبے جنہوں نے جواب دینے ہیں مختلف ہیں۔ وقفِ نَو کا جواب وقفِ نَو کا شعبہ دے گا۔ خط کے باقی حصے کا جواب دوسرے حصے نے دینا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ عورتیں اور مرد جو اپنے بچوں کے لئے وقفِ نو کے لئے لکھتے ہیں، اگر انہوں نے اپنے خطوط میں دوسرے مسائل لکھنے ہوں تو وہ دوسرے خط میں علیحدہ لکھا کریں۔

پھر یہ ہے کہ وقفِ نو بچے بچی کے جو والدین ہیں وہ خود درخواست کریں۔ ان کے رشتے داروں کی درخواستیں جو ہیں وہ منظور نہیں ہوں گی۔ دعا تو آپ نے اپنے بچوں کو وقف کرنے کے لئے کرنی ہے، اس لئے درخواست بھی خود دینی ہوگی۔ کیونکہ تربیت اور تعلیم اور دعا سب آپ کی ذمہ داری ہے۔

اور پھر یہ ہے کہ بعض علاقوں میں افریقہ وغیرہ میں جہاں بعض دفعہ پوری طرح ہدایات پر عمل نہیں ہوتا۔ اول تو ان کا اپنے رجسٹروں میں ویسے نام لکھ لیا جاتا ہے کہ جی بچہ پیدا ہوا اس نے کہا وقفِ نو میں شامل کرلو، وقفِ نو ہوگیا۔ جب تک مرکز کی طرف سے کسی کو وقفِ نو میں شامل ہونے کی کلیئرنس نہیں ملتی، کوئی بچہ وقفِ نو میں شامل نہیں ہوسکتا۔ اور پیدائش کے بعد تو سوال ہی نہیں۔ اور اسی طرح جو گود میں لینے والے بچے ہیں، اگر وہ اپنے عزیز رشتے داروں کے ہیں تو اس کی بھی ولادت کے وقت سے پہلے اطلاع ہونی چاہئے کہ بچہ وقفِ نو میں شامل کرنا ہے۔ اور بے شک گود آپ نے لیا ہو کسی بھی زید یا بکر نے۔ لیکن ولدیت میں اسی کا نام لکھا جائے گا جس کا وہ حقیقی بچہ ہے۔

پھر پیدائش کے بعد یہ بھی لازمی ہے کہ والدین مرکزی ریکارڈ میں بچے کا اندراج کروائیں اور حوالہ نمبر درج کریں۔ والدین بعض دفعہ لمبا عرصہ اندراج نہیں کرواتے اور اس کے بعد پھر یاددہانی کے باوجود اندراج نہیں کرواتے اور پھر کئی سالوں کے بعد یہ شکایتیں لے کر آجاتے ہیں کہ ہمارے بچے کا ریکارڈ نہیں ہے۔ تو یہ ذمہ داری بھی والدین کی ہے۔

اسی طرح جب بچے پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو مقامی اور نیشنل سیکرٹریانِ وقفِ نو ان کے وقف کی تجدید کروائیں۔ پہلے بھی میں بتا چکا ہوں، بلکہ اب مَیں نے کہا ہے کہ جو یونیورسٹیوں، کالجوں میں پڑھ رہے ہیں وہ پڑھائی مکمل کرنے کے بعد بھی تجدید کریں۔ کیونکہ اب اس ریکارڈ کو بہت زیادہ اَپ ڈیٹ کرنے کی ضرورت ہے اور اس کو باقاعدہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر ہم آگے اپنی جو بھی سکیم ہے جماعت کی ضروریات ہیں ان کا اندازہ ہی نہیں کرسکتے۔ اور نہ ہی ہمیں ان کا یہ پتہ لگ سکتا ہے کہ ہمیں کس کس شعبے میں کتنے لوگوں کی اب ضرورت ہے۔ بعض دفعہ والدین کے لئے ایک بڑے صدمے والی بات ہوتی ہے کہ بچہ معذور پیدا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں بھی وقفِ نو میں تو شامل نہیں ہوتا گو یہ والدین کے لئے دہرا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی اور بہتر صورت کرے یا ایسے والدین کو نعم البدل اولاد عطا کرے۔

پھر اسی طرح ایسے والدین جن کو کسی وجہ سے اخراج از جماعت کی تعزیر ہوجاتی ہے (عموماً یہی ہوتا ہے کہ جماعت کی بات نہیں مانی یا کسی فیصلہ یا جماعتی روایات پر عمل نہیں کیا) تو ان کے بچوں کا نام بھی اس لئے فہرست میں سے خارج کردیا جاتا ہے کہ جو والدین خود اپنے آپ کو اس معیار پر نہیں رکھنے والے کہ جہاں جماعت کی پوری اطاعت اور نظامِ جماعت کا احترام ہو تو وہ اپنے بچوں کی کیا تربیت کریں گے۔ اس لئے سیکرٹریانِ وقفِ نو بھی یہ نوٹ کرلیں کہ اگر ایسی کوئی بات ہو، کسی کے بارے میں کوئی تعزیر ہو تو ایسے لوگوں کی بھی فوراً مرکز میں اطلاع کریں۔ یہ سیکرٹریانِ وقفِ نو کا کام ہے۔

اور اسی طرح یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یونیورسٹیوں میں پڑھنا چاہیں تو بتادیں اور پہلے اجازت لے لیں۔ اور جو یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرچکے ہوں اور اپنا وقف میں رہنا بھی confirm کیا ہوا ہو تو ان کے لئے بھی لازمی ہے کہ وقتاً فوقتاً جماعت سے رابطہ رکھیں کہ اب ہم کام کررہے ہیں۔ کام کرنے کا عرصہ اتنا ہوگیا ہے۔ فی الحال اکثریت کو اجازت دی جاتی ہے کہ اپنے کام جاری رکھو۔ جب جماعت کو ضرورت ہوگی بلالے گی۔ لیکن ان کا کام یہ ہے کہ ہر سال اس کی اطلاع دیتے رہیں۔ اسی طرح جو دوسرے پیشے کے لوگ ہیں جو اعلیٰ تعلیم تو حاصل نہیں کرسکے لیکن دوسرے پیشوں میں، مختلف قسم کے سکلز (Skills) ہیں، پروفیشنز (Professions) ہیں، ان میں چلے گئے ہیں تو ان کو بھی اپنی ٹریننگ یا ڈپلومہ وغیرہ مکمل کرنے کے بعد اطلاع کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب واقفینِ نو اور تمام واقفاتِ نو کو جماعت کے لئے بھی مفید وجود بنائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان لوگوں کی جو جماعت کی امانت ہیں، جو قوم کی امانت ہیں، احسن رنگ میں تربیت بھی کرسکیں اور جماعت کے لئے ایک مفید وجود بنانے میں ان کی مدد بھی کرنے والے ہوں۔ ☆

کتاب ''معبودِ حقیقی'' دستیاب ہے

مکرم مولانا محمد حفیظ صاحب بقاپوری مرحوم درویش قادیان سابق ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان وایڈیٹر بدر قادیان کا مقالہ ''معبود حقیقی یعنی ہمارا تمہارا خدا'' آپ کے بیٹے مکرم عبدالباسط قمر بقاپوری صاحب آف قادیان حال مقیم کینیڈا نے 440 صفحات پر مشتمل نہایت عمدہ خوب صورت کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ہندوستان میں مندرجہ ذیل پتہ پر دستیاب ہے:۔

Unitech Publication Qadian, Distt. Gurdaspur, Punjab INDIA
(M) +0091-9872341117, +0091-9815617814
www.unitechpublications.in , khursheedkhadim@yahoo.co.in

کامل اور مکمل شریعت کھلانے کی مستحق کتاب
صرف قرآن مجید ھے

''قرآن شریف میں کوئی دکھا تو دے کہ کوئی ایسا حکم بھی دیا گیا ہو جس پر عمل کرنا انسانی طاقت سے بالاتر ہو یا کوئی ایسا حکم بھی ہو جس کے کرنے سے کوئی قباحت لازم آتی ہو۔ یا نظام دین میں فساد کا اندیشہ ہو۔ کیا ایسی ایک کتاب جس میں ایسے احکام داخل ہیں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں یا ان کے کرنے سے کوئی قباحت لازم آتی ہے اور نظام عالم درہم برہم ہوجاتا ہے، کبھی اس خدا کی طرف منسوب ہوسکتی ہے جو خالق فطرت اور منتظم نظام دین اور قویٰ انسانی کے پورے اندازے جاننے والا ہے اور کیا وہ کتاب کامل اور مکمل شریعت کہلانے کی مستحق ہوسکتی ہے؟''

(ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۴۰۳-۴۰۲)

قرآن شریف کی عِلل اربعه

''الم ۔ ذالک الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین ۔ میں اللہ جو بہت جاننے والا ہوں۔ یہ کتاب جو شک وشبہ اور ہر عیب و نقص سے پاک ہے متقیوں کی ہدایت کے لئے بھیجی گئی ہے۔

ہر شَے کی چار علتیں ہوتی ہیں۔ یہاں بھی ان عِلل اربعہ کو بیان کیا ہے۔ اور وہ علل اربعہ یہ ہوتی ہیں۔ علّت فاعلی، علّت صوری، علّت مادی، علّت غائی۔ اس مقام پر قرآن شریف کی چار علّتوں کا ذکر کیا۔

علّت فاعلی تو اس کتاب کی الم ہے۔ اور الم کے معنے میرے نزدیک انا اللہ اعلم یعنی میں اللہ وہ ہوں جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ اور علّت مادی ذالک الکتاب ہے۔ یعنی یہ کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے جو سب سے زیادہ علم رکھتا ہے: اور علّت صوری لاریب فیه ہے۔ یعنی اس کتاب کی خوبی اور کمال یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ ہی نہیں۔ جو بات ہے مستحکم اور جو دعویٰ ہے وہ مدلل اور روشن۔ اور علّت غائی اس کتاب کی هدی للمتقین ہے۔ یعنی اس کتاب کے نزول کی غرض وغایت یہ ہے کہ متقیوں کو ہدایت کرتی ہے۔'' (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۳۰۶-۳۰۷)

محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں

الفضل جیولرز
چوک یادگار حضرت اماں جان ربوہ
فون 047-6213649

الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ

کاشف جیولرز
گولبازار ربوہ
047-6215747

نونیت جیولرز
NAVNEET JEWELLERS
الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ
Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments
الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ، کی دیدہ زیب انگوٹھیاں اور لاکٹ وغیرہ
احمدی احباب کیلئے خاص
خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

AEM
M/S ALLIA EARTH MOVERS
(EARTH MOVING CONTRACTOR)

Volvo-290, 210, L&T Komatsu PC-300,200.
Tata Hitachi, Ex 200, Ex 70, JCB, Dozer, etc. on Hire basis
Kusambi, Sungra, Salipur, Cuttack - 754221
Tel.: 0671 - 2112266, Mob: 9437078266/ 9437032266/ 9438332026/943738063

ارشاد نبویؐ
اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن
(نماز دین کا ستون ہے)

طالب دُعا از: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
16 مینگو لین کلکتہ 70001
دکان: 2248-5222
2248-16522243-0794
رہائش:: 2237-0471, 2237-8468

خطبہ جمعہ

بعض برائیاں غیرمحسوس طریق پر انسان کو اپنے دامن میں گرفتار کر لیتی ہیں

ان میں سے ایک شرک بھی ہے۔بعض ظاہری شرک نہ سہی شرک خفی میں مبتلا ہیں

ایک احمدی مسلمان کا فرض ہے کہ اپنی حالتوں میں اور اپنے عملوں میں تبدیلی پیدا کریں

اپنی عبادتوں کو ایسا بنائیں کہ خدا تعالیٰ کی توحید ہماری عبادتوں میں بھی نظر آنے لگے

چلّوں اور وِرد و وظائف پر زور دینا اور اصل فرائض کو چھوڑ دینا، سنت کو چھوڑ دینا یہ غلط طریق کار ہے

معاشرے میں ان بدعات سے بچنے کے لئے جہاد کے رنگ میں کوشش کرنی چاہئے

ہر وہ کام چاہے وہ Fun ہی سمجھا جائے جس کی بنیاد شرک یا کسی بھی قسم کے نقصان کی صورت میں ہو اس سے احمدیوں کو بچنا چاہئے

عیسائیت میں یا مغربی ممالک میں رائج ہالووین (Halloween) کی رسم کی جڑیں مشرکانہ عقائد میں پیوستہ ہیں اور اس کے بہت سے مضرات ہیں۔احمدی مسلمانوں کو خصوصیت سے اس بد رسم سے بچنے کی تاکیدی نصیحت۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 29/اکتوبر 2010ء بمطابق 29/اخاء 1389 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَکَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ وَ مَنْ يُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِيْمًا ۔ (سورۃ النساء: 49)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ یقیناً اللہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ سب کچھ معاف کر دے گا جس کے لئے وہ چاہے۔اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ افتراء کیا ہے۔

جوں جوں انسان ایجادات کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب ہو رہا ہے۔ایک مُلک کی ایجاد سے دوسرے مُلک کے باشندے جو ہزاروں میل دُور رہتے ہیں وہ بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔آپس کے رابطوں نے جہاں ترقی کے راستے کھولے ہیں وہاں ایک دوسرے کی برائیاں بھی تیزی سے اپنائی جا رہی ہیں۔برائیوں میں یا لہو و لعب میں کیونکہ جاذبیت زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہ اپنی طرف زیادہ کھینچتی ہیں انسان انہیں اپنانے میں بڑی تیزی اور شدت دکھاتا ہے۔یعنی اختیار کرنے میں جلدی بھی ہوتی ہے اور بعض دفعہ جوش بھی پیدا ہو جاتا ہے۔اس وقت وہ بھول جاتا ہے کہ وہ کون ہے؟ کن روایات کا حامل ہے؟ کس معاشرے میں اس کی اٹھان ہوئی ہے؟ کس مذہب سے اس کا تعلق ہے؟ خدا تعالیٰ کو کیا پسند ہے اور کیا نہیں پسند؟ اگر مسلمان ہے تو خدا تعالیٰ نے اس کا مقصدِ پیدائش کیا بتایا ہے؟ غرض کہ بہت سی غلط باتیں ہیں جو دنیاداری میں پڑنے اور ماڈرن بننے کے شوق میں ایک اچھے بھلے مذہبی رجحان رکھنے والے سے بھی سرزد ہو جاتی ہیں۔حتیٰ کہ بعض احمدی بھی بعض باتیں معمولی سمجھ کر ان کو کرنے لگ جاتے ہیں جس کے انتہائی بدنتائج نکل سکتے ہیں۔

ان برائیوں میں سے جو غیرمحسوس طریقے سے انسان کو اپنے دام میں گرفتار کر لیتی ہیں ایک شرک ہے اور وہ ایسی برائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف برائی ہی نہیں بلکہ بہت بڑا ناقابلِ معافی گناہ ہے۔جیسا کہ ہم نے، یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی، اس میں دیکھا۔اللہ تعالیٰ کی توحید کے مقابل پر کسی بھی قسم کا چاہے وہ معمولی سا بھی اظہار ہے جس سے خدا تعالیٰ کی توحید پر حرف آتا ہو، اللہ تعالیٰ کو قابلِ قبول نہیں ہے۔پس ایک مسلمان جو توحید پر قائم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھتا ہے، اسے توحید کی باریکی کو سمجھتے ہوئے، شرک کی باریکی کو سمجھتے ہوئے اس ترقی یافتہ دنیا میں جہاں خدا تعالیٰ کی توحید کا ذرّہ برابر خیال نہیں رکھا جاتا، بڑا پُھونک پُھونک کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔اور خاص طور پر ہم احمدی مسلمانوں کو تو یہ ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ہم نے تو زمانے کے امام کی بیعت ہی اس شرط پر کی ہے، اور اس شرط کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلی شرط کے طور پر رکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو، شرک سے مجتنب رہے گا''۔

پس یہ احمدیت میں داخل ہونے کے لئے، حقیقی اسلام میں داخل ہونے کے لئے پہلا عہد ہے۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسلمان تو پہلے ہی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھتے ہیں۔گو وہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں لیکن احمدیت نے جہاں مسلمانوں کو حقیقی اسلام کی طرف لانا ہے وہاں غیرمسلموں کو، دوسرے مذاہب والوں کو بھی، لامذہبوں کو بھی حقیقی اسلام کی طرف لے کر آنا ہے۔اس لئے شرک کی جو شرط ہے وہ پہلی شرط ہے کہ شرک کبھی نہیں کرے گا۔لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا کلمہ جو ایک مسلمان پڑھتا ہے، گو بڑی شدت سے اور بڑے زور سے شرک کی نفی کرتا ہے۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے باوجود مسلمانوں میں اس شرک کا جو شرک خفی کہلاتا ہے، اتنا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔کہنے کو تو یہ بڑی آسان بات ہے کہ مسلمانوں میں سے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والوں کے لئے یہ کوئی بڑی شرط نہیں ہے۔لیکن اگر غور کریں تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مسلمانوں میں سے بھی بہت سے ایسے ہیں جو ظاہری شرک نہ سہی لیکن شرکِ خفی میں مبتلا ہیں۔قبروں کی پوجا اگر ایک طبقہ ماتھا ٹیک کر کرتا ہے، قبروں پر جا کر سجدے کرتے ہیں تو دوسرا جو اگرچہ سجدہ تو نہیں کرتا لیکن چڑھاوے چڑھا کر دل میں خفی شرک لئے ہوئے ہوتا ہے۔تیسرا اگر قبروں پر دعا کر رہا ہے تو دعا کرتے ہوئے بجائے خدا کے اس پیر فقیر سے جس کی قبر پر وہ دعا مانگ رہا ہوتا ہے، اُس سے مانگ رہا ہوتا ہے۔اور ایسے تو کئی واقعات ہیں کہ عورتیں کہتی ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ سے مانگا کہ ہمیں بیٹا دے تو بیٹا پیدا نہیں ہوا۔لیکن جب داتا دربار میں جا کر داتا صاحب سے مانگا تو بیٹا پیدا ہو گیا۔اور عورتیں کیونکہ اکثر ایمان میں بھی کمزور ہوتی ہیں اور عموماً مسلمانوں میں نمازوں اور عبادتوں کی طرف بھی رجحان نہیں رہا اس لئے عورتیں خاص طور پر اور مرد بھی عموماً ایسے واقعات ہونے پر خدا تعالیٰ پر ایمان میں کمزوری دکھاتے ہیں۔بعض دفعہ (ایمان) بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے۔لیکن حضرت داتا گنج بخش یا اور کسی پیر فقیر پر ان لوگوں کا خدا سے بڑھ کر ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔عورتیں اور مرد تقریباً یکساں اس میں شامل ہیں۔پانچ نمازیں تو ہر ایک کو ایک بوجھ لگتی ہیں۔اور آسان راستہ ان کے لئے یہی ہے کہ قبروں پر دعائیں کرنے اور منّتیں مانگنے سے اپنے مسائل حل کروالیں۔اور کیونکہ یہ سلسلہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں چل رہا ہے اس لئے خدا تعالیٰ پر ایمان آہستہ آہستہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔

پچھلے دنوں میں ایک ہندو کی ایک نظم نظر سے گزری۔اس کو مسلمانوں میں انہی بدعات کو دیکھتے ہوئے یہ جرأت پیدا ہوئی کہ اس نے ایک نظم لکھ دی کہ ہم ہندو جو ہیں دیوی دیوتاؤں کو پوجتے ہیں تو مسلمان بھی قبروں پر جاتے ہیں اور پیروں فقیروں کو سجدے کرتے ہیں، ان کے پجاری ہیں۔اس نے تو نعوذ باللہ یہاں تک کہہ دیا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا بنا دیتے ہو۔جو بہرحال ایک الزام ہے اور ایک حقیقی مومن پر انتہائی مکروہ الزام ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ تو کوئی توحید کا علم بردار تھا، نہ ہوسکتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ تو توحید کی تعلیم دینے والا کوئی تھا اور نہ ہوسکتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر توحید کا فہم و ادراک

حاصل کرتے ہوئے اپنے آپ پر اس توحید کو لاگو کرنے والا کوئی تھا، نہ ہو سکتا ہے۔ توحید کی حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کو ہر چیز پر فوقیت دینے والا ہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون اللہ تعالیٰ کو فوقیت دینے اور آپ کو حاصل کرنے میں بے چین ہو سکتا تھا۔ ان کی نبوت کے زمانہ سے پہلے کی تاریخ یہ گواہی دیتی ہے کہ گھنٹوں اور دنوں علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی ایک دعا ہے۔ یہ دعا ہی خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے دلی خواہش اور بے چینی کا پتہ دیتی ہے۔ آپؐ اپنے مولیٰ کے حضور بڑے بے چین ہو کر یہ عرض کرتے ہیں کہ:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ۔ اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِیْ فِیْمَا تُحِبُّ وَمَا ذَوَیْتَ عَنِّی مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ فَرَاغًا لِیْ فِیْمَا تُحِبُّ۔

کہ اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا کر اور اس کی محبت جس کی محبت مجھے تیرے حضور فائدہ دے۔ اے اللہ! جو میری پسندیدہ چیزیں ہیں مجھے عطا کر۔ انہیں میرے لئے تقویت کا ذریعہ بنا دے، اپنی محبت میں بڑھنے کا ذریعہ بنا دے، ایمان میں ترقی کا ذریعہ بنا دے۔ اور جو میری پیاری چیزیں مجھ سے علیحدہ کرے ان کے بدلے اپنی پسندیدہ چیزیں مجھے عطا کر۔

پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی محبت مانگتے ہیں تو اُس چیز کی جو خدا تعالیٰ کو پسند ہے اور دنیا کی ہر پسندیدہ چیز کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا اور عرض کے ساتھ مانگتے ہیں کہ یہ مجھے دین میں بھی بڑھائے اور خدا تعالیٰ کی محبت میں بھی بڑھائے۔ پس بعض لوگ جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم پیروں فقیروں کی قبروں پر اس لئے جاتے ہیں کہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کے پیارے تھے، اس کے بارہ میں بھی قرآن شریف میں آیا ہوا ہے، ان لوگوں کو تم استعمال کرتے ہو۔ بعض جو بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے بھی یہی بہانے ہوتے ہیں کہ یہ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے ہم اللہ تعالیٰ تک پہنچتے ہیں۔ یہ بالکل غلط نظریات ہیں۔ یہ دعا اگر وہ پیروں فقیروں کی قبروں پر جا کر کرتے ہیں، اگر وہ شرک سے پاک ہیں، اگر وہ حقیقت میں نیک تھے تو ان پیروں فقیروں کی زندگی پر غور کرتے ہوئے دعا کرنے والے کو یہ دعائیں خدا تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنانے والی ہونی چاہئیں۔ نہ یہ کہ وہ انہیں خدا تعالیٰ کے مقابل پر کھڑا کر کے یہ کہنے لگ جائیں کہ اس فقیر نے ہمیں اولاد دی تھی۔ اور اس وجہ سے پھر غیر مسلموں کو بھی اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع ملے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اعتراض کرنے کا موقع ملے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی تربیت کا اس قدر خیال تھا، قیامِ توحید کا اس قدر خیال فرماتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ معمولی ریاء بھی شرک ہے۔ عبادت میں بھی اگر تم ریاء کرتے ہو، نمازیں پڑھتے ہوئے بھی ریاء کرتے ہو تو یہ بھی شرک ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ شرک سے بچو۔ شرک تم میں چیونٹی کی آہٹ سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ یعنی چیونٹی کے پاؤں سے زمین پر جو نشان پڑ جاتے ہیں، اس سے بھی زیادہ باریک ہے۔ صحابہ نے اس پر عرض کیا کہ کس طرح بچیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھ کر کہا کہ یہ دعا پڑھا کرو کہ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا نَعْلَمُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا نَعْلَمُ۔ کہ اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ میں آتے ہیں کہ ہم تیرے ساتھ جانتے بوجھتے ہوئے شریک ٹھہرائیں۔ اور لاعلمی میں ایسا کرنے سے ہم تیری بخشش کے طلبگار ہیں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ، مسند ابوموسیٰ الاشعریؓ جلد 6 صفحہ 614-615۔ حدیث نمبر 19835۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیة۔ بیروت۔ ایڈیشن 1998ء)

پس آپ نے تو ایک مسلمان کو شرک سے بچنے کی ہمیشہ تلقین فرمائی ہے اور اس کے لئے یہی کہا اور ہمیشہ کہا کہ مَیں تو انسان ہوں۔ ایک عاجز انسان ہوں۔ کوئی آپؐ سے خوفزدہ ہو رہا ہے تو آپؐ فرماتے ہیں کہ مَیں تو ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں۔

خدا تعالیٰ نے بھی آپؐ سے یہی اعلان کروایا کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (الکھف:111) کہ مَیں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ اس لئے یہ بات تو بہرحال اس ہندو نے غلط لکھی کہ تم نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا بنا لیا۔ اگر ہم نے اپنے دیوی دیوتاؤں کو خدا بنایا ہوا ہے۔ یا کرشن وغیرہ کو انہوں نے خدا کا بڑا مقام دیا ہے تو کیا ہوا۔ لیکن یہ بات اس کی صحیح ہے کہ قبروں کو تم نے خدا کا مقام دے دیا ہے۔

پس مسلمانوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ توحید کے علمبرداروں پر شرک کا الزام لگ رہا ہے۔ اس الزام کو عام مسلمان تو دور نہیں کر سکتے لیکن ایک احمدی مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ اپنی حالتوں میں اور اپنے عملوں میں تبدیلی پیدا کریں۔ اپنی عبادتوں کو ایسا بنائیں کہ خدا تعالیٰ کی توحید ہماری عبادتوں میں نظر آنے لگے، ہمارے عملوں میں بھی نظر آنے لگے۔ دنیا کو بتائیں کہ قیامِ توحید کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی اب یہ قیامِ توحید ہو سکتا ہے۔ اور مسلمانوں کی بھی کیونکہ حالت بگڑ گئی ہے اس لئے اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور غلامِ صادق ہیں، کی جماعت میں ہی شامل ہو کر توحید کے قیام کا حقیقی رنگ میں حق ادا ہو سکتا ہے۔ پس جب یہ احمدی کی ذمہ داری ہے اور شرائطِ بیعت کی پہلی شرط بھی یہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کا مقصد بھی یہی ہے کہ اپنے آقا کی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے توحید کے قیام کی کوشش کریں تو پھر ہمیں کس قدر احتیاط سے ہر قسم کے باریک شرک سے بھی بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہمیں نصیحت کرتے ہوئے رسالہ الوصیت میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کیلئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دُعاؤں پر زور دینے سے''۔ (رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306-307)

پس یہ ایک احمدی کے فرائض میں داخل ہے کہ خدا تعالیٰ کے اس منشاء کو سمجھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سمجھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کو سمجھنے والے ہوں۔ زمانے کے امام کا معین و مددگار بنیں۔ اپنے ہر قول و فعل سے توحید کے قیام کی کوشش کریں۔ صرف مسلمانوں کو نہیں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو بھی توحید کے پیغام کے ذریعہ دینِ واحد پر جمع کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے جو طریق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمایا کہ تمہاری باتوں میں نرمی بھی ہو اور اخلاق کا عمدہ مظاہرہ بھی ہو۔ خود لوگ تمہارے اخلاق دیکھیں اور توجہ کریں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دعاؤں پر زور دو۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض بدعات جب رائج ہو جائیں تو اصل تعلیم سے دور لے جاتی ہیں۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی اصل تعلیم انسان بھول جاتا ہے اور یہ بدعات پھر بعض دفعہ، بعض دفعہ کیا اکثر دین کو بگاڑتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ پر کھڑا کر دیتی ہیں۔ تمام سابقہ دین اپنی اصلی حالت کو اس لئے کھو بیٹھے کہ ان میں نئی نئی بدعات زمانے کے ساتھ ساتھ راہ پاتی گئیں اور پھر ان کو دور کرنے کے لئے کوئی نہ آیا اور آنا بھی نہیں تھا۔ کیونکہ اسلام نے ہی تا قیامت اپنی اصل حالت میں قائم رہنا تھا۔ اور جس نے آنا تھا وہ آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جنہوں نے تمام قسم کی بدعات کو اور دین میں جو غلط رسم و رواج راہ پا گئے تھے ان کو حقیقی تعلیم کے ذریعہ سے دور فرمانا تھا۔ گو جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ یہ بدعات بھی بعض مسلمانوں میں غلط طور پر راہ پا گئی ہیں اور بعض بدعات ایسی ہیں اور غلط طرزِ عمل ایسے ہیں جن کی وجہ سے شرک بھی داخل ہو گیا ہے۔ نہ صرف مخفی شرک بلکہ ظاہری شرک بھی بعض جگہ ہمیں نظر آتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اس زمانہ کے امام کو بھیج کر اس شرک اور بدعت سے اسلام کو محفوظ کرنے کے سامان بہم پہنچا دیئے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ محفوظ رہے گا۔ یہی بدعات جو اسلام میں راہ پا گئی ہیں، مسلمانوں میں راہ پا گئی ہیں اور جو غلط طریقے جو ہیں ان کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''ہمارا طریق بعینہٖ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تھا۔ آج کل فقراء نے کئی بدعتیں نکال لی ہیں۔ یہ چلّے اور وِرد، وظائف جو انہوں نے رائج کر لئے ہیں ہمیں ناپسند ہیں۔ اصل طریقِ اسلام قرآنِ مجید کو تدبر سے پڑھنا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرنا اور نماز توجہ کے ساتھ پڑھنا، اور دعائیں توجہ اور انابتِ الی اللہ سے کرتے رہنا۔ بس نماز ہی ایسی چیز ہے جو معراج کے مراتب تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ ہے''۔ (یعنی نماز ہے تو سب کچھ ہے)۔

پس عام بدعات تو ایک طرف، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تو بعض وظائف وغیرہ کرنے اور ان وظائف پر زور دینے والوں کے عمل کو بھی بدعات کرنے والا قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے اصل چیز جو ہے وہ بھول جاتے ہیں۔ نماز جو اصل عبادت ہے وہ بھول جاتی ہے۔ وہ نماز بھول جاتے ہیں اور وِرد و وظائف پر زور شروع ہو جاتا ہے۔ اور پھر یہ بھی شیطانی عملوں میں سے ایک عمل بن جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا قصہ آتا ہے کہ ان کی ہمشیرہ جو بہت نیک تھیں، نمازیں پڑھنے والی، تہجد گزار، دوسرے نوافل پر زور دینے والی۔ انہوں نے بعض مجلسوں میں جا کر یا لوگوں سے متأثر ہو کر وِرد اور ذِکر اور وظائف کی طرف زیادہ توجہ دینی شروع کر دی۔ اس طرف زیادہ مائل ہو گئیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ جو دن کے نوافل تھے وہ چھوڑ دیئے۔ ان بزرگ کو شک پڑا تو انہوں نے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ جی مَیں زیادہ اب وِرد اور وظائف کر لیتی ہوں۔ انہوں نے سمجھایا کہ یہ غلط طریق ہے۔ لیکن بہرحال نہیں سمجھیں۔ انہوں نے کہا کہ مَیں ٹھیک کرتی ہوں۔ آہستہ آہستہ تہجد کی نماز پڑھنی بھی چھوڑ دی۔ اس کی جگہ بھی ذکر شروع ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو جو ذکر تم کر رہی ہو تمہیں شیطان ورغلا رہا ہے۔ اس لئے بچو۔ یہ کوئی خدا کا حکم نہیں ہے۔ اگر تم نے اس سے بچنا ہے تو تم لَاحَوْل پڑھا کرو، بچ جاؤ گی۔ کچھ عرصے بعد اس بزرگ خاتون نے دیکھا کہ فرض نمازوں کی طرف بھی میری بے رغبتی ہو رہی ہے تو پھر خود ان کو احساس پیدا ہوا۔ پھر انہوں نے شیطان سے بچنے کے لئے لَاحَوْل پڑھنا شروع کیا۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ۔ پھر آہستہ آہستہ ان کی نمازوں کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور وہ انہماک پیدا ہوا۔ پھر تہجد کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ پھر نوافل کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ تو بعض دفعہ انسان کو بعض باتوں کا پوری طرح علم نہیں ہوتا۔ وہ سمجھ لیتا ہے کہ مَیں بعض نیکیاں مَیں کر رہا ہوں ان کو کرنے کا بڑا فائدہ ہے۔ اور ذکر کرنے سے یا وِرد

وظائف کرنے سے بڑا مقام حاصل ہوسکتا ہے۔ گو یہ بڑی اچھی بات ہے، ذکر کرنا چاہئے۔ ذکرِ الٰہی سے زبان تر رکھنی چاہئے۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ نے فرائض بتائے ہیں وہ پورے کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے نوافل اور تہجد کی جو سنت قائم فرمائی اس کو کر کے ساتھ ساتھ یہ چیزیں ہوں تب ٹھیک ہے۔ لیکن صرف ایک چیز پر زور دینا اور اصل فرائض کو چھوڑ دینا، سنت کو چھوڑ دینا، یہ غلط طریق کار ہے۔

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ ھُو کی مجلسیں، ذکر اذکار کی مجلسیں بے شک بڑی پاکیزہ مجلسیں ہیں لیکن یہ جب ایک حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں تو پھر شیطان کی طرف لے جاتی ہیں۔ پس اصل نیکی وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جو توحید کے قیام کے لئے اہم ہے۔ پس بظاہر نیکی کرنے کی طرف توجہ دلانے والی باتیں جب بعض اوقات بدعات بن جاتی ہیں تو دوسری بدعات تو بہت زیادہ اثر ڈالتی ہیں۔ عام بدعات جو معاشرے پر اثر ڈالتی ہیں وہ تو ڈالتی ہی ہیں۔ لیکن یہ بظاہر نیکی کی طرف لے جانے والی جو بدعات ہیں یہ بھی انسان کو اصل فرائض سے محروم کر دیتی ہیں۔ اس لئے ایک احمدی کو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہئے۔ اپنے فرائض، نوافل، تہجد ضروری چیزیں ہیں جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے اور جن کی سنت ہمارے سامنے پیش فرمائی۔ اور پھر دعائیں اور ذکر اذکار ہیں۔ تب ایک انسان حقیقی مومن بننے کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ اس معاشرے میں ان بدعات سے بچنے کے لئے ایک احمدی کو جہاد کے رنگ میں کوشش کرنی چاہئے۔

جیسا کہ مَیں نے شروع میں کہا تھا کہ جدید ترقیات نے بعض برائیوں کو بھی پھیلانے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اور بغیر سوچے سمجھے بعض لوگ خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی ان باتوں میں ڈال دیتے ہیں جن کا علم ہی نہیں ہوتا کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی روح کیا ہے؟ بس دیکھا دیکھی معاشرے کے پیچھے چل کر وہ کام کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ اگر اُس دعا کی طرف توجہ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے کہ بعض باتیں جو لاعلمی میں ہو جاتی ہیں ان کے کرنے پر بھی اے اللہ ہمیں تیری بخشش چاہئے تو جب دعا نیک نیتی سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش ہوتی ہے تو پھر آئندہ انسان بعض برائیوں سے محفوظ بھی ہو جاتا ہے۔

بہرحال اس برائی کا جو آج کل مغرب میں ان دنوں میں بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور آئندہ چند دنوں میں منائی جانے والی ہے، اُس کا مَیں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ halloween کی ایک رسم ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ احمدی بھی بغیر سوچے سمجھے اپنے بچوں کو اس میں شامل ہونے کی اجازت دے دیتے ہیں، حالانکہ اگر اس کو گہرائی میں جا کر دیکھیں تو یہ عیسائیت میں آئی ہوئی ایک ایسی بدعت ہے جو شرک کے قریب کر دیتی ہے۔ چڑیلیں اور جِنّ اور شیطانی عمل، ان کو تو بائبل نے بھی روکا ہوا ہے۔ لیکن عیسائیت میں یہ راہ پا گئی ہیں کیونکہ عمل نہیں رہا۔ عموماً اس کو fun سمجھا جاتا ہے کہ بس جی بچوں کا شوق ہے پورا کر لیا۔ تو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر وہ کام چاہے وہ fun ہی سمجھا جائے جس کی بنیاد شرک یا کسی بھی قسم کے نقصان کی صورت میں ہو اس سے احمدیوں کو بچنا چاہئے۔ مجھے اس بات پر توجہ پیدا ہوئی جب ہماری ریسرچ ٹیم کی ایک انچارج نے بتایا کہ ان کی بیٹی نے ان سے کہا کہ halloween پر وہ اور تو کچھ نہیں کرے گی لیکن اتنی اجازت دے دیں کہ وہ لباس وغیرہ پہن کر، خاص costume پہن کے ذرا پھر لے۔ چھوٹی بچی ہے۔ انہوں نے اسے منع کر دیا۔ اور پھر جب ریسرچ کی اور اس کے بارہ میں مزید تحقیق کی تو بعض عجیب قسم کے حقائق سامنے آئے۔ تو مَیں نے انہیں کہا کہ مجھے بھی کچھ (حوالے) دے دیں۔ چنانچہ جو مَیں نے دیکھے۔ اس کا خلاصہ مَیں بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ اکثر بچے بچیاں مجھے سوال کرتے رہتے ہیں۔ خطوط میں پوچھتے رہتے ہیں کہ halloween میں شامل ہونے کا کیا نقصان ہے؟ ہمارے ماں باپ ہمیں شامل نہیں ہونے دیتے۔ جبکہ بعض دوسرے احمدی خاندانوں کے بچے اپنے والدین کی اجازت سے اس میں شامل ہو رہے ہوتے ہیں۔ تو بہرحال ان کو جو کچھ میرے علم میں تھا اس کے مطابق مَیں جواب تو یہی دیتا رہتا تھا کہ یہ ایک غلط اور مکروہ قسم کا کام ہے اور مَیں انہیں روک دیتا تھا۔ لیکن اب جو اس کی تاریخ سامنے آئی ہے تو ضروری ہے کہ احمدی بچے اس سے بچیں۔

عیسائیت میں یا کہہ لیں مغرب میں، یہ رسم یا یہ بدعت ایک آئرش اِزم کی وجہ سے آئی ہے۔ پرانے زمانے کے جو pagan تھے ان میں پرانی بدمذہبی کے زمانے کی رائج ہے۔ اس کی بنیاد شیطانی اور چڑیلوں کے نظریات پر ہے۔ اور مذہب اور گھروں کے تقدس کو یہ سارا نظریہ جو ہے یہ پامال کرتا ہے۔ چاہے جتنا بھی کہیں کہ یہ Fun ہے لیکن بنیاد اس کی غلط ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اس میں شرک بھی شامل ہے۔ کیونکہ اس کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ زندوں اور مردوں کے درمیان جو حدود ہیں وہ 31/اکتوبر کو ختم ہو جاتی ہیں۔ اور مردے زندوں کے لئے اس دن باہر نکل کے خطرناک ہو جاتے ہیں۔ اور زندوں کے لئے مسائل کھڑے کر دیتے ہیں۔ بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں اور اسی طرح کی اوٹ پٹانگ باتیں مشہور ہیں۔ اور پھر اس سے بچنے کے لئے جو ان کے نام نہاد جادوگر ہوتے ہیں ان جادوگروں کو بلایا جاتا ہے جو جانوروں اور فصلوں کی ان سے لے کر ایک خاص طریقے سے قربانی کرتے ہیں۔ bonfire بھی اسی نظریہ میں شامل ہے تا کہ ان مُردہ روحوں کو ان حرکتوں سے باز رکھا جائے۔ ان مُردوں کو خوفزدہ کر کے یا بعض قربانیاں دے کر ان کو خوش کر کے باز رکھا جائے۔ اور پھر یہ ہے کہ پھر اگر ڈرانا ہے تو اس کے لئے costume اور خاص قسم کے لباس وغیرہ بنائے گئے ہیں، ماسک وغیرہ پہنے جاتے ہیں۔ بہرحال بعد میں جیسا کہ مَیں نے کہا، جب عیسائیت پھیلی تو انہوں نے بھی اس رسم کو اپنا لیا۔ اور یہ بھی ان کے تہوار کے طور پر اس میں شامل کر لی گئی۔ کیتھولکس خاص طور پر (یہ رسم) زیادہ کرتے ہیں۔

اب یہ رسم عیسائیت کی وجہ سے اور پھر میڈیا کی وجہ سے، آپس کے تعلقات کی وجہ سے تقریباً تمام دنیا میں خاص طور پر مغرب میں، امریکہ میں، کینیڈا میں، یہاں UK میں، جاپان میں، نیوزی لینڈ میں، آسٹریلیا وغیرہ میں، یورپ کے بعض ملکوں میں پھیل چکی ہے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا یہ چھُپی ہوئی برائی ہے۔ جسے مغرب میں رہنے والے مسلمان بھی اختیار کر رہے ہیں۔ بچے مختلف لباس پہن کر گھر گھر جاتے ہیں۔ گھر والوں سے کچھ وصول کیا جاتا ہے تا کہ روحوں کو سکون پہنچایا جائے۔ گھر والے اگر ان مختلف قسم کے لباس پہنے ہوئے بچوں کو کچھ دے دیں تو مطلب یہ ہے کہ اب مردے اس گھر کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ ایک شرک ہے۔ بے شک آپ یہی کہیں کہ fun ہے، ایک تفریح ہے لیکن جو پیچھے نظریات ہیں وہ مشرکانہ ہیں۔ اور پھر یہ کہ ویسے بھی یہ ایک احمدی بچے کے وقار کے خلاف بات ہے کہ عجیب وغریب قسم کا حلیہ بنایا جائے اور پھر گھروں میں فقیروں کی طرح مانگتے پھریں۔ چاہے وہ یہی کہیں کہ ہم مانگنے جا رہے تھے یا چاکلیٹ لینے جا رہے تھے لیکن یہ مانگنا بھی غلط ہے۔ احمدی کا ایک وقار ہونا چاہئے اور اس وقار کو ہمیں بچپن سے ہی ذہنوں میں قائم کرنا چاہئے۔ اور پھر یہ چیزیں جو ہیں مذہب سے بھی دور لے جاتی ہیں۔ بہرحال جب یہ منایا جاتا ہے تو پیغام اس میں یہ ہے کہ چڑیلوں کا وجود، بدروحوں کا وجود، شیطان کی پوجا، مافوق الفطرت چیزوں پر عارضی طور پر جو یقین ہے وہ fun کے لئے کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ انتہائی غلط نظریہ ہے۔ پس یہ سب شیطانی چیزیں ہیں۔ اس سے ہمارے بچوں کو نہ صرف پرہیز کرنا چاہئے بلکہ سختی سے بچنا چاہئے۔ ماضی قریب تک دیہاتوں کے رہنے والے جو لوگ تھے وہ بچوں کو جو اس طرح ان کے دروازے پر مانگنے جایا کرتے تھے اس خیال سے بھی کچھ دے دیتے تھے کہ مُردہ روحیں ہمیں نقصان نہ پہنچائیں۔

بہرحال چونکہ بچے اور ان کے بعض بڑے بھی بچوں کی طرف سے پوچھتے رہتے ہیں۔ اس لئے مَیں بتا رہا ہوں کہ یہ ایک بدرسم ہے اور ایسی رسم ہے جو شرک کی طرف لے جانے والی ہے۔ پھر اس کی وجہ سے بچوں میں fun کے نام پر، تفریح کے نام پر غلط حرکتیں کرنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ ماں باپ ہمسایوں سے بداخلاقی سے پیش آتے ہیں۔ ماں باپ سے بھی اور ہمسایوں سے بھی اور اپنے ماحول سے بھی، اپنے بڑوں سے بھی بداخلاقی سے پیش آنے کا رجحان بھی اس وجہ سے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ یہ بھی ایک سروے ہے۔ حتی کہ دوسرے جرائم بھی اس لئے بڑھ رہے ہیں۔ اس قسم کی حرکتوں سے ان میں جرأت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ مغرب میں ہر برائی کو بچوں کے حقوق اور fun کے نام پر تحفظات مل جاتے ہیں، اجازت مل جاتی ہے اور مل رہی ہے لیکن اب خود ہی یہ لوگ اس کے خلاف آوازیں بھی اٹھانے لگ گئے ہیں۔ کیونکہ اس سے اخلاق برباد ہو رہے ہیں۔

پھر halloween کے خلاف کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے بچوں میں تفریح کے نام پر دوسروں کو ڈرانے اور خوفزدہ کرنے کی برائی جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ بڑھ رہی ہے اور جرائم بھی اس وجہ سے بڑھ رہے ہیں۔ ایک تو فلموں نے غلط تربیت کی ہے۔ پھر اگر عملی طور پر ایسی حرکتیں کرنے لگ جائیں اور ان کو تفریح کے نام پر بڑے encourage کرنا شروع کر دیں تو پورے معاشرے میں پھر بگاڑ ہی پیدا ہوگا اور کیا ہوسکتا ہے؟ اور پھر ہمارے لئے سب سے بڑی بات جیسا کہ مَیں نے کہا مُردوں کو خدا کے مقابل پر کھڑا کر کے ان کے کسی بھی غلط عمل سے محفوظ کرنے کا شیطانی طریق اختیار کیا گیا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل پر کھڑا کر کے ایک شرک قائم کیا جا رہا ہے یا بچوں کو تحفے تحائف دے کے ان کی روحوں کو خوش کیا جا رہا ہے۔ یا جادوگروں کے ذریعہ سے جادو کر کے ڈرایا جا رہا ہے۔ بہرحال یہ نہایت لغو اور بیہودہ تصور ہے۔

ایک مصنف ہیں ڈاکٹر گریس کیٹرمین، ایم ڈی، وہ اپنی کتاب You and your child's problems میں لکھتے ہیں کہ:

"A tragic, by-product of fear in the lives of children as early as preadolescence is the interest and involvement in super natural occult phenomena".

یعنی بچوں کی زندگی میں جوانی میں قدم رکھنے سے پہلے، اس عمر سے پہلے یا اس دوران میں خوف کی انتہائی مایوس کن حالت جو لاشعوری طور پر پیدا ہو رہی ہے وہ مافوق الفطرت چیزوں میں دلچسپی اور ملوث ہونے کی وجہ سے ہے۔ اب halloween کی وجہ سے جو بعض باتیں پیدا ہو رہی ہیں ان میں یہ باتیں صرف یہاں تک نہیں رکتیں کہ costume پہنے اور گھروں میں مانگنے چلے گئے بلکہ بعض بڑے بچے پھر زبردستی گھر والوں کو خوفزدہ کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اور دوسری باتوں میں، جرموں میں بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔ اور نَتِیْجَۃً پھر جہاں وہ معاشرے کو، ماحول کو ڈسٹرب کر رہے ہوتے ہیں اور نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں وہاں ماں باپ کے لئے بھی دردِسر بن جاتے ہیں اور اپنی زندگی بھی برباد کر لیتے ہیں۔ اس لئے مَیں پھر احمدیوں سے کہتا ہوں کہ ان باتوں سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔ احمدی بچوں اور بڑوں کا کام ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق بڑھائیں۔ جو ہمارا مقصد ہے اس کو پہچانیں۔ وہ باتیں کریں جن کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ مغربی معاشرے کا اثر اتنا اپنے اوپر نہ طاری کریں کہ بُرے بھلے کی تمیز ختم ہو جائے۔ خدا تعالیٰ سے تعلق اور اس کی ذات کی بڑائی کو بھی بھول جائیں۔ اور مخفی شرک میں مبتلا ہو جائیں اور اس کی وجہ سے پھر ظاہری شرک بھی ہونے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"انسان خدا کی پرستش کا دعویٰ کرتا ہے مگر کیا پرستش صرف بہت سے سجدوں اور رکوع اور قیام سے ہو سکتی ہے؟ یا بہت مرتبہ تسبیح کے دانے پھیرنے والے پرستارِ الٰہی کہلا سکتے ہیں؟ بلکہ پرستش اس سے ہو سکتی ہے جس کو خدا کی محبت اس درجہ پر اپنی طرف کھینچے کہ اس کا اپنا وجود درمیان سے اٹھ جائے۔ اوّل خدا کی ہستی پر پورا یقین ہو اور پھر خدا کے حسن و احسان پر پوری اطلاع ہو اور پھر اس سے محبت کا تعلق ایسا ہو کہ سوزشِ محبت ہر وقت سینہ میں موجود ہو اور یہ حالت ہر ایک دم چہرہ پر ظاہر ہو۔ اور خدا کی عظمت دل میں ایسی ہو کہ تمام دنیا اس کی ہستی کے آگے مُردہ متصور ہو اور ہر ایک خوف اسی کی ذات سے وابستہ ہو۔ اور اسی کی درد میں لذت ہو۔ اور اسی کی خلوت میں راحت ہو۔ اور اس کے بغیر دل کو کسی کے ساتھ قرار نہ ہو۔ اگر ایسی حالت ہو جائے تو اس کا نام پرستش ہے۔ مگر یہ حالت بجز خدا تعالیٰ کی خاص مدد کے کیونکر پیدا ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے یہ دعا سکھلائی اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن (الفاتحہ:5)۔ یعنی ہم تیری پرستش تو کرتے ہیں مگر کہاں حقِّ پرستش ادا کر سکتے ہیں جب تک تیری طرف سے خاص مدد نہ ہو۔ خدا کو اپنا حقیقی محبوب قرار دے کر اس کی پرستش کرنا یہی ولایت ہے جس سے آگے کوئی درجہ نہیں۔ مگر یہ درجہ بغیر اس کی مدد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حاصل ہونے کی یہ نشانی ہے کہ خدا کی عظمت دل میں بیٹھ جائے۔ خدا کی محبت دل میں بیٹھ جائے اور دل اسی پر توکل کرے اور اسی کو پسند کرے اور ہر ایک چیز پر اسی کو اختیار کرے۔ اور اپنی زندگی کا مقصد اسی کی یاد کو سمجھے۔ اور اگر ابراہیم کی طرح اپنے ہاتھ سے اپنی عزیز اولاد کے ذبح کرنے کا حکم ہو یا اپنے تئیں آگ میں ڈالنے کے لئے اشارہ ہو تو ایسے سخت احکام کو بھی محبت کے جوش سے بجا لائے اور رضا جوئی اپنے آقائے کریم میں اس حد تک کوشش کرے کہ اس کی اطاعت میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ یہ بہت تنگ دروازہ ہے اور یہ شربت بہت ہی تلخ شربت ہے۔ تھوڑے لوگ ہیں جو اس دروازہ میں سے داخل ہوتے اور اس شربت کو پیتے ہیں۔ زنا سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں اور کسی کو ناحق قتل نہ کرنا بڑا کام نہیں اور جھوٹی گواہی نہ دینا کوئی بڑا ہنر نہیں مگر ہر ایک چیز پر خدا کو اختیار کر لینا اور اس کے لئے سچی محبت اور سچے جوش سے دنیا کی تمام تلخیوں کو اختیار کرنا بلکہ اپنے ہاتھ سے تلخیاں پیدا کر لینا یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز صدیقوں کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے ادا کرنے کے لئے انسان مامور ہے اور جو شخص یہ عبادت بجا لاتا ہے تب تو اس کے اس فعل پر خدا کی طرف سے بھی ایک فعل مترتب ہوتا ہے جس کا نام انعام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یعنی یہ دعا سکھلاتا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحۃ:6-7)۔ یعنی اے ہمارے خدا! ہمیں اپنی سیدھی راہ دکھلا، ان لوگوں کی راہ جن پر تُو نے انعام کیا ہے اور اپنی خاص عنایات سے مخصوص فرمایا ہے۔ حضرتِ احدیت میں یہ قاعدہ ہے کہ جب خدمت مقبول ہو جاتی ہے تو اس پر ضرور کوئی انعام مترتب ہوتا ہے۔ چنانچہ خوارق اور نشان جن کی دوسرے لوگ نظیر پیش نہیں کر سکتے یہ بھی خدا تعالیٰ کے انعام ہیں جو خاص بندوں پر ہوتے ہیں"۔

(حقیقۃ الوحی ۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 54-55)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیان کردہ ان توقعات پر جو انہوں نے ہم سے رکھی ہیں پورا اترنے والے ہوں، اس پر کوشش کرنے والے ہوں، اپنی سی کوشش کرتے رہیں اور ہم کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ انشاء اللہ فضل ہی فرمائے گا۔ اللہ کرے۔ ☆☆☆

اوصافِ قرآن مجید

منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نُور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نُور کے ہوتے بھی دِل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پُتلا نکلا

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام

منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے عزیزو سنو کہ بے قرآں — حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں — ان پہ اُس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اِک عجیب اثر — کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر
جس کا ہے نام قادرِ اکبر — اس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
کُوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے — پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دل میں ہر وقت نور بھرتا ہے — سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اس کے اوصاف کیا کروں مَیں بیاں — وہ تو دیتا ہے جاں کو ادراک جاں
وہ تو چمکا ہے نیّرِ اکبر — اس سے انکار ہو سکے کیونکر
وہ ہمیں دلستاں تلک لایا — اس کے پانے سے یار کو پایا
بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام — عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اس کی یاد آتی ہے — یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے — دل سے غیر خدا اٹھاتی ہے
دردمندوں کی ہے دوا وہی ایک — ہے خدا سے خدا نما وہی ایک

ہم نے پایا خورِ ہُدیٰ وہی ایک
ہم نے دیکھا ہے دل رُبا وہی ایک

(از: براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۹۹-۳۰۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ مطبوعہ ۱۸۸۲ء)

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088 TIN : 21471503143

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers
جے کے جیولرز ۔ کشمیر جیولرز
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے
Phone No (S) 01872 -224074
(M) 98147-58900, 98145-59792
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com
Mfrs & Suppliers of :
Gold and Silver
Diamond Jewellery
(Lucky Stones are available here)
Shivala Chowk Qadian (India)

محمود احمد بانی
منصور احمد بانی
اَسد | شہروز | مسرور

BANI ®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات
Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908-1968)
(ESTABLISHED 1956)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
5, SOOTERKIN STREET, KOLKATA-700072
BANI AUTOMOTIVES
56, TOPSIA ROAD (SOUTH)
KOLKATA- 700046
BANI DISTRIBUTORS
5, SOOTERKIN STREET
KOLKATA-700072
PHONE: CITY SHOWROOM: 2236-9893, 2234-7577, WAREHOUSE: 2343-4006, 2344-8741, RESIDENCE: 2236-2096, 2237-8749, FAX: 91-33-2234-7577

امریکہ کے Dove چرچ کے قرآن مجید کو جلانے کے متعلق کئے گئے 10 اعتراضات کے جوابات

فلوریڈا کے Dove چرچ کے پادری Teri jone نے مقدس قرآن مجید کو نذر آتش کرنے کے نظریہ کی تائید میں اپنی ویب سائٹ کے ذریعہ جو قرآن مجید پر دس (۱۰) اعتراضات اور الزامات عائد کئے ہیں، اگر چہ وہ تمام اعتراضات نہایت بے بنیاد اور وہی گھسے پٹے، فرسودہ اور بے حقیقت ہیں، پھر بھی عوام الناس کے استفادہ کیلئے ادارہ بدر ان کے تمام سوالات کے جوابات شائع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر مساعی کو قبول فرمائے اور تمام اقوام عالم کو اسلام کی سنہری تعلیمات سے روشناس ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین 〈ادارہ〉

پہلے اعتراض کا جواب

(مکرم مولانا محمد عمر صاحب، نائب ناظر اعلیٰ قادیان)

اعتراض نمبر : 1

☆ قرآن کی تعلیم کے مطابق یسوع مسیح نہ ابن اللہ تھے اور نہ ہی صلیب پر ان کی وفات ہوئی تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے صرف اسلام اس سے انکار کرتا ہے۔ اس تعلیم پر یقین کرنے سے مسلمان دائمی جنت سے محروم ہوگئے ہیں۔ اگر وہ توبہ نہیں کریں گے تو ہمیشہ کی جہنمی زندگی کے وارث ہوں گے۔

جواب: اس اعتراض میں دو باتیں مذکور ہیں۔

۱۔ قرآنی تعلیم کے مطابق حضرت یسوع خدا کا بیٹا نہیں تھے۔

۲۔ قرآنی تعلیم کے مطابق یسوع مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔

اگر غور کیا جائے تو ان دونوں اعتراضات کا جواب بائیبل ہی دے رہی ہے۔ اس سے قرآن کریم کو موردالزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

ابن اللہ (خدا کا بیٹا) ہونے کا لفظ بائیبل میں صرف یسوع مسیح کے بارے میں ہی نہیں بولا گیا بلکہ یہ لفظ مسیح کے سوا بائیبل میں سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً

۱۔ اسرائیل خدا کا بیٹا ہے۔ (خروج ۲۲:۴)

۲۔ داؤد خدا کا بیٹا ہے۔

(زبور ۲۶۔۲۷:۸۹)

۳۔ سلیمان خدا کا بیٹا ہے۔

(تواریخ ۔۹۔۱۰:۲۲)

۴۔ قاضی مفتی خدا کے بیٹے ہیں۔

(رومیوں ۹:۴)

۵۔ تمام یتیم بچے خدا کے لڑکے ہیں۔

(زبور ۶۸:۵)

۶۔ (بائیبل میں یہاں تک لکھا گیا ہے کہ) بدکار لوگ خدا کے لڑکے ہیں۔ (یسعیا۔۱:۳)

گویا کہ پادری صاحب کے اعتراض کا جواب ہم نے بائیبل سے ہی دیا ہے۔

اگر عیسائی صاحبان مسیح کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں تو پھر ہم ان کو انسان سمجھنے میں حق بجانب ہیں اس لئے کہ یسوع نے کئی جگہ انجیل میں اپنے آپ کو ابن آدم یعنی آدم کا بیٹا قرار دیا ہے۔

چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ میں جو ابن آدم ہوں، انسان ہوں۔

(متی ۹:۴)

۲۔ انجیل میں کئی جگہ خدا کا بیٹا ہونے کا مطلب راست باز اور خدا کا محبوب بتایا گیا ہے۔ حوالہ کیلئے دیکھیں۔ (یوحنا۔۲۹:۲،۱:۲، متی ۴۵:۵)

۳۔ انسان کا بیٹا کھاتا پیتا آیا۔

(متی ۱۱:۱۹، ۸:۲۰، ۱۰:۲۳)

۴۔ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ (متی ۴۰:۱۲)

بائیبل ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت مسیح نے کبھی اپنے آپ کو خدا کا حقیقی بیٹا نہیں کہا بلکہ تمثیلی رنگ میں خدا کا بیٹا کہا ہے۔ اس تعلق میں انجیل کہتی ہے:

''یہودیوں نے اُسے سنگسار کرنے کیلئے پھر پتھر اُٹھائے'' یسوع نے اُنہیں جواب دیا کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام دکھائے ہیں اُن میں سے کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو۔ یہودیوں نے اُسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اس لئے کہ تو آدمی ہوکر اپنے آپ کو خدا بتاتا ہے۔ یسوع نے اُنہیں جواب دیا: کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو جب کہ اُس نے اُنہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔

آیا تم اُس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے۔ اس لئے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں''۔

(یوحنا ۳۶ تا ۱۰:۳۱)

غرضیکہ مسیح نے اگر اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا تھا تو ان معنوں میں جن معنوں میں پہلی شریعت ہیں جن لوگوں پر خدا کا کلام آیا اُن کو خدا کہا گیا ہے۔ اس بات کا ذکر زبور میں باب ۸۲ آیت ۵ اور ۶ میں مذکور ہے۔

المختصر یہ کہ اگر قرآن کریم نے حضرت یسوع مسیح حقیقی معنوں میں ابن اللہ کہنے سے انکار کیا ہے تو اس کی تائید خود تورات اور انجیل کرتی ہے۔

فلوریڈا (امریکہ) میں واقعہ Dove چرچ کے پادری صاحب کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اس اعتراض کا جواب خود انجیل دیتی ہے۔ چنانچہ انجیل کے کئی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود یسوع مسیح صلیبی موت مرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس سے بچنے کیلئے رو رو کر نہ صرف دعائیں کرتے تھے بلکہ اپنے شاگردوں کو یہ موت کا پیالہ ٹل جانے کیلئے دُعائیں کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

''پھر وہ نکل کر اپنے دستور کے موافق زیتون کے پہاڑ کو گیا اور شاگرد اُس کے پیچھے ہو لئے اور اُس جگہ پہنچ کر اُس نے ان سے کہا، دُعا مانگو کہ آزمائش میں نہ پڑو اور اُن سے بمشکل الگ ہوکر کوئی پتھر لئے آگے بڑھا اور گھٹنے ٹیک کر یوں دعا مانگنے لگا کہ اے باپ! اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے تاہم میری مرضی نہیں تیری ہی مرضی پوری ہو اور آسمان سے ایک فرشتہ اُس کو دکھائی دیا۔ وہ اُسے تقویت دیتا تھا پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوکر اور بھی دلسوزی سے دعا مانگنے لگا اور اُس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہوکر زمین پر ٹپکتا تھا۔ جب دعا سے اُٹھ کر شاگردوں کے پاس آیا تو اُنہیں غم کے مارے سوتے پایا اور اُن سے کہا کہ تم سوتے کیوں ہو۔ اُٹھ کر دعا مانگو تا کہ آزمائش میں نہ پڑو''۔ (لوقا ۴۶ تا ۲۲:۳۳)

بالکل اُسی مضمون کی آیات اور ایسی درد بھری دعاؤں والی آیات متی ۴۶،۳۶:۲۶ میں اور مرقس ۴۲ تا ۳۲:۱۴ میں نظر آتی ہیں۔

ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر جان دینا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس صلیبی موت سے بچنے کیلئے تضرعانہ دعائیں کرتے رہے تھے۔ آخر خدا تعالیٰ نے اُن کی دُعا سنی۔ چنانچہ لکھا ہے۔

''اُس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اُسی سے دعائیں اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ خدا ترسی کے سبب اُس کی سنی گئی۔ (عبرانیوں ۵:۷)

یسوع نے کہا تھا: خدا گنہگاروں کی نہیں سنتا۔

(یوحنا ۹:۳۱)

نیز فرمایا: یقین اور ایمان کے ساتھ دُعا کرنے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں (مرقس ۱۱:۲۴ لوقا ۱۷:۶) خدا نے مسیح کی دعائیں سنیں (یوحنا ۱۱:۴۱)

چنانچہ ان حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ اِس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت یسوع مسیح کی دعائیں قبول فرما کر آپ کو صلیبی موت سے بچایا۔

صلیبی واقعہ کے ساتھ جو واقعات رونما ہوئے اس سے عیاں ہے کہ آپ صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ صلیب پر سے زندہ اُتار لئے گئے تھے۔

بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم وقت پلاطوس جس نے یہودی علماء اور یہودیوں سے تنگ آ کر یسوع مسیح کو صلیب دینے کا حکم صادر فرمایا، مسیح کو راست باز خیال کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اُس کی بیوی نے ایک منذر خواب دیکھی تھی کہ اگر یسوع کو کچھ ہوا تو ملک میں سخت تباہی آجائے گی۔ اس لئے انہوں نے ایک پلان بنا لیا کہ مسیح کو ایسے وقت میں صلیب دی جائے کہ وہ زیادہ دیر صلیب پر نہ رہنے پائیں چنانچہ انجیل کہتی ہے:

☆......پیر کا دن چڑھا تھا جب انہوں نے اس کو صلیب پر چڑھایا۔ (مرقس ۱۵:۲۵)

☆......صلیبی واقعہ کے بعد زور کی آندھی چلی اور تاریکی چھا گئی۔ (مرقس ۱۵:۳۳، متی ۲۷:۴۵)

☆......اس پر خوفزدہ یہودیوں نے پلاطوس سے درخواست کی کہ مسیح کو صلیب پر سے اُتار دیا جائے۔ (یوحنا ۱۹:۳۱)

☆......مسیح کو جب صلیب پر سے اُتارا جانے لگا تو ایک سپاہی نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی تو فی الفور اس سے خون اور پانی بہہ نکلا۔ (یوحنا ۱۹:۳۴)

صلیب پر سے اُتارے جانے کے بعد ان کا جسم ان کے شاگرد یوسف آرمینہ کے سپرد کیا گیا تھا۔

(مرقس ۴۲/۲۵:۴۵)

☆......آپ کا جسم صلیب پر سے اُتارے جانے کے بعد پہلے سے تیار شدہ غار نما کوٹھری میں رکھا گیا تھا۔ جس میں تین چار افراد بآسانی سمو سکتے تھے۔

(متی ۲۷:۶۱)

☆......صلیبی واقعہ سے قبل بعض فقیہوں اور فریسیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جب کوئی نشان طلب کیا تو آپ نے جواباً فرمایا:

''اس زمانہ کے بُرے اور زناکار لوگ نشان طلب کرتے ہیں۔ مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ جیسے یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔''

(متی ۴۰،۱۲:۳۸)

تاریخ بتاتی ہے اور بائیبل کے مختلف معاملوں سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی گئے تھے زندہ ہی رہے اور زندہ ہی باہر آئے۔

حضرت مسیح نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں زندہ گئے زندہ رہے اور زندہ نکلے تھے اسی طرح یسوع مسیحؑ بھی زمین کے پیٹ میں زندہ داخل ہوگا زندہ رہے گا

اور زندہ ہی باہر نکلے گا ایسا ہی وقوع میں آگیا۔ اس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر سے زندہ ہی اُتارے گئے تھے۔ کوٹھری سے تین رات دن کے بعد صحت یاب ہوکر باہر آنے کے بعد آپ اپنے شاگردوں کے پاس گئے آپ کو دیکھ شاگردوں نے یسوع کی روح سمجھ کر تعجب کرنے لگے تو آپ نے کہا کہ میں روح نہیں ہوں یہ کہہ کر آپ نے اُن سے کھانا طلب فرمایا اوران کے روبرو کھانا کھایا۔

(لوقا ۴۳ تا ۲۴:۴۱)

نیز مسیح نے اپنے شاگردوں کو اپنے ہاتھ پاؤں کے زخم دکھائے جو صلیب پر لٹکانے کے نتیجہ میں ہوئے تھے (یوحنا ۲۰:۲۴) یہ تمام واقعات جو یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوئے ہیں بتاتے ہیں کہ آپ صلیب پر مرے نہیں تھے بلکہ زندہ اُتار لئے گئے تھے۔

حقیقت میں عیسائی دنیا کو قرآن مجید کا احسان مند ہونا چاہئے کہ قرآن مجید نے حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ پر یہودیوں کی طرف سے عائد کی گئی نہایت شرمناک بہتان تراشیوں سے باعزت بری کردیا ہے۔ یعنی یہودیوں کا حضرت مریم پر یہ بہتان عظیم ہے کہ انہوں نے بغیر شادی کئے ایک بچہ جنا یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم کو۔ گویا کہ اُن کے قول کے مطابق آپ ایک بدکار عورت تھیں۔ نعوذ باللہ۔ اس طرح حضرت یسوع مسیح نعوذ باللہ ولدالزنا تھے۔

ان دونوں الزاموں اور بہتانوں سے قرآن مجید نے دونوں کو بری کردیا چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا۔ (النساء: آیت ۱۵۷)

یعنی اُن کے یہودیوں کے کفر کی وجہ سے اور اُن کے مریم کے خلاف ایک بہت بڑے بہتان کی بات کہنے کی وجہ سے (وہ لوگ موردِ غضب الٰہی ہوگئے)۔

حضرت مریم پر لگائے گئے اس الزام سے بری کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے: وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ کہ آپ کی ماں پاکباز عورت تھیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا: وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَامَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ۔ (آل عمران آیت ۴۳)

یعنی فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تجھے یقیناً برگزیدہ بنایا اور تجھے پاک کیا ہے اور سب جہانوں کی عورتوں کے مقابلہ میں تجھے چن لیا ہے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم پر بہتان عائد کرتے ہوئے یہودی کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی اُن کے اس قول کے سبب سے کہ ہم نے مسیح بن مریم جو اللہ کا رسول تھا قتل کردیا ہے۔ (النساء آیت: ۱۵۸)

یہودیوں کے اس قول کی وجہ یہ تھی کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جو مصلوب ہوتا ہے وہ لعنتی ہے۔ چنانچہ عہدنامہ قدیم کی کتاب استثنا ۲۳:۲۲ میں لکھا ہے کہ جو مصلوب ہوتا ہے وہ خدا کی طرف سے لعنتی ہوتا ہے۔

اسی طرح عہدنامہ جدید گلیتیوں ۱۳:۳ میں لکھا ہے جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا (یعنی صلیب پر قتل ہوا ہے) وہ لعنتی ہے۔

اس طرح یہودی لوگ حضرت مسیح کو پیدائش کے لحاظ سے بھی اور وفات کے لحاظ سے بھی نعوذ باللہ ملعون قرار دیتے ہیں ان دونوں الزاموں کی تردید کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ یعنی نہ انہوں نے (یہودیوں نے) اسے (مسیح بن مریم کو) قتل کیا اور نہ ہی اُنہیں صلیب پر لٹکا کر اُسے مارا بلکہ وہ ان کیلئے مصلوب کے مشابہ بنا دیا گیا۔

نیز فرمایا: وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا۔ یعنی جن لوگوں نے اس میں (یعنی مسیح کے صلیب سے زندہ اتارے جانے میں) اختلاف کیا ہے۔ وہ یقیناً اُس (کے زندہ اُتارے جانے کی وجہ سے) شک میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ انہیں اس کے متعلق کوئی (یقینی) علم نہیں ہے۔ ہاں صرف ایک وہم کی پیروی کررہے ہیں۔ یقیناً انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا۔

(النساء: ۱۵۸)

پھر فرمایا: بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ یعنی واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے اُسے اپنے حضور میں عزت و رفعت دی تھی۔ (النساء: آیت ۱۵۹)

یعنی آپ کو صلیب پر مار کر ملعون قرار دینے میں یہودی کامیاب نہیں ہوئے۔

الغرض یہودیوں کے بہتانوں کا جواب دے کر یسوع مسیح اور آپ کی ماں کو ان پر کئے گئے الزامات سے بری قرار دینا عیسائیوں پر قرآن مجید کا عظیم الشان احسان ہے۔

لہٰذا عیسائیوں کو قرآن کریم کا ممنون و احسان مند ہونا چاہئے۔ کہ قرآن مجید کو موردِ الزام ٹھہرا کر اُسے جلانے کی مہم چلا کر یہودیوں کی پیٹھ ٹھونکنا کتنا مناسب ہے؟ یہ امر خود عیسائی علماء کو دعوت فکر دے رہا ہے اللہ تعالیٰ سب کو عقل و فراست دے کہ وہ حقائق کو پہچان سکیں۔ اللھم آمین۔

☆☆☆

درخواست دُعا

محترمہ رفیعہ بیگم صاحبہ آف چنتہ کنٹہ اپنے مرحوم شوہر وسیم احمد (ج) صاحب کی مغفرت، بلندی درجات اور بچوں کے امتحانات میں نمایاں کامیابی و روشن مستقبل اور اپنی اور بچوں کی دینی دنیوی ترقیات کیلئے دُعا کی درخواست کرتی ہیں۔ موصوفہ نے ایک خطیر رقم اعانت بدر ادا کی ہے۔ (مینجر ہفت روزہ بدر قادیان)

فضائل قرآن مجید

(منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

جمال وحسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے۔ وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جسکی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اُس کے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دِل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

یہ کیسے پڑگئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اس پہ قرباں ہے

قرآن شریف کے بعد
اب کسی کتاب یا شریعت کی ضرورت نہیں ھے

’’نجات کے واسطے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے وہی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک سمجھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی یقین کرے اور قرآن شریف کو کتاب اللہ سمجھے کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ قیامت تک اب اَور کوئی کتاب یا شریعت نہ آئے گی یعنی قرآن شریف کے بعد اب کسی کتاب یا شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو خوب یاد رکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت اور نئی کتاب نہ آئے گی نئے احکام نہ آئیں گے۔ یہی کتاب اور یہی احکام رہیں گے۔ جو الفاظ میری کتابوں میں نبی یا رسول کے میری نسبت پائے جاتے ہیں۔ اس میں ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ کوئی نئی شریعت یا نئے احکام سکھائے جاویں۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی ضرورتِ حقّہ کے وقت کسی کو مامور کرتا ہے تو ان معنوں سے کہ مکالمات الٰہیہ کا شرف اس کو دیتا ہے اور غیب کی خبریں اس کو دیتا ہے اس پر نبی کا لفظ بولا جاتا ہے اور وہ مامور نبی کا خطاب پاتا ہے۔ یہ معنے نہیں ہیں کہ نئی شریعت دیتا ہے یا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو نعوذ باللہ منسوخ کرتا ہے بلکہ یہ جو کچھ اُسے ملتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سچی اور کامل اتباع سے ملتا ہے اور بغیر اس کے مل سکتا ہی نہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

قرآن شریف کے انوار و برکات
اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ھیں

’’یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔ چنانچہ میں اس وقت اسی ثبوت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اس کی حمایت اور تائید کے لئے بھیجتا رہا ہے۔ کیونکہ اُس نے وعدہ فرمایا تھا۔ انا نحن نزلنا الذکرو انا له لحافظون۔ یعنی بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن شریف) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ توریت یا کسی اَور کتاب کے لئے نہیں۔ اسی لئے ان کتابوں میں انسانی چالاکیوں نے اپنا کام کیا۔ قرآن شریف کی حفاظت کا یہ بڑا زبردست ذریعہ ہے کہ اس کی تاثیرات کا ہمیشہ تازہ بتازہ ثبوت ملتا رہتا ہے اور یہود نے چونکہ توریت کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور ان میں کوئی اثر اور قوت باقی نہیں رہی جو اُن کی موت پر دلالت کرتی ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۷-۱۱۶)

اخبار بدر خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کیلئے دیں۔
یہ تبلیغ و تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ (ادارہ)

اعتراض نمبر2اور3 کا جواب

(مکرم شیخ مجاہد احمد شاستری، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اعتراض نمبر : 2اور3

۲۔قرآن مجید خدا کا مقدس آسمانی کلام نہیں ہے۔ یہ انسانی کلام ہے جو صدیوں سے دانشور لکھتے چلے آئے ہیں۔ابتدائے اسلام سے مسلم وغیر مسلم علماء اس مونقل کرتے چلے آئے ہیں۔

۳۔قرآنی تعلیم عربوں کی بت پرستی اور رسوم و رواج پر مشتمل ہے۔ یہ سب شیطانی تعلیمات ہیں جسے مسلمان اور باقی دنیا برداشت کر رہے ہیں۔

الجواب: قرآن مجید کے نزول کے زمانہ یعنی 610ء سے لیکر آج تک یعنی 2010ء تک عیسائی دنیا کی طرف سے قرآن مجید کے کمالات و عجائبات پر پردہ ڈالنے کیلئے طرح طرح کے اعتراضات پیش کئے جاتے رہے ہیں۔زمانہ بدل گیا۔

اعتراضات نئے نئے برابر میں پیش ہونے لگے ۔مگر قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت کا ایک عظیم الشان معجزہ یہ بھی ہے کہ اس عظیم کتاب نے دوسروں کے اعتراضات کا جواب دیا اور اس طور پر دیا کہ ہر معترض کو خاموش ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

گزشتہ دنوں امریکہ کے Dove چرچ نے 9/11 کے دن قرآن مجید کو جلانے کی مذموم تحریک کی اور اس کے نتیجہ میں کچھ تشدد پسندانہ لوگوں نے وہائیٹ ہاؤس کے سامنے قرآن مجید کو پھاڑ کر جلایا۔ چرچ کی طرف سے قرآن مجید کو جلائے جانے کی وجوہات دس پیش کی گئیں جس میں سے دوسری وجہ یہ ہے کہ

''جو باتیں پہلے سے دنیا میں پرانی تعلیموں میں موجود تھیں قرآن مجید میں وہی باتیں موجود ہیں۔لہٰذا قرآن مجید خدا کا کلام نہیں ہے''۔گویا کہ اس اعتراض میں وہ مندرجہ ذیل کئی اعتراضات پیش کر رہے ہیں۔

ا۔قرآن مجید سے قبل جو الہامی کتب رتعلیمیں موجود تھیں وہ سچی تھیں ۔قرآن مجید نے اُن کی تعلیم کو پیش کیا ہے۔

۲۔قرآن مجید نے سوائے گذشتہ تعلیموں کے کوئی نئی بات نہیں پیش کی ہے بلکہ اُس تعلیم کا اعادہ کیا ہے۔لہٰذا اس کی کوئی ضرورت ہیں گزشتہ تعلیم کافی ہے۔

۲۔قرآن مجید کے واقعات و قصے گزشتہ کتب رتعلیمات سے ماخوذ ہیں۔

اس طریق پر عیسائی پادری عوام الناس کے سامنے قرآن مجید کی حقانیت پر پردہ ڈالنے کیلئے دجل اور جھوٹ کا سہارا لیکر حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

آیئے !ان تمام امور کا علی الترتیب جائزہ لیں لیکن قبل اس کے ایک اصول اور بنیادی بات کا جان لینا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ قرآن مجید خدا تعالیٰ کی آخری شریعت ہے جو اپنے نزول سے لیکر اب تک لفظاً لفظاً محفوظ ہے اور انشاء اللہ قیامت تک محفوظ رہے گا۔ یہ وعدہ قرآن مجید سے پہلے کسی الہامی کتاب کے لئے موجود نہ تھا کیونکہ وہ تعلیمیں وقتی تھیں اس لئے وہ کتابیں انسانی دست بُرد سے محفوظ نہ رہ سکیں اور تحریف و تبدل کا شکار ہوئیں۔لہٰذا اب تحریف و تبدل کا شکار ہونے کے سبب سے اُن کی مکمل الہامی حقیقت نہایت مشتبہ ہوگئی ہے۔کوئی دعویٰ سے نہیں کہہ سکتا کہ توریت و انجیل کی کون سی آیات مکمل طور پر الہامی ہیں۔

اس لئے قرآن مجید نے پہلی کتابوں کی ابدی صداقتوں کو جمع کر دیا ہے اور جو پہلی کتابوں کی تعلیم فائدہ بخش اور بہتر تھی اس کو قائم رکھا ہے بلکہ اس کو زمانہ کی ضرورت کے مطابق مزید بہتر طریق سے بیان کیا ہے۔ یہ بات کہ قرآن مجید نے اپنے سے گذشتہ کتب کی ابدی تعلیموں کو محفوظ کیا ہے۔اس آیت سے عیاں ہے۔فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

(سورہ البینۃ آیت ۴)

کہ اس میں ہی تمام قائم رہنے والی کتابیں یعنی پہلی کتابوں میں جو دائمی صداقتیں تھیں قرآن مجید میں انہیں قائم رکھا گیا ہے۔نیز فرماتا ہے:۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ۔ (المائدہ آیت:۴۹)

یعنی ہم نے (اے نبی!) تجھ پر الکتاب ضرورتِ حقہ کے ماتحت نازل کی ہے جو اس سے پہلی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور پہلی شریعت کی نگران ہے۔ پس تو ان کے درمیان اس تعلیم سے فیصلہ کر جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اور اُن کی سچائی کے خلاف خواہشوں کی پیروی نہ کر۔

قرآن مجید کی ان آیات سے صاف عیاں ہے کہ قرآن مجید گزشتہ الہامی کتابوں اور تعلیموں کی ابدی سچائی کا محافظ اور نگران اور تصدیق کرنے والا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی خوبی اور برتری یہ ہے کہ جہاں ایک طرف قرآن مجید ابدی صداقت کا اقرار کرتا ہے وہاں اس بات میں اپنی انتہاء اور بلندی کے اعلیٰ معیار کو قائم کر دیتا ہے۔اس بات کو ہم اس مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔قرآن مجید سے قبل گذشتہ الہامی کتاب میں توحید کی تعلیم پائی جاتی ہے اور اس بات پر زور دیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو ایک جاننا چاہئے ۔قرآن مجید نے اس ابدی صداقت کو محفوظ رکھا اور اعلان کیا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد یعنی تو کہہ دے کہ اللہ ایک ہے۔

یہاں تک قرآن مجید کے ساتھ گزشتہ کتب کی تعلیم مساوی ہے مگر قرآن مجید کی خوبی یہ ہے کہ اُس نے جو اس بات کا اعلان کیا کہ وہ خدا کس طرح کا ہے۔اُس میں کون کون سی صفات اور لذات پائی جاتی ہیں۔چنانچہ اس سورہ اخلاص میں ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کے اعلان کے معاً بعد ہی اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کا اعلان کر کے خدا تعالیٰ کی ہستی پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید سے قبل کی الہامی کتب میں بُت پرستی کی مذمت پائی جاتی ہے۔اور بتوں کو بُرا بھلا کہا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض کتب میں بتوں کو جلانے اور توڑ ڈالنے کی تعلیم دی گئی ہے،مگر قرآن مجید جہاں ایک طرف توحید کی تعلیم دلائل کے ساتھ بیان کرتا ہے وہاں وہ غیر اللہ کو برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ غیر اللہ کے پجاری خدا تعالیٰ کو بھی بُرا بھلا کہیں۔قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

(سورہ الانعام آیت ۱۰۹)

یعنی اور تو غیر اللہ کو برا بھلا نہ کہہ۔عین ممکن ہے کہ وہ بھی بنا علم کے خدا تعالیٰ کو بُرا بھلا کہیں۔

اخلاقی اعتبار سے بھی قرآن مجید نے گذشتہ کتب کی ابدی صداقتوں کو کمال کے انتہا تک پہنچا دیا ہے ۔گذشتہ مذہبی تعلیمیں اگر یہ تعلیم دیتی ہیں کہ کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال پیش کر دو۔اس کے مقابل پر قرآن مجید بیان فرماتا ہے کہ ہر وقت یہ تعلیم جاری نہیں رکھی جا سکتی جو فطرت انسانی کے برخلاف ہے۔لہٰذا اگر کوئی سزا کے برابر سزا دے تو یہ بھی اُس کا حق ہے اور اگر وہ معاف کر دے تو یہ مزید بہتر ہے۔

بائیبل بتاتی ہے کہ عورت بحالت حیض و نفاس حمل ناپاک مخلوق ہے چنانچہ لکھا ہے کہ

''جو عورت حاملہ ہو اور لڑکا جنے تو وہ سات دن تک ناپاک ہوگی'' (احبار 12/4)

قرآن مجید عورت کے حیض و نقاس کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ وہ چیز ہے جس سے عورت کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور چونکہ حیض و نفاس کے وقت مجامعت سے بیماری کا خطرہ ہے لہٰذا ان دنوں میں مجامعت منع ہے علاوہ اس کے عورت سے ملنا بات کرنا ہاتھ ملانا جائز ہے۔

پس قرآن مجید کی یہ بنیادی خوبی ہے کہ اُس نے گزشتہ مذاہب کی ابدی تعلیموں کو اپنے اندر محفوظ کر لیا اور اُس کو مزید کمال تک پہنچا دیا ہے۔مگر متعصب پادری الزام تراشیاں کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے قبل جو الہامی کتب پائی جاتی تھیں خصوصاً توریت و انجیل قرآن مجید نے اُن کی تعلیم کو پیش کیا ہے یہ بات سراسر غلط ہے۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ اعتراض تو یہ کیا جا رہا ہے کہ قرآن مجید نے توریت و انجیل کی تعلیم نعوذ باللہ چوری کی ہے۔مگر اس بات کو بیان نہیں کیا جا رہا کہ آخر وہ کون سی تعلیم ہے جو قرآن مجید نے چوری کی ہے۔

موجودہ عیسائیت کے تین بنیادی ستون ہیں۔(ا) ابن اللہ (۲) کفارہ ۔ (۳) تثلیث جبکہ قرآن مجید نے ان تینوں کی ہی تردید کی ہے۔ اگر قرآن مجید نے انجیل رتوریت سے کوئی مضمون اخذ کیا ہوتا تو پھر ان عقائد کی تائید ہونی چاہئے تھی نہ کہ تردید جبکہ قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری اس بات کو فوراً جان جاتا ہے کہ قرآن مجید نے یہودیوں اور عیسائیوں کے عقائد کو بیان کر کے اُن کی تردید کی ہے نہ کہ مضمون کو ہو بہو اخذ کیا ہے۔

چنانچہ یہودی ایک وقت اپنی تعلیم کو بُھلا کر عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے رہے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مجسم خدا قرار دیتے ہیں اور تین خدا مانتے ہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (سورۃ توبہ آیت ۳۰)

یعنی یہود نے کہا عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح بن مریم اللہ کا بیٹا ہے یہ صرف اُن کے منہ کی باتیں ہیں جن کی وہ پہلے کافروں سے مشابہت اختیار کر رہے ہیں۔

نیز فرمایا:لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔

(المائدہ آیت ۱۸)

کہ اُن لوگوں نے سچی تعلیم کا انکار کیا جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم اللہ ہے۔پھر فرمایا:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً۔ (النساء آیت:۱۷۲)

ترجمہ: اے اھل کتاب ! دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کے متعلق صرف سچی بات کہو۔ بے شک مسیح ابن مریم اللہ کا رسول اور اُس کا کلمہ تھا جو اُس نے مریم کی طرف الہام کیا تھا اور خدا سے ایک روح ہے ۔پس تم اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ تین خدا ہیں۔اِس سے باز آجاؤ۔تمہارے لئے بہتر ہے بے شک اللہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور اس سے پاک ہے کہ اُس کا کوئی بیٹا ہو اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔

پھر عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں نے مسیح کو صلیب پر مار دیا اور اس طرح مسیح نے ہمارے گناہوں کے فدیہ پر صلیب پر جان دی۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ (النساء آیت ۱۵۶)

یعنی یہودیوں نے نہ مسیح کو قتل کیا نہ صلیب پر مارا بلکہ مسیح اُن کیلئے صرف (مقتول ومصلوب کے) مشابہ کیا گیا۔ اس طرح قرآن مجید نے عیسائیوں کے اس عقیدہ اور تعلیم کی بھی اصلاح کی ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر مرکر لوگوں کے گناہوں کے کفارہ ہوئے۔

قرآن مجید نے اس بارہ میں اصولی فیصلہ فرمایا ہے کہ

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کہ کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔

قارئین! ان اصولی تعلیموں کے ہوتے ہوئے یہ بات بیان کرنی کہ قرآن مجید نے پُرانی تعلیموں کو ہی بیان کیا ہے سراسر جھوٹ اور دروغ نہیں تو اور کیا ہے۔

الجواب نمبر 2:

یہ اعتراض کہ قرآن مجید میں گزشتہ تعلیمیں پائی جاتی ہیں اس لئے وہ خدا کا کلام نہیں۔

جواب: بفرض محال اگر یہ اصول درست مان لیا جائے تو پھر اس اصول کی رو سے تو انجیل بھی خدا کا کلام نہیں مانی جاسکتی کیونکہ انجیل کے متعلق فاضل یہود اپنی محققانہ کتب میں بارہا ثابت کر چکے ہیں کہ انجیل کی فلاں فلاں تعلیم توریت سے اخذ کردہ ہے اور توریت کا سرقہ اور چوری ہے اور خصوصیت کے ساتھ پہاڑی وعظ جس پر عیسائیوں کو بہت فخر ہے کہ اس سے بڑھ کر اخلاقی تعلیم کوئی اور موجود نہیں۔ اُس کے متعلق یہودی ثابت کرتے ہیں کہ یہ ساری تعلیم حتیٰ کے فقرے کے فقرے طالمود اور یہودی تینوں کی تعلیم سے ماخوذ ہیں اور چوری اس قدر صریح ہے کہ عبارتوں کی عبارتیں نقل کر دی گئیں ہیں۔

اب چرچ اپنے اس اصول کے مطابق کہ گزشتہ تعلیم کا پایا جانا انسانی کلام پر دلالت کرتا ہے، انجیل کے متعلق کیا فتویٰ صادر کرے گا۔ بدر کے قارئین اس کا انتظار کریں گے۔

قارئین! چرچ جو چاہے فتویٰ انجیل کے مسروقہ یا نمبر مسروقہ ہونے کے بارے میں دے مگر قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال قبل یہ اعلان فرمادیا کہ

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ۔

(المائدہ آیت ۱۵)

یعنی ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ نہیں ہم نے اُن سے اُن کا پختہ عہد لیا۔ پس وہ جس کی نصیحت کئے گئے تھے، اُس کا ایک حصہ بھول گئے۔

پھر اپنی بھول کو چھپانے کیلئے ان لوگوں نے اپنی کتاب و تعلیم کے ساتھ جو سلوک کیا، قرآن مجید نے اُسے بھی بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ۔ (المائدہ: آیت ۱۴)

یعنی بنی اسرائیل الفاظ کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے اس نعمت کے ایک حصہ کو جو اُن کو دی گئی تھی، بھلا دیا ہے اور تو ہمیشہ سوائے تھوڑے لوگوں کے ان میں سے بعض کی خیانت پر اطلاع پاتا رہے گا۔

قرآن مجید کی اس اصولی رہنمائی سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ گزشتہ کتب و تعلیم کے ماننے والے اپنی تعلیموں کو فراموش کرتے رہے ہیں اور پھر اُس میں اپنی طرف سے تحریف بھی کرتے رہتے ہیں اور ان کی اپنی تعلیم ہی گزشتہ کتب سے اخذ کردہ ہے لہٰذا قرآن مجید پر اعتراض کرنا چاند پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

الجواب نمبر 3:

یہ اعتراض کہ قرآن مجید گزشتہ تعلیموں سے اخذ کردہ ہے۔ لہٰذا خدا کا کلام نہیں اس پہلو سے بھی غلط ہے کہ گذشتہ کسی کتاب یا تعلیم سے قرآن مجید کی تعلیم اخذ کردہ ہے۔ اس بات کا بارِ ثبوت معترض کے ذمہ ہے۔ پھر اس بات کو ثابت کرنا بھی معترض کے لئے ضروری ہے کہ وہ بس کتاب یا تعلیم کو مستند قرار دیکر قرآن مجید کو اس کا مسروقہ قرار دے رہا ہے آیا وہ کتاب یا تعلیم مستند بھی ہے یا نہیں۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید انجیل کی تعلیم سے ماخوذ ہے تو معترض کو یہ بتانا ضروری ہے کہ قرآن مجید کون سی انجیل کی تعلیم اخذ کرتا ہے۔ آیا متی کی انجیل یا مرقس کی یا پھر لوقا یا پھر یوحنا کی۔ جب ان چاروں انجیلوں میں تو صحت کا تعین نہیں ہوسکا اور استناد کا معیار ہی قائم نہ ہوسکا پھر کسی طرح کوئی پادری یا چرچ یہ بات کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم انجیل سے اخذ کردہ ہے۔

پادریوں کی مذہبی کتب کی صحت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اب یہ بھی یاد رہے کہ پادریوں کی مذہبی کتابوں کا ذخیرہ ایک ایسا ردّی ذخیرہ ہے جو نہایت قابل شرم ہے۔ وہ لوگ صرف اپنی ہی اٹکل سے بعض کتابوں کو آسمانی ٹھہراتے ہیں اور بعض کو جعلی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک یہ چار انجیلیں اصلی ہیں اور باقی جو چھپن کے قریب ہیں جعلی ہیں۔ مگر محض گمان اور شک کے رُو سے نہ کسی مستحکم دلیل پر اُس خیال کی بناء ہے کیونکہ مروّجہ انجیلوں اور دوسری انجیلوں میں بہت تناقض ہے۔ اسلئے اپنے گھر میں ہی یہ فیصلہ کرلیا ہے اور محققین کی یہی رائے ہے کہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انجیلیں جعلی ہیں یا وہ جعلی ہیں۔ اسی لئے شاہ ایڈورڈ قیصر کے تخت نشینی کی تقریب پر لنڈن کے پادریوں نے وہ تمام کتابیں جن کو یہ لوگ جعلی تصور کرتے ہیں ان چار انجیلوں کے ساتھ ایک ہی جلد میں مجلّد کر کے مبارک بادی کے طور پر بطور نذر پیش کی تھیں۔ اور اس مجموعہ کی ایک جلد ہمارے پاس بھی ہے۔ پس غور کا مقام ہے کہ اگر درحقیقت وہ کتابیں گندی اور جعلی اور ناپاک ہوتیں تو پھر پاک اور ناپاک دونوں کو ایک جلد میں مجلد کرنا کس قدر گناہ کی بات تھی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ دلی اطمیان سے نہ کسی کتاب کو جعلی کہہ سکتے ہیں نہ اصلی ٹھہرا سکتے ہیں۔ اپنی اپنی رائے ہیں" (چشمہ مسیحی صفحہ ۹)

الجواب 4:

یہ اعتراض کہ قرآن مجید کی تعلیم گزشتہ کتب کی تعلیم سے ماخوذ ہے، جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا سرصلیب علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا تھا حضور نے اس کا جواب بیان فرمایا ہے من وعن قارئین بدر کیلئے پیش خدمت ہے حضورؑ فرماتے ہیں:

یہ الزام کے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرقہ کے طور پر ان کتابوں سے وہ مضمون لئے تھے (مراد انجیل، توریت وغیرہ۔ ناقل) ایک لعنتی خیال ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض اُمی تھے۔ آپ عربی بھی نہیں پڑھ سکتے تھے چہ جائیکہ یونانی یا عبرانی۔ یہ بار ثبوت ہمارے مخالفوں کے ذمہ ہے کہ اس زمانہ کی کوئی پرانی کتاب پیش کریں جس سے مطالب اخذ کئے گئے۔ اگر فرض محال کے طور پر قرآن شریف میں سرقہ کے ذریعہ سے کوئی مضمون ہوتا تو عرب کے عیسائی لوگ جو اسلام کے سخت دشمن تھے فی الفور شور مچاتے کہ ہم سے سن کر ایسا مضمون لکھا ہے۔

یاد رہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی طرف سے معجزہ ہونے کا دعویٰ پیش ہوا اور بڑے زور سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس کی خبریں اور اس کے قصے سب غیب گوئی ہے اور آئندہ کی خبریں بھی قیامت تک اس میں درج ہیں۔ اور وہ اپنی فصاحت و بلاغت کے رُو سے بھی معجزہ ہے۔ پس عیسائیوں کیلئے اس وقت یہ بات نہایت سہل تھی کہ وہ بعض قصے نکال کر پیش کرتے کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے چوری کی ہے۔ اس صورت میں اسلام کا تمام کاروبار سرد ہوجاتا ہے۔ مگر اب تو بعد از مرگ واویلا ہے۔ عقل ہرگز ہرگز قبول نہیں کرسکتی کہ اگر عرب کے عیسائیوں کے پاس درحقیقت ایسی کتابیں موجود تھیں جن کی نسبت گمان ہوسکتا تھا کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے قصے لئے ہیں خواہ وہ کتابیں اصلی تھیں یا فرضی تھیں تو عیسائی اس پردہ دَری سے چُپ رہتے۔ پس بلاشبہ قرآن شریف کا سارا مضمون وحی الٰہی سے ہے۔ اور وحی ایسا عظیم الشان معجزہ تھا کہ اس کی نظیر کوئی شخص پیش نہ کرسکا۔ اور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص دوسری کتابوں کا چور ہو اور خود مضمون بناوے اور جانتا ہو کہ فلاں فلاں کتاب سے میں نے یہ مضمون لیا اور غیب کی باتیں نہیں ہیں، اس کو کب جرأت اور حوصلہ ہوسکتا ہے کہ تمام جہان کو مقابلہ کیلئے بلاوے اور پھر کوئی بھی مقابلہ نہ کرے اور کوئی اس کی پردہ دری پر قادر نہ ہو"۔ (بحوالہ چشمہ مسیحی صفحہ ۷۔۹)

پس قارئین! قرآن شریف نے تو اپنی نسبت معجزہ اور بے مثل ہونے کا دعویٰ کر کے اپنی بریت اس طرح پر ثابت کردی کہ بلند آواز سے کہہ دیا کہ اگر کوئی اس کو انسانی کلام سمجھتا ہے تو وہ جواب دے لیکن تمام مخالف خاموش رہے مگر انجیل کو تو اس زمانہ میں یہودیوں نے سرقہ قرار دیا تھا اور نہ انجیل نے دعویٰ کیا کہ انسان ایسی انجیل بنانے پر قادر نہیں۔ پس مسروقہ ہونے اور گزشتہ تعلیم کو اخذ کرنے کے شکوک انجیل پر عائد ہوسکتے ہیں نہ کہ قرآن شریف پر۔

اعتراض نمبر ۳:

اعتراض کہ قرآن مجید میں عربوں کے رسم و رواج ہیں:

الجواب: تعصب اور ہٹ دھرمی کا کوئی جواب نہیں۔ قرآن مجید ہر شخص کے سامنے موجود ہے۔ ہر وہ شخص جو تھوڑا بہت قرآن مجید ترجمہ کے ساتھ پڑھنا جانتا ہے وہ خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ قرآن مجید نے عربوں کے رسموں رواج کی تصدیق کی ہے یا تردید؟

غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول سے قبل عربوں میں کون کون سے رسم و رواج پائے جاتے تھے۔ آیئے! سرسری نظر دوڑا کر دیکھیں۔

۱۔ **بُت پرستی:** ساری عرب قوم بت پرستی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ خود خانہ کعبہ کے اندر 360 بت موجود تھے۔ ہر کام کیلئے الگ الگ بت تجویز کئے گئے تھے۔

۲۔ **جوا**۔ ۳۔ شراب خوری۔ ۴۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور انکو منحوس خیال کرنا۔ ۵۔ زنا۔ ۶۔ تیروں سے فال لینے کی رسم۔ ہر کام کرتے وقت فال لیتے تھے۔ کعبہ میں بھی فال کے تیر رکھے گئے تھے۔ پرندوں کی اُڑان سے بھی فال لینے کی رسم موجود تھی۔

۷۔ گھر میں داخل ہونے کے بارے میں عجیب وغریب رسم تھی۔ بعض قبائل میں یہ رسم تھی کہ جب کسی سفر کے ارادے سے گھر سے نکلتے تھے تو اگر راستے میں کسی وجہ سے واپس آنا پڑتا تھا تو دروازوں کے ذریعہ اندر داخل نہ ہوتے تھے بلکہ پشت سے آتے تھے۔

۸۔ اس میں یہ رسم بھی عائد تھی کہ جب کوئی آدمی مرجاتا تو اُس کی قبر کے پاس اُس کے اونٹ کو باندھ دیا جاتا تھا حتیٰ کے وہ بھوک پیاس سے مرجاتا تھا۔

۹۔ عورتوں میں سخت نوحہ اور رونے پیٹنے کی عادت تھی یہاں تک کہ سال سال بھر نوحہ ہوا کرتا تھا۔

۱۰۔ عورتیں جانوروں کا دودھ نہ دوھ سکتیں تھیں۔ اگر وہ دودھ دوھ لیں تو وہ خاندان دوسروں کی نظروں سے گرجاتا تھا۔

۱۱۔ جانوروں کو بتوں وغیرہ کے نام پر یا کسی نذر کے نتیجہ میں چھوڑ دینے کی بھی رسم تھی اور اس تعلق سے چار قسم کے جانور زیادہ مشہور معروف تھے۔ سائرہ۔

(باقی صفحہ 28 پر ملاحظہ فرمائیں)

اعتراض نمبر 4اور5 کا جواب

(مکرم مولوی عبدالمومن صاحب راشد، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اعتراض نمبر : 4اور5

(۴)۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابتدائی تحریرات ان کی وفات کے ۱۲۰ سال بعد لکھی گئیں۔تمام اسلامی تحریرات (قرآن وحدیث ۔سیرت ۔روایات اور تاریخ) کنفیوز کرنے والی متضاد اور بے جوڑ ہیں۔ہوسکتا ہے کہ محمد (ﷺ) مبعوث ہوئے ہی نہ ہوں ، ہمارے پاس اس کا کوئی مستند ثبوت نہیں ہے۔ پھر بھی مسلمان کسی قسم کا سوال کھڑے کئے بغیر ان تباہ کن تعلیمات کو مان رہے ہیں۔

(۵) حضرت محمد کی زندگی اور پیغام قابل احترام نہیں۔مکہ میں تو ان کا میلان مذہب اور سچائی کی تلاش کی طرف تھا لیکن مدنی دور میں آپ دنیوی طاقت اور خواہشات کے بداثرات کے تابع ہو گئے تھے۔

یہ اعتراض کہ قرآن کریم نازل ہونے کے ۱۲۰ سال بعد ضبط تحریر میں آیا اور اس میں متضاد باتیں ہیں، سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔قرآن شریف کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف خدا کا کلام ہے جو بصورت وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ بائبل میں اللہ تعالیٰ نے اس آنے والے عظیم الشان نبی کے متعلق فرمایا ہے" خداوند تیرا خدا تیرے ہی درمیان سے ترے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھریو۔"

(استثناء باب ۸ /آیت نمبر ۱۵)

پھر فرمایا:

اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے کراؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا جو کوئی میری باتوں کو وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سنے گا تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔

(آیت نمبر ۱۹)

نیز فرمایا: لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں۔تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہوا یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔تو اس سے مت ڈر۔ (استثناء آیت 20 تا 22)

بائبل کتاب استثناء کی مذکورہ آیات میں درج ذیل باتیں بیان ہوئی ہیں۔

ا۔ایک نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کی مانند بھی شرعی نبی کے طور پر مبعوث ہوگا۔

۲۔اس شرعی نبی کے منہ میں اللہ تعالیٰ اپنا کلام ڈالے گا۔

۳۔ جو کوئی اس کو نہیں مانے گا، اللہ اس سے حساب لے گا۔

۴۔اس کی سچائی کا نشان یہ ہوگا کہ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو قتل کیا جائے گا اور اگر قتل نہ ہو تو سچا ہوگا۔

۵۔اس کی سچائی کی نشانی یہ ہوگی کہ جو بھی وہ خداوند کے نام سے فرمائے گا وہ پورا ہوگا۔

ہم چرچ کے ذمہ داران اور عیسائی صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تشریف لائے ساڑھے تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ہمیں بتایا جائے کہ وہ شرعی کتاب کہاں ہے جس کی پیشگوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ یسوع مسیح تشریف لائے تو ان کے ہاتھ میں بھی کوئی شرعی کتاب نہیں تھی بلکہ ان کا فرمانا تھا کہ وہ موسوی شریعت کو ہی نافذ کرنے کے لئے آئے ہیں۔وہ الگ بات ہے کہ بعد میں ان کے پیروکاروں نے اس شریعت کو بھی لعنتی قرار دیا اور لکھا ہے کہ کوئی آدمی شریعت پر عمل کرکے اس کے سامنے راستباز نہ ٹھہریگا۔(رومیوں باب ۳ آیت ۲۰)

اور پھر آئندہ کے لئے تو شریعت ختم کردی گئی۔ خونی مسیح پر ہی ایمان اور اعمال کا دارو مدار ٹھہرے تو پھر جس شریعت والی کتاب کا اور خدا کے اس الہام کا جو کہ خدا نے اس نبی کے منہ میں ڈالنا تھا، وہ کہاں ہے۔؟ پس ہم ببانگ دُہل کہتے ہیں کہ وہ پاک کلام قرآن مجید ہے اور اس کی سچائی کی نشانی بقول بائبل یہی ہے کہ خدا نے ان کو قتل ہونے سے بچایا اور جسے بائبل میں لکھا تھا کہ اگر وہ سچا ہوگا تو قتل نہیں ہوگا بالکل اسی طرح آنحضرت کو بھی الہام ہوا واللہ یعصمک من الناس کہ اللہ لوگوں کے حملوں سے تجھے بچائے گا اور وہ تجھے قتل کرنے پر قادر نہ ہوسکیں گے۔پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے محفوظ رہنا ہی بقول بائبل ثابت کرتا ہے کہ آپ صادق اور استباز ہیں اور خدا نے جو کلام آپ پر نازل فرمایا تھا، اس کو سچا کرے گا کیونکہ بائبل کہتی ہے کہ وہ جو کچھ خداوند کا نام لیکر کرے گا، وہ منوعن پورا ہوگا۔

علاوہ اس کے متعدد پیشگوئیاں قرآن مجید میں ایسی ہیں جو چودہ سو سال سے پوری ہوتی چلی جارہی ہیں اور آئندہ آنے والے سالوں میں بھی پوری ہوتی رہیں گی۔

اب ہم قرآن مجید کے متعلق مختصر تاریخ کا ذکر کرتے ہیں:

آنحضرت صلعم پر جو جو آیات نازل ہوتی جاتی تھیں، آپ انہیں ساتھ ساتھ لکھواتے جاتے اور خدائی تفہیم کے مطابق ان کی ترتیب بھی خود مقرر فرماتے تھے۔آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اوّل نے حضرت عمرؓ کے مشورہ سے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی رہ چکے تھے حکم فرمایا کہ وہ قرآن شریف کو ایک باقاعدہ مصحف کی صورت میں اکٹھا لکھوا کر محفوظ کردیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ نے بڑی محنت کے ساتھ ہر ایک آیت کے متعلق زبانی اور تحریری ہر دو قسم کی پختہ شہادت مہیا کرکے اسے ایک باقاعدہ مصحف کی صورت میں اکٹھا کردیا۔اس کے بعد جب اسلام مختلف ممالک میں پھیل گیا تو پھر حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کے حکم سے حضرت زید بن ثابتؓ کے جمع کردہ نسخہ کے مطابق قرآن شریف کی متعدد و مستند کاپیاں لکھوا کر تمام اسلامی ممالک میں بھجوادی گئیں۔

(بخاری فضائل القرآن کنزالعمال باب فی القرآن)

قرآن شریف کی حفاظت کا وعدہ :

دنیا میں پائی جانے والی تمام مذہبی کتب بشمول بائبل کسی کتاب سے خدا تعالیٰ نے محفوظ رکھنے کا وعدہ نہیں فرمایا۔ یہ فخر واعزاز صرف قرآن شریف کو حاصل ہے کہ اُس کی لفظی ومعنوی حفاظت کا ذمہ خدائے قادر مطلق نے خود لیا ہے۔جیسا کہ فرمایا۔انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (۱۵:۱۰)

یعنی ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

قرآنی وعدہ کے مطابق قرآن شریف کی حفاظت کا ایک ذریعہ اسے من وعن حفظ کرنا ہے۔چنانچہ آنحضرت صلعم کی موجودگی میں صحابہ کی ایک جماعت مقرر کردہ ترتیب کے مطابق قرآن حفظ کرتی جاتی تھی۔ ان میں سے چار ایسے تھے جن کو آنحضرت صلعم نے خود تجربہ کرکے اور ہر طرح قابل اعتماد پاکر دوسرے صحابہ کی تعلیم کیلئے مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک جگہ کسی اسلامی فوج میں تین سو سے زائد حافظ قرآن موجود تھے جبکہ آج خدا کے فضل سے لاکھوں کی تعداد میں حفاظ قرآن دنیا بھر میں موجود ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت دنیا میں قرآن مجید کے نسخوں کو نعوذ باللہ جلایا جائے یا سمندر میں پھینکا جائے یا کسی اور طرح سے قرآن شریف کو دنیا سے ضائع کرنے کی ناپاک اور مذموم کوشش کی جائے تو دنیا بھر میں موجود لاکھوں حافظوں کے دماغوں میں محفوظ قرآن مجید از سرنو ضبط تحریر میں بلاکم وکاست لایا جاسکتا ہے۔الحمدللہ۔آج ہمارے ہاتھوں میں جو قرآن ہے ۔ یہ وہی ہے جو تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا۔ اس عظیم الشان حقیقت کو بعض عیسائی محققین تسلیم کرتے ہیں۔ ان میں چند ایک کی آراء ملاحظہ ہوں:

☆......سر ولیم میور لکھتے ہیں:

"دُنیا کے پردے پر غالباً قرآن کے سواء کوئی اور کتاب ایسی نہیں جو بارہ سو سال کے طویل عرصہ تک بغیر کسی تحریف وتبدیلی کے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رہی ہو"۔

پھر لکھتے ہیں: اس بات کی پوری پوری اندرونی اور بیرونی ضمانت موجود ہے کہ قرآن اب بھی اُسی شکل وصورت میں ہے جس شکل میں کہ محمدؐ نے اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔

پھر لکھتے ہیں:" ہم یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی ہر آیت محمدؐ سے لیکر آج تک اپنی اصلی اور غیر محرف صورت میں چلی آئی ہے۔

(لائف آف محمد دیباچہ صفحہ ۲۱۔۲۵۔۲۶)

مشہور عیسائی مستشرق نولڈک آف جرمن قرآن شریف کے متعلق لکھتا ہے:" آج کا قرآن بعینہ وہی ہے جو صحابہ کے وقت میں تھا۔ پھر لکھتا ہے: یورپین علماء کی یہ کوشش کہ قرآن میں کوئی تحریف ثابت کریں قطعاً ناکام رہی ہے۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا زیر لفظ قرآن)

اسی طرح انگلستان کے مشہور مسیحی مستشرق پروفیسر نکلس اپنی انگریزی تصنیف" عرب کی ادبی تاریخ"، میں لکھتے ہیں:

اسلام کی ابتدائی تاریخ کا علم حاصل کرنے کیلئے قرآن ایک بے نظیر اور ہر شک وشبہ سے بالا کتاب ہے اور یقیناً بدھ مذہب یا مسیحیت یا کسی قدیم مذہب کو اس قسم کا مستند عصری ریکارڈ حاصل نہیں ہے جیسا کہ قرآن میں اسلام کو حاصل ہے"

(عرب کی ادبی تاریخ صفحہ ۱۴۳)

بلاشبہ قرآن شریف اس لحاظ سے دیگر تمام کتب مقدسہ پر ایسی فضیلت واعلیٰ شان رکھتا ہے جو یقیناً بے مثل ومنفرد ہے ۔قرآن شریف کی فضیلت دوسری کتب پر دنیا کی کوئی مذہبی کتاب قرآن مجید کی خصوصیات وفضائل کا ہرگز مقابلہ نہیں کرسکتی۔

ا۔قرآن کریم سے قبل نازل ہونے والی تمام کتب محدود زمانہ اور مختص القوم تھیں۔ چنانچہ صرف قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہونے کے ساتھ ساتھ ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے۔

۲۔دنیا میں آدم سے لیکر آنحضرت صلعم تک تمام انبیاء ومرسلین سب کے سب سچے تھے اور کائنات کے خالق مالک ایک خدا کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے۔جیسا کہ قرآن میں ہے وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَافِيْهَا نَذِيْرٌ۔ایک اور موقعہ پر فرمایا: وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ یعنی ہر قوم امت کیلئے خدا کی طرف سے ہادی آتے رہے ہیں۔

۳۔قرآن مجید گذشتہ آسمانی کتب میں سے کسی کی تکذیب نہیں کرتا بلکہ تصدیق کرتا ہے جیسا کہ فرمایا: وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ تَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۰:۳۸)

یعنی قرآن کریم ایسا نہیں کہ اللہ سے الگ رہ کر محض افتریٰ کرلیا جائے لیکن یہ اُس کی تصدیق کرتا ہے جو اُس کے سامنے ہے اور اس کتاب کی تفصیل ہے اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ کتاب ربّ العلمین کی طرف سے ہے۔

۴۔قرآن مجید مختلف مذاہب کی بنیادی تعلیم توحید کی طرف دعوت دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ۔(۳:۶۵) یعنی تو کہہ دے، اے اہل کتاب! تم ایک

ایسی بات کی طرف آجاؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے ۔یعنی سوائے خدا کے کسی اور کی پرستش نہیں کرنا۔

بائیبل اور انجیل کے پیروکار صرف زبانی دعویٰ کرتے ہیں لیکن قرآن شریف کی مذکورہ بالا تعلیمات کو کبھی بھی اپنی کتابوں سے پیش نہیں کر سکتے ۔ نہ آئندہ کبھی دکھا سکیں گے۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید نہ صرف آسمانی کتاب ہے بلکہ مقدس کلام اللہ بھی ہے اور اس کی ترتیب اعلام الٰہی پر مرتب ہے البتہ بائیبل اور انجیل میں خلاف عقل اور متضاد باتیں ضرور پائی جاتی ہیں جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں؛

بائیبل کی خلاف عقل باتیں:

خرگوش جگالی کرتا ہے۔(احبار باب ۱)

۲۔بلعام کی گدھی نے بلعام سے باتیں کیں۔ (گنتی باب ۲۲ آیت ۲۲)

۳۔لوط کی بیوی نے لوط کے ساتھ شہر سے بھاگتے ہوئے مجھے پھر کر دیکھا اور وہ کھمبا بن گئی۔ (پیدائش باب ۱۹ آیت ۲۶)

بائیبل کے ظالمانہ احکام:

اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیاں مارے اور وہ مار کھاتی ہوئی مرجائے تو اسے سزا دی جائے لیکن اگر وہ ایک یا دو دن جئے تو اُسے سزا نہ دی جائے۔ اس لئے کہ وہ اس کا مال ہے۔

(خروج باب ۲۱ آیت ۲۱-۲۰)

۲۔مرد یا عورت جس کا یاد دیو ہے یا جادوگر ہے تو دونوں قتل کئے جائیں چاہئے کہ تم ان پر پتھراؤ کرو اور ان کا خون اُنہی پر ہووے۔

(احبار باب ۲۰ آیت ۲۷)

۳۔تو جادوگروں کو جینے مت دے۔

(خروج باب ۲۲ آیت ۱۸)

۴۔جبکہ خداوند تیرا خدا اُنہیں تیرے حوالے کرے تو تو انہیں ماریو اور حرم کیجیو نہ تو اُن سے کوئی عہد کیجیو اور نہ اُن پر رحم کیجیو۔

(استثنا باب ۷ آیت ۲)

ایک مغلوب دشمن کے متعلق کسی ظالمانہ تعلیم ہے۔ ظاہر کا یہ تعلیم خدائے رحیم و کریم کی نہیں ہو سکتی ہے۔ ہاں ایک ظالم بادشاہ کی طرف سے ایسے احکام صادر ہو سکتے ہیں۔

بائیبل کی متضاد باتیں:

تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنادیں۔ (پیدائش باب ۱ آیت ۲۷)

آگے لکھا ہے: لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت سے نہ کھانا۔ (پیدائش باب ۲ آیت ۱۷)

۲۔جس دن تو اُس نیک و بد کی پہچان کے درخت سے کھائے گا تو ضرور مرے گا۔

(پیدائش باب ۲ آیت ۱۷)

پھر آگے لکھا ہے: اور باغ کے بیچوں بیچ حیات کے درخت اور نیک و بد کی پہچان کے درخت کو زمین سے لگایا۔ (پیدائش باب ۲ آیت ۹)

۳۔ اور ابراہام نے اُس مقام کا نام یہوواہ میری رکھا۔(پیدائش باب ۲۲ آیت ۱۶)

آگے لکھا ہے: پھر خدا نے موسیٰ کو فرمایا اور کہا میں خداوند ہوں ۔ یہوواہ اور میں نے ابراہام اور اسحاق اور یعقوب پر خدائے قادر کے نام سے اپنے تئیں ظاہر کیا اور یہوواہ کے نام سے ان پر ظاہر نہ ہوا۔

(خروج باب ایت ۳-۲)

۴۔ سموئل باب آیت ۲۳ میں لکھا ہے:

سوساؤل کی بیٹی ہیکل مرتے دم تک بے اولاد رہی۔

سموئل باب ۲۱ آیت ۸ میں لکھا ہے اور ساؤل کی بیٹی سیکل کے پانچوں بیٹوں کو جو برزلی محولاتی کے بیٹے عدری ایل سے ہوئے تھے لیکر اُن کو جبعونیوں کے حوالہ کیا۔

بائیبل اصلی تورات نہیں

اسرائیلی تاریخ اس بات پر متفق ہے کہ بنوکد نضر کے زمانہ میں اسرائیلی صحف جلا دیئے گئے تھے اور عزرا نبی نے انہیں دوبارہ لکھا چنانچہ عزرا کی نسبت یہودی کتب میں لکھا ہے:

’’شریعت جلادی گئی تھی مگر عزرا نے پھر اُسے دوبارہ قائم کیا‘‘ پھر لکھا ہے: عزرا نے تورات کو دوبارہ زندہ کیا اور اس میں اشوری حروف داخل کئے۔

اسی طرح لکھا ہے: اس نے تورات کو دوبارہ لکھتے وقت مسودے کے بعض لفظوں کی صحت کے متعلق شبہ ظاہر کیا اور اُن پر نشان لگادیئے اور کہا کہ اگر ایلیا نبی اس عبارت کی تصدیق کرے تو نشان غلط قرار دئے جائیں اور اگر وہ ان مشکوک سمجھی ہوئی عبارتوں کو مشکوک قرار دے تو جن الفاظ پر نشان لگائے گئے ہیں، انہیں آئندہ بائیبل سے نکال دیا جائے۔

(A.B.P.N.14th)

عزرا کے حافظہ کے متعلق ریورنڈ آدم کلارک بائیبل کے مشہور مسیحی مفسر اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۱۶۸۱ پر تواریخ باب ۴ آیت کے ماتحت لکھتے ہیں: اس جگہ غلطی سے عزرا نے بیٹے کی جگہ پوتا لکھ دیا۔ ایسے اختلافوں میں تطبیق بے فائدہ ہے جب یہودی اور عیسائی علماء کو عزرا کے حافظہ کے متعلق یہ خیال تھا تو دوسری اقوام کے لوگ اس پر کیا تسلی پا سکتے ہیں۔ اسی طرح بائیبل کے لوتھر لکھتا ہے:

یعنی بائیبل میں ترتیب واقعات کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ پس اُس کے بیانات کے بارے میں جب کوئی جھگڑا پیدا ہوا اور سلجھاؤ کی کوئی صورت دکھائی نہ دے تو اُسے چھوڑ دینا چاہئے۔ (فضائل القرآن صفحہ ۷۴)

قرآن شریف کے متعلق بائیبل کی پیشگوئی:

’’میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے مونہہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا۔ وہ سب ان سے کہے گا۔ (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸)

اس پیشگوئی کے متعلق کسی کو یہ دھوکا نہ لگے کہ اس کے مصداق حضرت مسیح علیہ السلام تھے انجیل کے بیان کے مطابق مسیح جلد خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ پیشگوئی مجھ پر چسپاں نہیں ہوتی ہے۔ آپ کہتے ہیں:

مجھے جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی گا‘‘

(یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳-۱۲)

پس قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے عین ضرورت کے وقت نازل فرمایا اور اپنی منشاء کے مطابق اُس کی ترتیب رکھی اور آنحضرت صلعم کی زندگی میں جمع کرنے تحریر میں لانے اور حفظ کرنے نیز دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے اسباب وسامان مہیا فرمائے۔ اس لئے آغاز سے آج تک خدا کے فضل سے قرآن شریف بالکل اپنی اصلی صورت میں محفوظ چلا آرہا ہے اور آئندہ تا قیامت چلتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔

اس کے بعد ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید افضل و اکمل کتاب ہے جس سے آج کے دور میں نہ صرف اہل بائیبل استفادہ کر رہے ہیں بلکہ دیگر مذاہب بھی قرآن مجید کی سنہری تعلیمات سے استفادہ کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر بائیبل خود کو اس بات سے بری نہیں ٹھہرا سکتی کہ اس میں انسانوں کے درمیان تفریق کی گئی ہے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ بائیبل میں بنی اسرائیل کے اور حقوق ہیں اور دیگر اقوام کے اور حقوق بتائے گئے ہیں۔ بنی اسرائیل کو ہر حال میں دیگر اقوام سے افضل و برتر بتایا گیا ہے۔ اور بنی اسرائیل سلسلہ کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے تو انہوں نے بھی ایک تعلیم کے متعلق بتایا کہ یہ سؤروں اور کتوں کے آگے نہیں پھینکی جاسکتی۔ گویا دوسری اقوام کو نہایت ذلیل نظروں سے دیکھا گیا ہے اور اپنا مشن انہوں نے یہی بتایا کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

اس طرح اقتصادی معاملات میں بھی بنی اسرائیلیوں اور دوسری اقوام میں تفریق ڈالی گئی ہے چنانچہ بائیبل میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل سے سود نہ لیا جائے البتہ غیر اقوام سے سود لیا جاسکتا ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان جو تفریق بائیبل نے پیدا کی ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ عورت کو کلیسا میں آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ مرد کو خدا کا جلال اور عورت کو اس کا جلال قرار دیا ہے۔ جنگلوں میں غیر اقوام کی عورتوں اور بچوں کو بے دریغ قتل کرنے کو ظلم نہیں بتایا گیا ہے۔ پس یہ وہ بائیبل ہے جس کے ماننے والے قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیم تو یہ ہے کہ وہ بلا لحاظ رنگ و نسل و قوم تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے اور سب انسان انسان ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں۔ یہاں تک کہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے انسانوں کو غلام بنانے کی حوصلہ شکنی کی اور اس رحم کو ختم کر دیا۔ مرد وعورت کو برابر کے حقوق دئے ہیں اگر سود سے منع کیا تو تمام انسان سے اس کالین دین ممنوع ہوگا۔ باوجود اس کے پادری صاحبان قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیم تو یہ ہے کہ وہ بلا لحاظ رنگ و نسل و قوم تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے اور سب انسان انسان ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں۔ یہاں تک کہ اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے انسانوں کو غلام بنانے کی حوصلہ شکنی کی اور اس زخم کو ختم کر دیا۔ مرد و عورت کو برابر کے حقوق دئے اگر سود سے منع کیا تو تمام انسان سے اس کالین دین ممنوع ہوگا۔ باوجود اس کے پادری صاحبان قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں۔

قرآن مجید ہی وہ پاک کتاب ہے جس نے انسانوں کی تمام ضروریات کو پورا فرمایا ہے۔ بائیبل طلاق کے معاملہ میں صرف اور صرف اس مرد کو اجازت دیتا ہے جس کی عورت بدکاری کرے، اس کے علاوہ طلاق کی اجازت نہیں۔ اور عورت کو تو طلاق کی اجازت دیتی ہی نہیں۔ لیکن آج قرآن مجید کی تعلیم کے استفادہ کر کے ہی اہل بائیبل نے کامل طور پر طلاق کے قانون کو نافذ کیا ہے۔ اور جہاں تک شراب کا تعلق ہے آج عیسائی گھرانے بھی اس سے شدید پریشان ہیں اور اس کی حرمت چاہتے ہیں لیکن افسوس کہ بائیبل میں اس کو جرم نہیں قرار دیا گیا بلکہ لکھا ہے کہ انبیاء بھی شراب پی لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت مسیح کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے معجزہ کے طور پر شراب بنائی اور براتیوں کو پلائی۔ قرآن مجید واضح طور پر شراب کی حرمت کا اعلان کرتا ہے اور اس زمانہ کی اس اہم ضرورت کو پورا فرمایا باوجود اس کے پادری صاحبان کو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ قرآن مجید میں متضاد باتیں ہیں چاہئے تو یہ تھا کہ پادری صاحب ان متضاد حصوں کی وضاحت کرتے اور ساتھ ہی اپنے مضمون کو واضح کرتے بجائے اس کے انہوں نے بغیر دلیل اور ثبوت کے بات لکھ دی ہے۔

ایک بات اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنے لائق ہے کہ قرآن مجید کی عظیم الشان الہامی صداقت کی ثبوت یہ ہے کہ اس کی پیشگوئیاں ۱۴۰۰ سال سے پوری ہو رہی ہیں اور آئندہ زمانوں میں بھی پوری ہوتی چلی جارہی ہے۔ چنانچہ آج کے جہازوں، ریلوں اور نئی سواریوں کے متعلق تار برقی، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ایجاد کے متعلق، دنیا سے تانا شاہی اور دیگر اقلیتوں کے خاتمے کے متعلق اور جمہوریت کے قیام کے متعلق، عجائب گھروں کے قیام کے متعلق مطبع خانوں کی ایجادات متعلق آج سے چودہ سو سال پہلے جبکہ تصور بھی نہیں تھا قرآن مجید نے پیشگوئیاں کیں، جو آج پوری ہو رہی ہیں۔ پس صرف منہ سے کہہ دینا کہ قرآن مجید میں تضاد ہے، ہرگز درست نہیں ہے۔

اعتراض نمبر ۵ کا جواب:

بائیبل اور انجیل میں ایک نبی کے آنے کے متعلق پیشگوئی ہے’’خداوند میرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا‘‘ (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵)

اور اُس نے کہا خداوند سینا سے آیا۔ شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اُس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی‘‘۔

(استثنا ۳۳-۲-۱)

انجیل کی پیشگوئی: ’’میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نے جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو

گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا“ (یوحنا۱۶۔۸۔۷)

”جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا۔“

مذکورہ بالا پیشگوئیوں کا ایک ایک لفظ آنحضرت صلعم کی ذات اقدس پر صادق آتا ہے اور نہایت شان اور آب وتاب کے ساتھ آپ کے حین حیات تمام پیش خبریاں مکمل تفصیلات کے ساتھ پوری ہوئی ہیں۔

آپؐ کی والدہ ماجدہ کی رویاء: آپ کی والدہ ماجدہ بیان کرتی ہیں میرا بیٹا بڑی شان والا ہے جب یہ حمل میں تھا تو میں نے دیکھا تھا کہ میرے اندر سے ایک نور نکلا ہے جو دور دراز ملکوں تک پھیل گیا ہے۔

فرشتوں کے ذریعہ دل کی صفائی: آپ کی عمر چار سال کی تھی۔آپؐ اپنے بھائی کے ساتھ ملکر کھیل رہے تھے اچانک دو سفید پوش آدمیوں نے آپ کو زمین پر لٹا دیا اور سینہ چاک کر دیا، حدیث میں ہے کہ آپ کے سینہ کے اندر سے جبرائیل نے دل نکالا اور اُس میں سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینک دی اور ساتھ ہی کہا یہ کمزوریوں کی آلائش تھی جواَب تم سے جدا کر دی گئی۔اس کے بعد جبرائیل نے آپ کے دل کو دھویا اور سینہ میں واپس رکھ کر پھر جوڑ دیا۔ (مسلم جلد ا باب الاسراء)

آثار نبوت: جب آپ کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ابوطالب آپ کو اپنے ساتھ شام لے گئے جب ابوطالب اور اُن کے ساتھیوں کا قافلہ بحیرا نامی راہب کی خانقاہ واقع بصریٰ پہنچا تو اُس راہب نے دیکھا کہ تمام پتھر اور درخت وغیرہ سجدہ میں گر گئے۔ اسے معلوم تھا کہ الٰہی نوشتوں کی رو سے ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے (جیسا کہ اوپر بائیبل کی پیشگوئی کا ذکر آگیا) اس لئے اُس نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ اس قافلے میں وہی نبی موجود ہوگا۔ چنانچہ اُس نے اپنے قیافہ سے آنحضرت صلعم کو پہچان لیا اور اس سے ابوطالب کو اطلاع دی اور ابوطالب کو نصیحت کی کہ آپ کو اہل کتاب کے شر سے محفوظ رکھیں۔

وہ شخص کتنا ہی نیک محبت اور سعید الفطرت ہوگا جس نے بارہ سال کی عمر کے بچہ میں آثار نبوت دیکھ لئے اور خیر خواہی سے یہ نصیحت بھی کر دی کہ مستقبل میں اہل کتاب کے شر سے محفوظ رکھنا، بد بخت اور شریر ہے وہ انسان جو تمام کمالات و برکات ظاہر ہونے کے بعد خدا کے مامور کو پہچان نہ سکا۔

قریش مکہ کی متفقہ رائے: سرزمین عرب میں تاریخی طور پر آپ کی ذات اقدس کو امین وصدیق کا خطاب ملا۔آپ کے علاوہ کوئی ایک بھی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

حضرت خدیجہ کی گواھی: ایک خاوند کے اخلاق وکردار کے متعلق سب سے معتبر گواہی اُس کی بیوی کی ہوسکتی ہے، پہلی وحی کے نزول کا واقعہ جب آپؑ نے حضرت خدیجہ کے سامنے گھبراہٹ کے ساتھ بیان فرمایا تو حضرت خدیجہ نے کہا: ”خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور صادق القول ہیں اور لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور معدوم اخلاق کو آپ نے قائم کیا ہے اور آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی باتوں میں لوگوں کے مددگار ہیں“۔

ورقہ بن نوفل کی حق گوئی: نزول وحی کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے تمام ماجرا سنتے ہی اعتماد سے کہا۔آپ پر وہی فرشتہ نازل ہوا ہے جو موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔گویا آپ نے استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ والی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا۔ ورقہ کے ان خیالات کو جب زیدؓ اور علیؓ نے سنا دونوں آپؐ پر ایمان لائے۔

حضرت ابوبکر کا قبول اسلام: جونہی دعوئے نبوت کی آسمانی آواز حضرت ابوبکرؓ کے کانوں نے سنی۔آپ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر قسم دیکر پوچھا کہ آپؐ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا ہے؟ ہاں میں جواب دینا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا گواہ رہیئے! میں آپؐ پر ایمان لاتا ہوں۔ آپ کی پاکیزہ زندگی آپ کی صداقت کی دلیل ہے ،مزید کسی دلیل معجزہ اور نشان کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ کے واقعہ ایمان کے متعلق مشہور مستشرق سیر نگر لکھتا ہے: ”ابوبکرؓ کا آغاز اسلام میں محمد صلعم، پر ایمان لانا اس بات پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ محمد صلعم ،خواہ دھوکا کھانے والے ہوں مگر دھوکا دینے والے ہرگز نہ تھے بلکہ صدق دل سے اپنے آپ کو خدا کا رسول یقین کرتے تھے“۔

سر ولیم میور کو بھی سیر نگر کی اس رائے سے اتفاق تھا۔ (لائف آف محمد مصنفہ میور ص ۵۶ سیرت خاتم النبین)

قریش مکہ کی مخالفت: مکہ والوں نے جب یہ دیکھا کہ اب آہستہ آہستہ باشندگان مکہ آپؐ کی تبلیغ سے متاثر ہو رہے ہیں اور آپؐ پر ایمان لانے والے توحید پرستوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے تو عناد اور مخالفت میں انتہا کر دی۔ سر ولیم میور اس مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے: قریش نے فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ نیا مذہب صفحہ دنیا سے ملیامیٹ کر دیا جائے اور اس کے متبعین اس سے بروز روک دیئے جائیں اور قریش کی طرف سے جب ایک دفعہ مخالفت شروع ہوئی تو پھر دن بدن ان کی ایذا رسانی بڑھتی اور آتش غضب تیز ہوتی گئی۔ (میور صفحہ ۶۱)

آنحضرت صلعم کی تعلیم کا خلاصہ: خدائے واحد پر ایمان لاو۔ حلال و حرام میں تمیز کرو۔ ماؤں کی بے حرمتی نہ کرو۔ بیواؤں، تیمیوں، غریبوں اور کمزوروں پر ظلم نہ کرو۔ دوسرے کا حق نہ مارو، جھوٹ، فریب، چوری، ڈاکہ جوا، شراب چھوڑ دو، عورتوں کی عزت کرو، رحم اور احسان کو شعار بناؤ۔ ملک اور قوم کی خدمت کرو۔ خدا کے قریب تر ہونے کی کوشش کرو۔

امن بخش تعلیم پر کفار مکہ کا ردّ عمل: مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مسلمانوں کو کنکروں پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ گرم ریت پر لٹا کر سینوں پر بھاری پتھر رکھے گئے۔ اوباشوں کے طمانچوں اور آوارہ لڑکوں کے گالی گلوچ طعن وتشنیع اور مار پیٹ کے وہ نشان بنے۔ بھوک پیاس کی اذیت سے دوچار ہوئے۔ تین سال تک سوشل بائیکاٹ سہا۔ غرض ہر دکھ اور مصیبت اُن پر وارد کی گئی۔ مصائب و آلام کی یہ داستان خون کے آنسو رُلانے والی ہے۔

ہر دو جہانوں کے بادشاہ آنحضرت صلعم ایک دفعہ عبادت کر رہے تھے کہ آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر لوگوں نے کھینچنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے آپ کی پیٹھ پر اوجھڑی رکھ دی گئی۔ آپؐ بازار سے گذر رہے تھے کہ مکہ کے اوباش راستہ بھر آپ کی گردن پر یہ کہہ کر تھپڑ مارتے گئے کہ لوگو! یہ وہ شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ آپ کے گھر میں پتھر پھینکے جاتے تھے۔ باورچی خانہ میں گندی چیزیں پھینکی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ کو مختلف ناموں نعوذ باللہ ساحر اور مذمم سے پکارا جاتا تھا۔

ھجرت حبشہ: قریش مکہ نے جب ظلم و تشدد میں انتہا کر دی تو آپؐ نے اذن الٰہی سے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت دی۔ مکہ والوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو ہمیشہ بادشاہ سے مسلمانوں کے خلاف کاروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔

سفر طائف: آپ نے جب دیکھا مکہ والے توحید کی طرف نہیں آرہے ہیں تو آپ نے طائف سفر اختیار کیا اور وہاں کے لوگوں کو دعوت حق دی۔ اس سفر کے متعلق میور لکھتے ہیں: محمد صلعم کے طائف کے سفر میں ایک شاندار شجاعانہ رنگ پایا جاتا ہے۔ اکیلا آدمی جس کو اپنی قوم نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور اسے دھتکار دیا۔ خدا کے نام پر بہادری کے ساتھ نینواہ نبی کی طرح ایک بت پرست شہر کو توبہ کی اور خدائی مشن کی دعوت دینے کیلئے نکلا۔ یہ امر اُس کے ایمان پر کہ وہ اپنے آپ کو طور پر خدا کی طرف سے سمجھتا تھا۔ ایک بہت تیز روشنی ڈالتا ہے۔

(لائف آف محمد۔ سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ ۱۸۴)

مکہ سے مدینہ کی طرف ھجرت اور تائید الٰھی: مخالف قریش مکہ کے مظالم و مصائب اور بربریت سے تنگ آکر مسلمانوں نے مکہ سے ہجرت کی حتیٰ کہ مکہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا۔ جب رؤساء مکہ نے دیکھا کہ مکہ خالی ہو رہا ہے۔ پھر جمع ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلعم کو قتل کرنا مناسب ہوگا۔ خدا کے تصرّف سے آپکے قتل کی تاریخ آپ کی ہجرت کی تاریخ سے موافق پڑی۔ جب قریش آپ کے گھر کے سامنے آپ کے قتل کے لئے جمع ہو رہے تھے، آپ بھی رات کی تاریکی میں ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے۔ آپ کا ان کے سامنے نکلنا اور بے خوف وخطر گذر جانا اس سے وہ یہ سمجھے کہ محمد صلعم نہیں کوئی اور شخص ہوگا۔ آپؐ پر حملہ کرنے کے بجائے خود چھپ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی آپ سے آملے اور آپ دونوں نے مکہ سے دور ثور نامی پہاڑ کی غار میں پناہ لی۔ جب مکہ والوں کو آپ کی ہجرت کا پتہ لگا تو کھوجیوں کو لیکر غار تک پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر کھوجی نے کہا یا تو اس غار میں ہیں یا پھر آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب کھوجیوں کو دیکھا تو اپنے آقا کیلئے پریشان ہوگئے۔ آپ کی حالت کو دیکھ کر آنحضرت صلعم نے فرمایا: لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فکر وغم کرنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

سراقہ کا تعاقب اور اُس کے متعلق پیشگوئی: مکہ والوں کی طرف سے اعلان کیا گیا جو محمد صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کو زندہ یا مردہ لائے گا اس کو ۱۰۰ سو اونٹنیاں انعام دی جائیں گی۔ سراقہ نے انعام کے لالچ میں آپ کا پیچھا کیا اور مدینہ کے راستہ میں دیکھ لیا۔ کئی بار قریب پہنچنے کے باوجود جب گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور خود گھوڑے سے گر گیا تو اُس نے سمجھ لیا یہ لوگ خدا کی حفاظت میں ہے۔ میں ان کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ اس پر سراقہ نے آواز دی میں جس ارادہ سے آیا تھا وہ میں نے بدل لیا ہے اور واپس جارہا ہوں۔ حضور صلعم نے فرمایا: جاؤ لیکن ہمارے بارے کسی کو خبر نہ دینا۔ سراقہ کہتے ہیں مجھے خیال آیا یہ شخص سچا ہے۔ اس لئے غلبہ کے وقت کیلئے امن کا پروانہ لکھوالیا جائے۔ حضور صلعم کے ارشاد پر امن کا پروانہ لکھ دیا گیا۔ جب سراقہ لوٹنے لگا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا: سراقہ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ یہ پیشگوئی ۱۷۔۱۸ سال بعد بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جب سراقہ مسلمان ہوگیا اور حضرت عمرؓ نے آپ کو سونے کے کنگن پہنائے۔

ا۔ گھر سے نکلتے وقت دشمن آپ کو دیکھ کر خود چھپ گیا۔ ۲۔ غار کے پاس کھوجی پہنچے کے باوجود واپس ہوا۔ ۳۔ سراقہ آپ کے نزدیک ہوکر حملہ کرنے سے قاصر رہا۔ پھر بار بار کئی ناکامی سے اُس نے اندازہ لگا لیا کہ آپ خدا کے فرشتوں کی حفاظت میں ہیں۔ آپ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے اور مکہ پر غلبہ پائیں گے۔ سراقہ نے اسی خیال سے آپ سے پروانہ امن مانگا۔ پروانہ امن کے ساتھ آنحضرت صلعم نے سراقہ کو یہ خوشخبری بھی دی کہ اُس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ خدا کے محبوب کی یہ پیشگوئی بڑی شان سے حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں پوری ہوئی۔ ہر واقعہ میں خدائی تائید کے نظارے جلوہ گر دکھائی دیتے ہیں۔

مدینہ میں ورود: آٹھ روز کے سفر کے بعد ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو آنحضرت صلعم مدینہ پہنچے۔ یہاں پہنچ کر آپؐ نے جن مظالم اور مصائب و مشکلات کی وجہ سے مکہ چھوڑ آئے تھے۔ ان کو دل و دماغ سے نکال دیا اور جس خالق ئنات کی عبادت آزادی سے مکہ میں کرنا چاہئے تھے اُسی کی عبادت کے لئے سب سے پہلے قباء میں مسجد کی تعمیر کی۔ ابھی دس دن ہی گذرے تھے کہ آپ نے مدینہ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور اس کو بڑی محنت سے مکمل کیا۔

مکہ میں جس حق اور آسمانی پیغام کو آپؐ نے پایا تھا اُس کو مدینہ میں عوام وخواص تک پہنچانے کیلئے انتظام کیا۔ پانچ وقت توحید کی آواز بلند کر کے ایک خدا

کی عبادت کیلئے دعوت عام شروع کر دی۔ آپؐ نے مہاجرین اور انصار کو دو دو کر کے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ فتنہ وفساد لڑائی جھگڑے سے بچنے کیلئے مدینہ میں موجود دوسرے قبائل سے معاہدے کر کے ہر باشندے کے شہری اور مذہبی حقوق کا تحفظ فرمایا۔ قریش مکہ کو آپؐ کا مدینہ میں پُر امن معاشرہ بنا کر حقوق اللہ اور حقوق العباد بجا لانا اچھا نہیں لگا چنانچہ انہوں نے مکہ والوں کے ساتھ ساتھ مدینہ کے قرب وجوار میں رہنے والے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کیا۔ دو قبائل عضل اور قارہ آپؐ سے درخواست کر کے دس مسلمان اسلام کی تعلیم سکھانے کی غرض سے گئے۔ مقام رجیع پر دوسو کفار نے حملہ کر کے ۸ کو شہید کر دیا۔ پھر نجد کے لوگ آپؐ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ ہمیں معلم دین دیں۔ یہ نہتے مسلمان جب بئر معونہ پہنچے تو ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ جنگ بدر ہو یا جنگ احد یا جنگ احزاب، ہر جنگ میں مسلمانوں کی تعداد کم ہوتی تھی۔ اور مسلمان سامان حرب کے لحاظ سے بھی کمزور۔ جنگ بدر میں کفار مکہ نے ایک ہزار کا لشکر تجربہ کار فوجیوں پر اتارا جبکہ انکے مقابلے پر نا تجربہ کار بے سروسامان ۳۱۳ مسلمان تھے۔ جنگ احد میں تین ہزار کا لشکر لیکر مسلمانوں پر چڑھائی کی۔ اس وقت بھی مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو نقصان ہوا۔ خلاف توقع ستر مسلمان شہید ہوئے۔ جنگ بدر میں سخت ہزیمت اور ذلت ناک شکست اور احد میں قدرے کامیابی حاصل کرنے کے باوجود کفار اسلام دشمنی سے باز نہیں آئے۔ خاموش رہنے کے بجائے مکہ کے علاوہ دیگر قبائل عرب کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے تیار کیا اور ایک بار مدینہ کو اپنے زعم میں نیست ونابود کرنے کا ناپاک منصوبہ بنایا۔ پورے عرب سے فنِ حرب سے ماہر اسلحے سے لیس ۲۴ ہزار نوجوانوں پر مشتمل فوج کو لیکر مدینہ پر حملہ کیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ بظاہر ناقابل شکست فوج کے مقابل پر صرف ۳ ہزار مسلمان سامنے آئے۔ مدینہ کے اندر موجود یہودی قبائل نے اس نازک موقعہ پر عہد شکنی کی اور غداری کر کے دشمنان اسلام کا ساتھ دیا۔ اس وجہ سے بیرونی حفاظت پر عملاً صرف بارہ سو مسلمانوں نے ۲۴ ہزار کے لشکر کا رات اور دن مقابلہ کیا اور ان کی ہر تدبیر کو ناکام کر دیا۔ دراصل چوبیس ہزار کی فوج کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے بھیج کر میدان جنگ سے بھگا دیا تھا۔ وہ اس طرح کہ رات کے وقت تیز آندھی چلی جس نے قناتوں کے پردے پھاڑ دیئے۔ چولہوں سے ہانڈیاں گرا دیں اور بعض قبائل کی آگیں بجھا دیں۔ مشرکین ساری رات آگ جلتے رہنے کو نیک شگون سمجھتے تھے چنانچہ جن قبائل کی آگ بجھ گئی، وہ پیچھے ہٹے۔ ان کے ارد گرد کے قبائل نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں نے شب خون مارا ہے۔ ابوسفیان حواس باختہ ہو کر میدان چھوڑ گیا۔ اس طرح میدان سے مشرک وکفر فوج کا صفایا ہو گیا۔ جنگ احزاب کے ختم ہونے پر آپؐ نے فرمایا آج سے کفار ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔ اب غلبہ کا زمانہ شروع ہونے والا ہے۔

بہر حال یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں نے صرف قیام امن، مظلوم کی مدد اور اپنے دفاع کیلئے بامر مجبوری جنگوں میں حصہ لیا ہے۔ کسی ملک پر قبضہ کرنے اور مال و دولت جمع کرنے یا دیگر مذاہب ختم کرنے کیلئے کبھی طاقت کا استعمال نہیں کیا۔ اسلام نے ہمیشہ امن کو ہر حال میں مقدم رکھا اور پر امن ماحول میں ترقی کی ہے۔ جنگ سے بچنے کے معاہدات کو ترجیح دی ہے۔ حقیقی مسلمان اُسوقت بھی امن پسند تھا اور آج بھی ہے۔ قرآنی تعلیم الصلح خیر اور لااکراہ فی الدین پر اُس وقت عمل پیرا تھا اور آج بھی ہے۔

مدینہ میں مختلف قبائل کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا اور مکہ والوں کے ساتھ آپ نے معاہدہ کیا حالانکہ اس معاہدے میں بظاہر سخت شرائط تھیں۔ بہت سے مسلمان ان شرائط کے ساتھ معاہد کے لئے تیار نہیں ہو رہے تھے مگر آپ نے صلح نامہ پر دستخط فرمائے۔ صلح نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے تمام ۱۴۰۰ صحابہ مرمٹنے کے لئے تیار ہو گئے تھے اور اپنے آقا کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے کہ مکہ والوں سے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لیں گے۔ یہ آپؐ کی صلح جوئی اور امن پسندی تھی، صلح پر دستخط فرما دیے۔

مختصر جائزہ: صاحب دانش وعقل غور کریں، کفار مکہ نے ۱۳ سال تک مسلمانوں و ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا۔ جب مدینہ گئے تو کفار نے ایک کے بعد دوسری جنگ میں ۶ سال تک الجھائے رکھا اور مسلمانوں سے پرسکون زندگی گذارنے کا حق چھین لیا تھا۔ یہ ۱۹ سال کا عرصہ بنتا ہے۔ اس عرصہ میں اگر حساب لگایا جائے تو روزانہ ایک دن میں ایک مسلمان ہوا کرتا تھا لیکن صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو امن و صلح کا وقت ملا تو صرف دو سال میں مسلمانوں کی تعداد میں اسقدر اضافہ ہوا کہ روزانہ ۴۶ افراد حلقہ بگوش اسلام ہوتے تھے۔ غور طلب بات ہے۔

صلح حدیبیہ میں کل مسلمان ۱۴۰۰ سو تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ پس اس تاریخی حقیقت سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلام جبر سے نہیں پھیلا ہے۔ اسلام اپنی روشن تعلیمات اور دلائل سے دلوں کو فتح کرتا ہے۔ امن کے دور میں آپؐ نے بادشاہوں کو دعوت اسلام دی جن میں سے بعض ایمان لائے فتح مکہ ۸ ہجری ماہ رمضان دسمبر ۶۲۹ میں سلیمان نبی کی پیشگوئی کے مطابق دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے۔ یہ وہ دن تھا جب کفار مکہ کے ظلموں کا بدلہ لیا جا سکتا تھا اور شریروں اور مفسدوں کو واقعی سزا دی جا سکتی تھی لیکن یہ اعلان عام فرمایا کہ آج کسی ظالم کو اُس کے ظلم کی سزا نہیں دی جائے گی۔

لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

تاریخ مذاہب میں اس قسم کی عفو ودر گزر کرنے کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ صرف اور صرف بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلعم اور عالمگیر اسلام کا خاصہ ہے۔

خدا تعالیٰ سے محبت اور اُس کی عبادت: آپ کی ساری زندگی عشق الٰہی سے معمور نظر آتی ہے، دن اور رات عبادت میں مشغول رہتے تھے نصف رات گذرنے پر آپ خدا کی عبادت کیلئے کھڑے ہو جاتے اور صبح تک عبادت کرتے چلے جاتے یہاں تک کہ بعض دفعہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ نماز کی پابندی کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ سخت بیماری کی حالت میں جبکہ خدا کی طرف سے گھر میں نماز پڑھ لینے اور لیٹ کر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہوتی ہے، آپ سہارا لیکر مسجد میں نماز پڑھانے کیلئے آتے۔

شرک سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ وفات کے وقت جبکہ آپ جان کنی کی تکلیف میں مبتلا تھے۔ آپ فرماتے جاتے تھے خدا اُن یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنا لیا ہے۔

آپ کی زندگی کا مقصد دنیا میں خدا کی عظمت و جلال کو قائم کرنا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے متبعین کو بھی ہمیشہ اور ہر آن خدا سے تعلق قائم کرنے خدا کی عبادت کرنے اور اس سے محبت کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ دنیا میں ضرور رہتے تھے لیکن دنیا کی جاہ حشمت دولت وثروت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ آپ چاہتے تو دنیاوی بادشاہوں اور حکمرانوں کی طرح اپنے لئے اچھا سے اچھا محل تعمیر کر سکتے تھے۔ فاخرانہ لباس زیب تن کر سکتے تھے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کی مرغن غذاؤں کا استعمال کر سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے دنیا کو کبھی اہمیت نہیں دی اس وقت کے بادشاہوں اور حکمرانوں سے یا اس دور کے صاحب اقتدار دنیاداروں سے موازنہ کیا جائے تو کوئی نسبت نظر نہیں آتی۔

آپؐ کا کھانا پینا: حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جَو کی روٹی بھی کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلعم نے کبھی تین دن متواتر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور یہی حالت رسول اللہ صلعم کی وفات تک رہی۔

آپ کا لباس: آپ کا لباس کرتہ اور تہ بند یا کرتہ اور پاجامہ ہوتا تھا۔ آپ ریشمی کپڑا کبھی نہیں پہنتے تھے نہ دوسروں کو ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دیتے تھے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے سفیروں سے ملاقات کے وقت جبہ پہننے کی تجویز دی۔ آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا۔ فرمایا: خدا نے مجھے ان باتوں کیلئے پیدا نہیں کیا کی باتیں ہیں۔

بستر میں سادگی

آپؐ کا بستر بھی نہایت سادہ تھا۔ بالعموم ایک چمڑا یا اونٹ کے بالوں کا ایک کپڑا ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ہمارا بستر اتنا چھوٹا تھا کہ جب رسول اللہ صلعم رات کو عبادت کیلئے اٹھتے تو میں ایک طرف ہو کر لیٹ جاتی اور بوجہ اس کے کہ بستر چھوٹا ہوتا تھا جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں ٹانگیں لمبی کر لیا کرتی اور جب آپ سجدہ کرتے تو میں ٹانگیں سمیٹ لیا کرتی۔

مکان اور رہائش میں سادگی: رہائشی مکان کے متعلق بھی آپ سادگی پسند کرتے تھے۔ بالعموم گھروں میں ایک کمرہ ہوتا تھا اور چھوٹا سا صحن اس کمرہ میں ایک رسی بندھی ہوتی تھی جس پر کپڑا ڈالکر ملاقات کے وقت میں آپؐ ملنے والوں سے علیحدہ بیٹھ کر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔ زمین پر بستر بچھا کر سوتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ کے زمانہ میں ہمیں کئی دفعہ صرف پانی اور کھجور پر ہی گذارہ کرنا پڑتا تھا۔

آپ کی جائیداد: حضرت عمرو بن حرثؓ فرماتے ہیں:۔ رسول اکرمؐ نے اپنی وفات کے وقت کچھ نہیں چھوڑا۔ نہ کوئی درہم، نہ کوئی دینار، نہ غلام، نہ لونڈی اور نہ کچھ اور سوائے اپنی سفید خچر اور زرہ کے جو ایک یہودی کے پاس گروی پڑی ہوئی تھی۔

راستی پسند لوگوں سے اپیل ہے کہ وہ شاہ دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی جائیداد اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو اُس کی تفصیلات سے دنیا کو آگاہ کریں......!

☆☆☆☆☆☆

ہم وہی لوگ ہیں ......!!

جن کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے — جن کے بستے ہوئے گھر جلائے گئے
وہ جو ہر دور میں آزمائے گئے — بے گناہ جو لہو میں نہائے گئے
ہم وہی ہوگ ہیں، ہم وہی لوگ ہیں

وہ جو رسمیں وفا کی نبھا کے چلے — شہر جاناں کو سب کچھ لُٹا کے چلے
اپنے پیاروں کی لاشیں اُٹھا کے چلے — ہر قسم ضبط غم آزما کے چلے
ہم وہی ہوگ ہیں، ہم وہی لوگ ہیں

وہ جنہوں نے جفاؤں کو مانا نہیں — چار دن کے خداؤں کو مانا نہیں
جبر کی انتہاؤں کو مانا نہیں — قاتلوں ، بے وفاؤں کو مانا نہیں
ہم وہی ہوگ ہیں، ہم وہی لوگ ہیں

وہ جو قصوں کتابوں میں مشہور تھے — کلمۂ حق جو کہنے پہ مامور تھے
وہ جو محصور تھے وہ جو مجبور تھے — وہ جو سقراط تھے وہ جو منصور تھے
ہم وہی ہوگ ہیں، ہم وہی لوگ ہیں

وہ جو حرفِ وفا معتبر کر گئے — یوں جلے شب نگر میں سحر کر گئے
وہ جو اُجڑے چمن با ثمر کر گئے — عشق اپنے لہو سے امر کر گئے
ہم وہی ہوگ ہیں، ہم وہی لوگ ہیں

(مبارک صدیقی، پاکستان)

اعتراض نمبر 6 اور 7 کا جواب

(مکرم منصور احمد صاحب مسرور، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اعتراض نمبر :6اور7

(۶) اسلامی شریعت اپنی نیچر کے لحاظ سے ڈکٹیٹرانہ ہے۔ اس میں مذہب اور ریاست علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں۔ جو بھی قرآن مجید میں لکھا ہے اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ بغیر کسی تنقید کے اس کو ماننا ضروری ہے۔

(۷) اسلام جمہوریت اور انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ اسلام میں اخلاقی ضابطہ نہیں پایا جاتا۔ اسلام میں عورتوں کو مردوں سے کم تر سمجھا جاتا ہے اس لئے مسلمان مرد عورتوں پر ظلم کرتے ہیں۔ یہ قرآنی تعلیم کا اثر ہے۔

چرچ کے پادری صاحب کا یہ اعتراض حد درجہ جہالت پر مبنی ہے۔ مسلمان تو اس بات پر بہت خوش ہیں کہ اُنہیں ہر لحاظ سے ایک کامل اور مکمل کتاب ملی ہے جس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں جو قیامت تک قابل عمل رہے گی۔ جیسا کہ ڈیڑھ ہزار سال سے قابل عمل چلتی چلی آرہی ہے۔ پادری صاحب کا یہ اعتراض تب لائق اعتنا سمجھا جاتا جب مسلمان قرآن مجید پر ایک طرف ایمان بھی لاتے اور دوسری طرف اس تکلیف کا اظہار بھی کرتے کہ آخر اس کتاب میں تبدیلی کی کوئی گنجائش کیوں نہیں ہے اور کیوں اس کی تمام تعلیمات کو ہو بہو ماننا پڑ رہا ہے۔ قابل غور ہے کہ پادری صاحب کا اعتراض تبھی درست سمجھا جا سکتا تھا جب مسلمان قرآن مجید کی ناقص تعلیم ہونے کے سبب کسی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کرتے۔ اگر مسلمان خوش ہیں اور یقیناً اور بہت خوش ہیں تو پھر پادری صاحب کا اعتراض کرنا دوسرے یہ کہ اگر قرآن مجید سے مزید کوئی اور کتاب پادری کی نظر میں ہے تو پہلے اس کو پیش کرے۔

قرآن مجید اپنے عناوین کو تنقید کی کھلی دعوت دیتا ہے

رہا یہ سوال کہ اسلامی شریعت میں تنقید کی گنجائش نہیں۔ سو اس کے جواب میں عرض ہے کہ قرآن پاک اپنے مخالفین کو تنقید کی کھلی دعوت دیتا ہے۔ اپنی ہر بات دلیل سے منواتا ہے اور اپنے مخالفین و منکرین سے دلیل کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ جہاں تک قرآن مجید کے متبعین کا سوال ہے وہ اس کتاب پر جس پر وہ دل و جان سے ایمان لا چکے ہیں اور جسے وہ ہر لحاظ سے شاندار اور قابل عمل سمجھتے ہیں کیونکر تنقید کر سکتے ہیں۔ پادری صاحب خواہ مخواہ بغض و تعصب میں اندھے ہو رہے ہیں۔ بھلا وہ بتائیں تو سہی کہ کیا وہ مسیح اور اُن کی والدہ کو جن پر وہ ایمان لا چکے ہیں تنقید کا نشانہ بنائیں گے۔ لیکن جو اُن پر ایمان نہیں لاتے اُن کا البتہ حق ہو سکتا ہے کہ وہ مسیح کی نبوت اور اُن کی والدہ کی عفت کی دلیل مانگیں۔ ایسے میں پھر پادری صاحبان کا فرض ہوگا کہ اُن کا تسلی بخش جواب دیں۔

قرآن کریم دلائل و براہین اور حکمت و دانائی سے بھری ہوئی کتاب ہے۔ بے دلیل بات ماننے والوں کو ملزم ٹھہراتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ ایمان کی بنیاد دلائل اور براہین پر ہونی چاہئے۔ قرآن مجید فرماتا ہے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔

(انفال: آیت ۴۳)

ترجمہ: ”تا کہ کھلی کھلی حجت کی رو سے جس کی ہلاکت کا جواز ہو وہی ہلاک ہو اور کھلی کھلی حجت کی رو سے جس زندہ رہنا چاہئے وہی زندہ ہے“

پس اس سے شاندار بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ بات اُسی کی مانی جائے گی جو اپنی بات دلیل سے منوالے اور جو دلیل نہ دے سکے اُس کی بات ہرگز قابل قبول نہ ہو۔ یہ کھلی تنقید کی دعوت نہیں تو اور کیا ہے؟ پادری صاحب کو چاہئے تھا کہ اپنی بات کو ثابت کرنے کیلئے کچھ دلیل اور ثبوت بھی لیکر آتے محض اعتراض کر کے انہوں نے ثابت کر دیا کہ اُن کی بات مجذوب کی بڑ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

قرآن مجید دعویٰ کی بنیاد پر رکھنے پر کس قدر زور دیتا ہے چند نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتا ہے:

”اور وہ کہتے ہیں کہ ہرگز کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا سوائے ان کے جو یہودی یا عیسائی ہوں۔ یہ محض ان کی خواہشات ہیں تو کہہ کہ اپنی کوئی مضبوط دلیل تو لاؤ اگر تم سچے ہو“ (بقرہ آیت ۱۱۲)

اسی طرح فرماتا ہے: ”کیا انہوں نے اس کے سوا کوئی معبود بنا رکھے ہیں؟ تو کہہ دے کہ اپنی قطعی دلیل لاؤ“ (انبیاء آیت ۲۵)

اسی طرح فرماتا ہے: ”یا وہ کون ہے جو تخلیق کا آغاز کرتا ہے پھر وہ اُسے دہراتا ہے اور کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق عطا کرتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ تو کہہ دے اپنی قطعی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (نمل آیت ۶۵)۔ پس قرآن مجید تنقید سے نہیں روکتا بلکہ بار بار اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ جو بھی بات کی جائے دلیل سے کی جائے اور عقائد اور ایمان کی بنیاد بصیرت پر ہو اور بصیرت کا ایک ذریعہ تنقید بھی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ ادعو اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف: ۱۲)

یعنی اے ہمارے رسول! اپنے منکروں سے کہہ دے کہ میرا راستہ مذکورہ بالا راستہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اور میں اور میرے متبع کسی بے دلیل بات کو نہیں مانتے بلکہ ہم سوچ سمجھ کر اور دلائل قطعیہ کی بنا پر جو شک و شبہ سے بالا ہوتے ہیں، ایمان لاتے ہیں“۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۰)

قرآن مجید میں کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں

قرآن مجید شروع سے لیکر آخر تک خدا کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وما ینطق عن الهوى ان هو الا وحی یوحی (سورہ النجم) کہ یہ قرآن تو سراسر وحی الٰہی پر مشتمل ہے۔

پس جو کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کی نظیر قیامت تک کے حالات سے واقف ہے وہ کلام کسی بھی لحاظ سے ناقص نہیں ہو سکتا۔ پس قرآن مجید کی بے نظیر خوبیوں میں سے یہ ہے کہ (۱) یہ عالمگیر شریعت ہے (۲) آخری شریعت ہے (۳) قیامت تک کیلئے ہے۔ (۴) آج تک بغیر کسی زیر و زبر کی تبدیلی کے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی (۵) علم و عرفان اور حکمت و دانائی کا سمندر ہے۔ (۶) کسی بھی حکم کو زبردستی نہیں منواتا (۷) ہر دعویٰ کی دلیل اور ہر ایک حکم کی حکمت بتاتا ہے (۸) ہر قسم کی لغو یات سے پاک ہے (۹) اس کے اندر کسی بھی قسم کا کوئی اختلاف نہیں (۱۰) وہ نور ہے جو ہر قسم کے ظلمات کو دور کرتا ہے اور ایسا حق ہے کہ باطل اس کے سامنے ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔

قرآن مجید کی صداقت کے بے شمار دلائل ہیں لیکن بطور نمونہ صرف تین دلیلیں پیش ہیں:۔ ا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”پس کیا وہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے“

(سورہ نساء: ۸۳)

”اس آیت کریمہ میں قرآن کی صداقت کی یہ دلیل دی گئی ہے کہ اس کی آیات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ یہ ۲۳ سال تک ایک نبی اُمیؐ پر نازل ہوتا رہا ہے۔ ۲۳ سال کے عرصہ میں کتنی ہی باتیں اکثر بہت پڑھے لکھے آدمیوں کو بھی بھول جاتی ہیں تو ایک نبی اُمی کیلئے کیسے ممکن تھا کہ وہ کتاب اپنی طرف سے بناتا اور اس میں کوئی اختلاف نہ ہوتا“۔

(ترجمۃ القرآن خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ ۱۴۵)

قرآن مجید کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ“ (حجر: ۱۰) یہ سورۃ مکی ہے۔ مکی زندگی کے آخری سال بھی نہایت خطرناک تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت شعب ابی طالب میں محبوس تھے جبکہ مسلمانوں کو اپنی حفاظت کیلئے جگہ نہ ملتی تھی۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ فرشتوں کی کیا ضرورت ہے ہم خود اس کی حفاظت کریں گے کتنا، زوردار اور پرشوکت دعویٰ ہے۔ اس فقرہ ...... کی طاقت کو وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو عربی جانتے ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جب مسلمان خود گھرے ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ تم سارا زور لگا لو اور قرآن مجید کے مٹانے کیلئے پوری طاقت خرچ کر دو ہم خود اس کی حفاظت کریں گے اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ ان مخالفتوں کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی آزاد ہوتے ہیں۔ آپؐ کو ترقی ملتی ہے۔ ایک عظیم الشان جماعت آپ کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور قرآن مجید کی کما حقہ حفاظت ہوتی ہے اور آج تک ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ کیا یہ بے نظیر حفاظت دنیا کی اور کسی مذہبی کتاب کو حاصل ہوئی ہے؟“ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۶)

سر ولیم میور اپنی کتاب ”لائف آف محمد“ میں لکھتے ہیں ”ہمارے پاس ہر ایک قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے وہی ہے جو خودؐ (ﷺ) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے“ (بحوالہ تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۱۶) ایک اور مشہور متشرق نولڈکے لکھتا ہے۔

یوروپین علماء کی یہ کوششیں کہ وہ ثابت کریں کہ قرآن میں بعد کے زمانہ میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے بالکل ناکام ثابت ہوئی ہیں (بحوالہ ایضاً)

قرآن مجید کے مقابل پر انجیل کی کیا حیثیت ہے ملاحظہ فرمائیں۔ خود انجیل کا ماننے والا اور قرآن کا مخالف سر ولیم میور لکھتا ہے ”مسلمانوں کی بالکل پاک اور غیر تبدیل شدہ کتاب اور ہماری کتب کے مختلف نسخوں کے باہمی اختلاف کا مقابلہ کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کیا جائے جن میں باہمی کوئی بھی مشابہت نہیں۔ (بحوالہ ایضاً)

قرآن مجید کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید دُنیا کو یہ چیلنج دیتا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ کلام اللہ جلّ شانہ کی طرف سے نہیں تو پھر تم سب ملکر اس جیسا قرآن بنا کر دکھا دو۔

(بنی اسرائیل آیت ۸۹)

اس چیلنج پر ڈیڑھ ہزار سال ہو رہے ہیں باوجود

شریف جیولرز ربوہ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد ربوہ

00-92-476214750 فون ریلوے روڈ

00-92-476212515 فون اقصیٰ روڈ ربوہ پاکستان

قرآن مجید کی ہزار مخالفت کے دُنیا آج تک اس چیلنج کو قبول نہ کرسکی۔ پس روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ اللہ جلّ شانہ کا کلام ہے۔ اور اللہ کے کلام میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' قرآن کریم پر تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ اب تک اس کی تعلیم قابل عمل ہے اور قابل عمل رہے گی۔ جو کتب خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتیں وہ آج لکھی جاتی ہیں اور کل ان کے خلاف انہی کے ماننے والے کہنے لگتے ہیں اور اس پر عمل اُٹھ جاتا ہے لیکن قرآن کریم پر برابر عمل ہو رہا ہے بلکہ جو لوگ اسے چھوڑ رہے تھے اب پھر اس کی تعلیم کی طرف واپس آرہے ہیں۔ یورپین تہذیب کے دلدادہ پھر اس کی ظاہری خوبصورتی کا تلخ تجربہ کرلینے کے بعد دوبارہ قرآن کریم کی ٹھوس تعلیم کی خوبی کے قائل ہو رہے ہیں۔ سؤر کی حُرمت ، شراب کی ممانعت ، کثرت ازدواج کی اجازت، طلاق، عورت اور مرد کے اختلاط میں حزم و احتیاط ، ورثہ وغیرہ بیسیوں امور ہیں کہ جن میں قرآنی اصول کی برتری کو دُنیا پھر تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ اور اس طرح قرآن کی عمر جو ہمارے نزدیک تو قیامت ہے دشمنوں کے نزدیک بھی لمبی ہوتی نظر آتی ہے'' (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۷۴)

جــــواب: جاننا چاہئے کہ اسلام کا جو نظریہ حکومت ہے انتہائی منظّم پاکیزہ پرامن ہر قسم کی خوبیوں سے مالا مال اور ہر قسم کی برائیوں سے مبرّا ہے۔ آج کی جمہوریت اس کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ اسلام کا نظریہ حکومت ذیل میں ملاحظہ فرمائیں اور پھر آج کی جمہوریت سے اس کا موازنہ کرکے دیکھ لیں (۱) اسلام یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اللہ کا ہے۔ بادشاہت اور حکومت بھی اسی کی طرف سے ملتی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

'' تو کہہ دے اے میرے اللہ ! سلطنت کے مالک ! تو جسے چاہے فرمانروائی عطا کرتا ہے۔ اور جس سے چاہے فرمانروائی چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہے عزت بخشتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے۔ خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے'' (آل عمران:۲۷)

پس اسلامی نقطہ نگاہ سے عہدہ کوئی ذاتی جاگیر نہیں بلکہ اللہ جلّ شانہ کی طرف سے عطا کردہ ایک امانت ہوتا ہے اور جسے ملے اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر لحاظ سے اس کی حفاظت کرنے اور خیانت کا مرتکب نہ ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: اے لوگو! حکومت جو کہ ایک امانت ہے تم یہ امانت اُس کے سپرد کردو جو اس کا صحیح معنوں میں اہل ہو اور جب امانت سپرد ہو جائے تو پھر حاکم کیلئے یہ حکم جاری فرمایا کہ تم لوگوں کے درمیان عدل اور انصاف کے ساتھ حکومت کرنا (نساء:۵۸)

گبن یورپ کا ایک مشہور عیسائی مورّخ ہے۔ اس نے روم کے حالات کے متعلق ایک تاریخی کتاب لکھی ہے وہ اس کتاب میں ملک شاہ کے متعلق جو الپ ارسلان کا بیٹا تھا بیان کرتا ہے کہ ابھی چھوٹی عمر کا تھا کہ اس کا والد فوت ہوگیا۔ اس کے مرنے کے بعد ملک شاہ کے ایک چچا ایک چچازاد بھائی اور ایک سگے بھائی نے بالمقابل بادشاہت کا دعویٰ کر دیا اور آپس میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ نظام الدین طوسی ملک شاہ کے وزیر اعظم تھے اور چونکہ وہ شیعہ تھے انہوں نے ملک شاہ سے درخواست کی کہ آپ میرے ساتھ امام موسیٰ رضا کے مزار پر دُعا کیلئے تشریف لے چلیں تا کہ اللہ تعالیٰ اس جنگ میں آپ کو کامیاب فرمائے۔ مالک شاہ چل پڑا اور اس نے وہاں دُعا کی جب دُعا سے فارغ ہوئے تو ملک شاہ نے نظام الدین طوسی سے کہا کہ بتائیں کہ آپ نے کیا دُعا کی ہے۔ اُس نے کہا: میں نے تو یہ دُعا کی ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو فتح بخشے۔ ملک شاہ نے کہا لیکن میں نے تو یہ دُعائیں نہیں کی۔ میں نے تو یہ دُعا کی ہے کہ اے میرے ربّ! اگر میرا بھائی مسلمانوں پر حکومت کرنے کا مجھ سے زیادہ اہل ہے تو اُسے کامیابی بخش اور میری جان اور میرا تاج مجھ سے واپس لے لے۔ اگر میں اس امانت کو زیادہ عمدگی سے ادا کرنے کے قابل ہوں تو پھر تو مجھے کامیابی عطا فرما۔

گبن ایک نہایت ہی متعصب عیسائی مؤرخ ہے مگر اس واقعہ کے سلسلہ میں وہ بے اختیار لکھتا ہے کہ اس مسلمان نوجوان شہزادہ کے اس قول سے زیادہ پاکیزہ اور وسیع نظریہ تاریخ کے صفحات میں تلاش کرنا ناممکن ہے اور عیسائیت کے بوڑھے بادشاہ بھی ایسے اخلاق کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ یہ رُوح جو مسلمانوں کے اندر پیدا ہوئی۔ اس بات کا نتیجہ تھی کہ اسلام نے اُن کے دماغوں میں بڑی سختی کے ساتھ یہ بات مرکوز کردی تھی کہ حکومت بھی ایک امانت ہے اور تمہارا کام یہ ہے کہ تم کبھی کسی امانت میں خیانت نہ کرو۔'' (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۲)

۳۔ روٹی کپڑا اور مکان کارٹ تو یہ آج لگا رہے ہیں جبکہ قرآن کریم نے بنی نوع انسان کے اس بنیاد حق کی طرف ڈیڑھ ہزار سال پہلے ہی توجہ دلا دی تھی۔ فرماتا ہے: تیرے کئے مقدر ہے کہ نہ تو اُس میں بھوکا رہے نہ ننگا اور یہ (بھی) کہ نہ تو اُس میں پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں جلے (سورۃ طٰہٰ:۱۲۰)

اِس زمانہ کے دانشوروں کی نظر چند سال پہلے تک پانی کی طرف نہیں گئی تھی۔ آج انہیں پانی کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو رہا ہے جبکہ اللہ جلّ شانہ نے جو کہ عالم الغیب ہے روٹی کپڑا اور مکان کے ساتھ پانی کو بھی بنی نوع انسان کی بنیادی ضرورت میں شامل فرمایا کہ یہ بھی شہری کا حق ہے کہ حکومت اُسے صاف پانی مہیا کرے۔

۴۔ اسلام کہتا ہے کہ عہدہ نہ مانگا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہدہ مانگنے اور عہدے کی خواہش کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پس اسلام منع کرتا ہے کہ کوئی خود کو پیش کرے یا کسی سے کہے کہ میرا نام پیش کرو۔

(۵) عہد کی پابندی پر اسلام بہت زور دیتا ہے۔ نقضِ عہد بے حد معیوب برائی ہے جو نقضِ امن کا موجب بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

'' اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو عہدوں کو پورا کرو (مائدہ:۲) پھر فرماتا ہے:'' عہد کو پورا کرو۔ یقیناً عہد کے بارہ میں پوچھا جائے گا'' (بنی اسرائیل ۳۵) پھر فرماتا ہے'' ہاں، کیوں نہیں جس نے بھی اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو اللہ متقیوں سے محبت کرنے والا ہے''۔ (آل عمران:۷۷)

۶۔ حکومت کے اہم معاملات باہمی مشورہ سے طے ہونے چاہئیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے'' شاورھم فی الامر'' (آل عمران:۱۶۰)

یعنی ہر اہم معاملات میں مؤمنین سے مشورہ کرلیا کر۔ جنگ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان فارسیؓ عنہ سے مشورہ فرمایا اور آپؐ کے مشورہ سے خندق کھودی گئی۔

یہ چند موٹی موٹی خوبیاں اسلامی نظریہ حکومت کی بیان کی گئی ہیں طرز حکومت خواہ کوئی ہو اس میں یہ خوبیاں ہونی چاہئیں۔ اِسلام کا نظریہ حکومت بعض لحاظ سے جمہوریت سے ملتا جُلتا ضرور ہے لیکن اس سے کہیں شاندار اور کہیں بڑھ کر۔ دراصل مغرب نے جمہوریت اسلام سے ہی سیکھی ہے اور نہ صرف جمہوریت سیکھی ہے بلکہ بہت سی اسلامی تعلیمات کو اپنانے پر وہ مجبور ہو رہے ہیں۔

عیسائیت کی نرمی کی تعلیم ایسی ہے کہ آج تک اس تعلیم پر انہیں عمل کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ بجائے دوسرا گال دکھانے کے اُن کی آتش غضب اس قدر بھڑک جاتی ہے کہ مدّمقابل کو وہ بھسم کر دینا چاہتے ہیں۔ آپس میں وہ خواہ کتنے ہی نرم ہوں اور انصاف سے کام لیں لیکن غیروں کے ساتھ سنگین سے سنگین جرم کرتے ہوئے انہیں شرم تک نہیں آتی جبکہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ تم دُشمن کے ساتھ بھی انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ (مائدہ:۹)

نیز فرماتا ہے'' بدی کا بدلہ کی جانے والی بدی کے برابر ہوتا ہے۔ پس جو کوئی معاف کرے بشرطیکہ وہ اصلاح کرنے والا ہو تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا'' (شوریٰ ۴۱)

اب اس تعلیم کا موازنہ عیسائیت کی نرمی والی تعلیم سے کرتے دیکھ لیا جائے جو تعلیم اسلام نے پیش کی ہے اس پر ڈیڑھ ہزار سال سے عمل ہو رہا ہے اور قیامت تک عمل ہوتا رہے گا لیکن عیسائیت کی نرمی کی تعلیم پہلے بھی متروک تھی اور اب بھی متروک اور محزول ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ انہیں خود آج تک اس پر عمل کی توفیق نہیں ملی۔

صرف اسلام ہی ہے جس نے عورت کو اس کا صحیح مقام اور مرتبہ عطا کیا

صرف اور صرف اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو ذلّت اور پستی سے اُٹھا کر نہایت عزّت والے مقام پر فائز فرمایا۔ عورت کو اس کے ہر قسم کے حقوق دلوائے۔ معاشرے میں مرد کے شانہ بشانہ کھڑا کیا۔ قرآن مجید فرماتا ہے:'' میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ مرد ہو یا عورت'' (آل عمران:۱۹۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تمہاری ماؤں کے قدموں میں ہے کسی مذہب نے بھی ماں کا رُتبہ اتنا بلند نہیں کیا۔ بیٹیوں کے تعلق میں فرمایا کہ جو اپنی دو بیٹیوں کی اچھی تربیت کرے انہیں اخلاق سکھائے اور اُن کی شادی کرے وہ جنت میں جائے گا۔

ماں کو اپنی اولاد کی جائیداد سے بیٹیوں کو والدین کی جائیداد سے اور بہنوں کو بھائیوں کی جائیداد سے اور بیوی کو شوہر کی جائیداد سے ترکہ دلوایا۔ نیکی کے راستے ان کیلئے کُھلے رکھے کوئی عورت اگر چاہے تو وہ نیکوں میں مردوں سے بھی آگے بڑھ سکتی ہے۔ وہ صدیق شید اور صالح بن سکتی ہے البتہ وہ اپنی طبعی بناوٹ کی وجہ سے نبی نہیں بن سکتی لیکن نبی کی ماں ضرور بن سکتی ہے۔ قرآن مجید نے یہ واضح اعلان فرمایا کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ نساء:۲۰) کہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی سے سلوک کرنے میں سب سے اچھا ہے اور فرمایا کہ تم سب میرا نمونہ دیکھو کہ میں اپنی ازواج سے حسن سلوک کے معاملہ میں تم سب سے اچھا ہے اور فرمایا کہ تم سب میرا نمونہ دیکھو کہ میں اپنی ازواج سے حسن سلوک کے معاملہ میں تم سب سے اچھا ہوں۔ مجبوری کے حالات کے پیش نظر جہاں مردوں کو طلاق کا حق دیا وہیں عورتوں کے معاملہ میں تم سب سے اچھا ہوں۔

اسلام نے مجبوری کے حالات کے پیش نظر جہاں مردوں کو طلاق کا حق دیا وہیں عورتوں کو خلع کا حق بھی عطا فرمایا اور کسی بھی لڑکی کی شادی اُس کی مرضی اور پسند کے بغیر زبردستی کر دینے سے منع فرمایا۔ بیواؤں اور یتیم بچیوں کی شادی کی تاکید فرمائی۔ ذیل میں بطور نمونہ عورتوں سے متعلق بائبل اور قرآن مجید کی تعلیم کا مختصر موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔

بائیبل اور عورت

بائیبل نے عورت کو مرد کے مقابلہ میں ایک دوسرے درجے کی مخلوق تسلیم کیا ہے۔ بعض ایام میں اس کو نہایت ناپاک قرار دیا ہے۔ عہد نامہ جدید کی کتاب قرنتیوں میں لکھا ہے:-

”تمہاری عورتیں کلیسے میں چپکی رہیں کہ انہیں بولنے کا حکم نہیں۔ بلکہ چاہئے کہ فرمانبردار رہیں جس طرح شریعت میں بھی لکھا ہے اور اگر وہ کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے خصم سے پُوچھیں کیونکہ شرم کی بات ہے کہ عورتیں کلیسے میں بولیں۔“

عورت کے دوسرے درجے کے ہونے کی وجہ بائیبل نے یہ بتائی ہے کہ عورت نے آدم کو بہکایا تھا جس کی وجہ سے آدم کو باغ عدن سے نکلنا پڑا۔ اس کے بعد سے اللہ نے عورت کو یہ سزا دی ہے کہ:-

” مَیں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور درد سے تُو لڑکے جنے گی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔“ (پیدائش 3/13,16)

لیکن قرآن مجید فرماتا ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُم عَلٰى بَعْضٍ۔ (النساء:35)

کہ مرد عورتوں کے محافظ ہیں ان کے Safty guard ہیں اور اس لئے کہ عورتوں کی نسبت اللہ نے مردوں کو مضبوط قویٰ کی فضیلت بخشی ہے۔ حقوق کے اعتبار سے مرد و عورت ہر دو کے حقوق بالکل برابر ہیں۔ فرمایا: - وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِى عَلَيْهِنَّ بِالمَعْرُوفِ (البقرہ: 229)

یعنی ان عورتوں کے ویسی ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نصف دین عائشہ سے سیکھو۔ لیکن دوسری طرف انجیل کا یہ فرمان ہے کہ عورتیں بالکل خاموش رہیں۔

بائیبل بتاتی ہے کہ عورت بحالت حیض و نفاس و حمل نہایت ناپاک مخلوق ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

” جو عورت کہ حاملہ ہو اور لڑکا جنے تو وہ سات دن تک ناپاک ہوگی۔“ (احبار 12/4)

”اور اگر لڑکی جنے تو لڑکے کی نسبت دوگنی ناپاک ہوگی۔“ (احبار 12/4)

پھر لکھا ہے:-

”اگر حیض والی عورت کو کوئی چھوئے گا بھی تو شام تک نجس رہے گا۔“ (احبار 15/19)

”جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے گا وہ اپنے کپڑے دھوئے اور غسل کرے۔ اگر مرد اس کے ساتھ لیٹے گا بھی تو سات دن تک ناپاک ہوگا۔ اور رہر وہ بستر جس پر مرد بیٹھے گا وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔“

(احبار: 15/24)

قرآن مجید عورت کے حیض و نفاس کے ایام کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ وہ چیز ہے جس سے عورت کو تکلیف محسوس ہوتی ہے اور چونکہ اخراج حیض و نفاس کے وقت مجامعت سے بیماری کا خطرہ ہے۔ اس لئے ان دنوں میں صرف مجامعت نہیں کرنی۔ علاوہ اس کے عورت کے ساتھ بیٹھنے لیٹنے میں، اس کے ساتھ کھانا کھانے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ عورت ان ایام میں چاہے جس بستر پر بیٹھ جائے وہ بستر ہرگز ناپاک نہیں ہوگا۔

بائیبل حکم دیتی ہے کہ اگر بیوہ شادی نہ کرے تو بہتر ہے لکھا ہے:-

” بیوہ اگر بن بیاہی رہے تو میری دانست میں زیادہ سعادت مند ہے اور میں جانتا ہوں کہ خدا کی رُوح مجھ میں ہے۔“ (1-قرنیتوں:7/40)

لیکن قرآن مجید فرماتا ہے کہ سوسائٹی کا فرض ہے کہ بیوہ کی، خاص طور پر جو جوان بیوہ ہے اس کی شادی ضرور کردی جائے۔ فرمایا:-

”وَانكِحُوا الاَيَامىٰ مِنكُم“ (النُّور: 33)

کہ جو تم میں سے بیوائیں ہو جائیں ان کی ضرور شادی کر دیا کرو۔

بائیبل کہتی ہے کہ بن بیاہے رہنا بہتر ہے۔ لکھا ہے:-

” سو مَیں بن بیاہے مردوں اور بیواؤں سے کہتا ہوں کہ وہ ایسے رہیں جیسا مَیں ہوں۔ لیکن اگر وہ ضبط نہ کر سکیں تو بیاہ کریں۔“

قرآن مجید نے شادی کرنے کو ضروری قرار دیتا ہے اور عیسائیوں کی رہبانیت کی رسم کو ایک بدعت قرار دیتا ہے جو کتاب مقدس میں ان پر فرض نہیں کی گئی تھی بلکہ بعد میں عیسائیوں نے خود ہی اپنے پر لادلی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:-

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِى قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ن ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ

(الحدید: 28)

یعنی پھر ہم نے ان کے آثار پر متواتر اپنے رسول بھیجے اور عیسیٰ بن مریم کو بھی پیچھے لائے اور اسے ہم نے انجیل عطا کی اور ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے اس کی پیروی کی نرمی اور مہربانی رکھ دی اور ہم نے ان پر وہ رہبانیت فرض نہیں کی تھی جو انہوں نے بدعت بنالی۔

اب قارئین خود ہی اندازہ لگالیں کہ بائیبل اور قرآن مجید ہر دو کی تعلیمات میں سے موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق کون سی تعلیم ہے اور کس تعلیم کے مطابق عیسائی اور مسلمان قانونی طور پر عمل کر رہے ہیں۔

اب سنئے تورات کی وہ تعلیم جو اس نے عورت کے متعلق دی ہے جس کا خاوند اس پر زنا کا الزام لگائے۔ عہد نامہ قدیم کی کتاب گنتی میں لکھا ہے:-

” پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو حکم کر اور کہہ کہ اگر کسی کی جورو گمراہ ہو جائے اور اس سے بیوفائی کرے اور کوئی اس عورت کے ساتھ ہمبستر ہو اور یہ اس کے شوہر سے پوشیدہ ہو اور پردہ کی بات رہے اور وہ ناپاک ہو جائے اور اس پر گواہ نہ ہو اور فعل کرتی ہوئی پکڑی نہ جائے اور اس کے شوہر کے دل میں غیرت کا خیال آئے اور وہ اپنی جورو سے غیرت کھائے......تو چاہئے کہ وہ اپنی جورو کو کاہن کے پاس حاضر کرے...... تب کاہن اس عورت کو نزدیک لائے...... اس عورت کو خدا کے حضور کھڑا کر کے اس کا سر ننگا کرے۔“

پھر لکھا ہے کہ کاہن اس عورت کو لعنت کی قسم دے۔ اس کو زہر ملا ہوا پانی پلائے اور کہے کہ یہ پانی جو لعنت کا سبب ہے جو تیرا انتڑیوں میں جا کے تیرا پیٹ پھلائے۔ تیری ران سڑائے۔

لکھا ہے کہ اگر تو وہ عورت زانیہ نہیں ہوگی تو زہر مِلا پانی اُس پر کوئی اثر نہیں کرے گا اور اگر زانیہ ہوگی تو زہر ملا پانی اس کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔

(گنتی: 5/11,31)

یہ ظالمانہ تعلیم تو اس عورت کے متعلق ہے جس پر اس کا شوہر الزام لگائے لیکن یہ نہیں لکھا کہ اگر مرد پر عورت الزام لگائے تو کیا یہ زہر مِلا پانی مرد کو بھی پلایا جائے گا۔ یہ ہے وہ بھاری تفریق اور ظلم جو موجودہ بائیبل مرد اور عورت کے درمیان کرتی ہے۔

لیکن قرآن مجید ایسے مرد کو جو اپنی عورت پر زنا کا الزام لگاتا ہے اور گواہیاں موجود نہ ہوں، درج ذیل تعلیم دیتا فرماتا ہے:-

”اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو اللہ کی قسم کھا کر چار بار گواہی دینی ہوگی کہ وہ یقیناً سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اللہ کی اس پر لعنت ہے اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔

اور اس عورت سے یہ بات سزا ٹال دے گی کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار گواہی دے کہ وہ یقیناً (مرد) جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہنا ہوگا کہ اس (یعنی عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہو اور اگر وہ (مرد) سچوں میں سے ہے۔ (النور: 7 تا 9)

اب دیکھئے کہ بائیبل میں سراسر الزام عورت پر دے دیا گیا ہے اور غریب عورت کو زہر پینے پر مجبور کیا جارہا ہے لیکن اسلامی شریعت میں ایسے حالات میں مرد و عورت دونوں کو برابر قسم کھانے کیلئے کہا جارہا ہے۔ غور کیجئے کہ کس قدر مساوات کی تعلیم ہے۔ اور بائیبل کی شریعت میں عورت پر کس قدر ظلم ہے کہ جب اسے زہریلا پانی پلایا جائے گا تو چاہے تو وہ معصوم و مظلوم ہو یا گناہگار لازماً موت اس کے مقدر میں ہوگی۔

اب ملاحظہ فرمائیے عورت و مرد کے درمیان بائیبل کی ظالمانہ تفریق۔ لکھا ہے:-

” اگر کوئی شوہر اپنی بیوی پر الزام لگائے کہ شادی سے قبل یہ کنواری نہیں تھی تو اس عورت کا باپ شہر کے بزرگوں کے پاس اپنی بیٹی کے کنوارے پن کی نشانیاں پیش کرے۔ اگر وہ باپ اپنی بیٹی کو کنوارہ ثابت کردے گا تو اس کے خاوند کو جرمانہ ہوگا جو وہ لڑکی کے باپ کو ادا کرے گا لیکن اگر وہ لڑکی واقعی کنواری نہ نکلی اور شادی سے پہلے اس کی حرامکاری ثابت ہوگئی تو اس لڑکی کو پتھراؤ کر کے مار دیا جائے۔

(استثناء: 22/13-22)

یہ ہے عورت کے متعلق بائیبل کی تعلیمات۔ باپ کو کہا جارہا ہے کہ اپنی بیٹی کے کنوارے پن کی نشانیاں بھری پنچایت میں پیش کرے ورنہ اس کی بیٹی کو پتھر مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ جی ہاں، وہی بائیبل جس کے ماننے والے پادری اور عیسائی صاحبان، یہاں تک کہ پوپ صاحب بھی دن رات اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر الزام تراشیاں کرتے رہتے ہیں۔ عیسائی پادریوں کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ قرآن مجید میں عورت و مرد کے درمیان ایسی ظالمانہ تفریق ہرگز نہیں دکھا سکتے۔ بلکہ قرآن مجید ہی وہ واحد آسمانی صحیفہ ہے جو عورت کے لئے مرد کے برابر مساوی حقوق تسلیم کرتا ہے۔

(بحوالہ پوپ صاحب کے جواب میں“ مصنفہ منیر احمد خادم ایڈیٹر بدر)

قرآن شریف کے بعد
اب کسی کتاب یا شریعت کی ضرورت نہیں ہے

”نجات کے واسطے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے وہی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک سمجھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی یقین کرے اور قرآن شریف کو کتاب اللہ سمجھے کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ قیامت تک اب اَور کوئی کتاب یا شریعت نہ آئے گی یعنی قرآن شریف کے بعد اب کسی کتاب یا شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو خوب یاد رکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں یعنی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت اور نئی کتاب نہ آئے گی نئے احکام نہ آئیں گے۔ یہی کتاب اور یہی احکام رہیں گے۔ جو الفاظ میری کتابوں میں نبی یا رسول کے میری نسبت پائے جاتے ہیں۔ اس میں ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ کوئی نئی شریعت یا نئے احکام سکھائے جاویں۔ بلکہ منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی ضرورتِ حقّہ کے وقت کسی کو مامور کرتا ہے تو ان معنوں سے کہ مکالمات الٰہیہ کا شرف اس کو دیتا ہے اور غیب کی خبریں اس کو دیتا ہے اس پر نبی کا لفظ بولا جاتا ہے اور وہ مامور نبی کا خطاب پاتا ہے۔ یہ معنے نہیں ہیں کہ نئی شریعت دیتا ہے یا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو نعوذ باللہ منسوخ کرتا ہے بلکہ یہ جو کچھ اُسے ملتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سچی اور کامل اتباع سے ملتا ہے اور بغیر اس کے مل سکتا ہی نہیں۔“

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۳۶)

اعتراض نمبر 8 کا جواب

(مکرم مولوی مظفر احمد ظفر مدرس جامعہ احمدیہ قادیان)

اس وقت ہمارے سامنے Dove چرچ امریکہ کی طرف سے قرآن مجید کو جلانے کے متعلق اٹھائے گئے دس اعتراضات ہیں۔

آٹھویں سوال میں کہا گیا کہ ’’ مسلمان کو اختیار نہیں کہ وہ اپنے مذہب کو تبدیل کر سکے۔ مرتد کو قتل کیا جاتا ہے‘‘

اسلام اور قرآن پر یہ اعتراض صرف قرآن مجید کی واضح تعلیم کے خلاف نہیں بلکہ تاریخی حقائق کی روشنی میں بھی قابل قبول نہیں اور اعتراض کرنے والے کی ذہنی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب آدمی ضد اور تعصب کا لبادہ اوڑھ لے تو مخالفت میں کس حد تک بڑھ سکتا ہے اس کی ایک مثال قرآن کو جلانے کے حالیہ واقعہ ہے۔

قرآن شریف وہ عظیم شریعت ہے جس میں تمام مذہبی کتب اور انبیاء کی تعظیم وتکریم کی تلقین کی گئی ہے۔ جہاں تک مذہبی آزادی کا تعلق ہے، اس کا سب سے بڑا علمبردار قرآن مجید ہے۔ جس نے واشگاف الفاظ میں فرمایا: لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔

یعنی دینی معاملات میں قطعاً کسی قسم کا جبر واکراہ جائز نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ آتا ہے۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔

ترجمہ: تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔ لہٰذا ہر انسان اپنے طریق کے مطابق دینی معاملات میں آزاد ہے۔

مذہب اسلام بنیادی طور پر ایک تبلیغی مذہب ہے ۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے: ۔فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرْ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرْ۔

یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو داعی الی الاسلام ہے، ان کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما رہا ہے کہ آپ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔ آپ داروغہ مقرر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح قرآن مجید کے مطابق ہر انسان مذہب کو قبول کرنے میں آزاد ہے۔ فرمایا:

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ مَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۔(سورہ الکھف: ۳۰) یعنی پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

ان واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے قرآن کی طرف جبر واکراہ منصوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اعتراض قرآن پر ہے اور معترض یہ کہہ رہا ہے اگر کوئی مسلمان اپنے دین سے مرتد ہو جاتے تو اس کی سزا قتل ہے۔ قرآن میں ایسے حکم کی کوئی ایک آیت بھی نہیں ملتی جس میں یہ کہا گیا ہو کہ اگر کوئی شخص اسلام سے مرتد ہو جائے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ قرآن پر صریحاً بہتان ہے۔

چنانچہ قرآن مجید مرتد کے بارہ میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرْ۔ فَاُولٰئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

ترجمہ: اس آیت کا یہ ہے کہ مسلمانوں میں جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور اسی حالت میں اس کی موت بھی ہو جائے تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے۔

اسی طرح سورہ آل عمران آیت ۹۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُوْلٰئِكَ هُمُ الضَّالُّوْنَ۔

یعنی یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کی حالت کے بعد کفر کیا ہو، اس میں بڑھ گئے تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور یہی لوگ گمراہ ہیں۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے کیونکہ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو توبہ کی قبولیت اور کفر میں بڑھتے چلے جانے کا ذکر نہ ہوتا۔

اس سے بڑھ کر ایک آیت شریفہ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اگر کوئی شخص بار بار بھی ارتداد اختیار کرے تب بھی اس کی سزا قتل نہیں ہے۔

(دیکھیں سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۸)

فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا۔

ان واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

صلح حدیبیہ کا واقعہ :

تاریخی دستاویزات میں معاہدہ صلح حدیبیہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے ۔ یہ معاہدہ قریش مکہ اور مسلمانوں کے مابین طے پایا تھا جس کی ایک شق یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مسلمان میں سے مرتد ہو کر قریش مکہ کے ساتھ شامل ہونا چاہے تو مسلمان اسے ہرگز نہیں روکیں گے اور مکہ والے اسے مسلمانوں کو واپس نہیں کریں گے لیکن اگر کوئی شخص قریش مکہ میں سے مسلمان ہو کر مسلمانوں میں شامل ہونا چاہے تو مسلمان اسے اپنے پاس پناہ نہیں دے سکتے اور اسے واپس بھجوا دینا ہوگا۔

اگر اسلامی تعلیمات کی رو سے مرتد کی سزا قتل تھی تو آنحضرت نے شریعت کے خلاف کس طرح معاہدہ کر لیا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ کا ایک مشہور واقع ہے جس میں حضور نے مرتد کو کوئی سزا نہیں دی۔ یہ عبداللہ بن صرح تھا جو حضورؐ کا کاتب وحی تھا۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ صرف تبدیلئ مذہب کی بناء پر کسی کو قتل کیا گیا ہو۔ ہاں ایسے مرتدین جنہوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ملک میں فساد برپا کیا، ان کو سزا ضرور دی گئی۔ حکومت کے باغی اور مفسد کی سزا آج بھی قتل ہے۔ اگر اسلامی حکومتوں نے بعض باغیوں کے ساتھ یہ سلوک رواں رکھا تو اس کی وجہ ہرگز اسلام سے ارتداد نہیں بلکہ بغاوت تھی۔

اعتراض نمبر8

مسلمانوں کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ اپنا مذہب تبدیل کریں۔ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔

اسلام اور قرآن مجید کی رو سے مرتد کی سزا قتل کرکا کا الزام سراسر بے بنیاد ہے اور یہ ایسا ہی الزام ہے جیسے کوئی مسلمان شراب خوری اور زنا کاری کرے اور کوئی مخالف اسلام یہ کہے کہ اسلام میں شراب خوری اور زنا کاری کی تعلیم دی گئی۔ یہ تو شرابی اور زانی کا اپنا فعل کہلائے گا بعینہٖ اگر بعض لوگوں نے اسلام کے نام پر قتل وغارت کی یہ انکا اپنا ذاتی فعل ہے اس کیلئے ہرگز ہرگز قرآن اور اسلام جواب دہ نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ سورہ مزمل میں فرماتا ہے:۔

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا۔ یعنی قرآن شریف ایک نصیحت ہے پس وہ شخص چاہے اسے اپنے ربّ تک پہنچنے کا راستہ بنالے۔

اگر قرآن میں زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی تعلیم ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس طرح کے احکامات جس سے کسی سزا پر روشنی پڑتی قرآن میں درج کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں مرتدین کا انجام بیان فرمایا ہے اور کسی ایک آیت میں بھی مرتد کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔

اللہ تعالیٰ مخالفین قرآن کو وہ فہم وبصیرت عطا کرے کہ وہ اس پیاری تعلیم سے بُغض وعناد چھوڑ کر استغفار کی کوشش کرتے ہوئے اسلام اور قرآن کی پاکیزہ تعلیمات سے خود بھی آگاہ ہوں۔ اور اپنی نسلوں کی روحانی بقاء کا سامان کریں۔ (آمین)

بقیہ: مضمون از صفحہ 33

جو مرگئے انہیں کے نصیبوں میں ہے حیات
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے ! یہ نسخہ بھی آزما

(دُرِّثمین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’ مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا و آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اُس کا بول بولا ہو۔ کسی ابتلاء سے اُس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔ پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے ۔ مجھے کیا معلوم کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں، وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہوسکتے، نہ مصیبتوں سے نہ لوگوں کے سبّ و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ محبت دوستی کا دم بھرتے ہیں، وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال انکے پہلے حال سے بدتر ہوگا۔ (انوار الاسلام۔ صفحہ ۲۲۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

’’ ہم خدا کے بندے ہیں اور خدا کے مومن بندے ہیں ۔ ہم ہلاکتوں سے زندگیاں نچوڑنا جانتے ہیں۔ اس لئے یہ جتنی ہلاکتیں ہمارے لئے تجویز کریں گے، اتنی ہی زیادہ ہم زندگی کا رس ان ہلاکتوں سے نچوڑ لیں گے۔ وہ رس ہمیں مزید زندہ کرتا چلا جائے گا۔ (خطبہ جمعہ ۲۱ نومبر ۱۹۸۶)

راہ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں
موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہوجاؤ

(کلام محمود)

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان شہداء لاہور کے بارے میں مسلسل اپنے کئی خطبات جمعہ میں ان کے اوصاف حمیدہ ان کی جماعتی خدمات اور دیگر کئی امور کا تذکرہ فرمایا۔ ان کے تعلق سے اُن کے لواحقین نے جو جو رپورٹیں دی یا جو رپورٹ جماعتی عہدیداروں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو لکھیں۔ اُسی کی روشنی میں حضور انور نے ان شہداء کی خوبیاں اور اوصاف حمیدہ کو نہایت پیارے انداز میں بیان فرمایا۔ ان شہداء نے خود جو خوابیں اپنے بارے میں دیکھیں تھیں اور اپنے گھر والوں سے ذکر بھی کی تھیں یا رشتے داروں نے ان کے تعلق سے جو خوابیں دیکھی تھیں، ان کا سب کا بھی حضور انور نے اپنے خطبات جمعہ میں حسین پیرایہ میں ذکر فرمایا۔ یہ خطبات الفضل اور اخبار بدر میں شائع ہو چکے ہیں۔

حضور انور نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا کہ ہمارا خدا خود ہی ان ظالموں سے نپٹ لے گا۔ چنانچہ اُس کے بعد سیلاب نے جو تباہی وہاں مچائی، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اب خدا کے قہر سے بچنے کی کچھ صورت نہیں سوائے اس کے یہ قوم جلد از جلد حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق مسیح الزمان کی اس کشتی میں سوار ہو جائے جو آپؑ نے باذن الٰہی تیار کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت عطا فرمائے۔

☆☆☆

اعتراض نمبر 9 اور 10 کا جواب

(مکرم شمیم احمد غوری، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اعتراض نمبر :9 اور 10

(۹) اسلامی تعلیم میں مغرب کے لئے نفرت کی تعلیم پائی جاتی ہے۔

(۱۰) جب بھی اسلام سیاسی اقتدار حاصل کرتا ہے وہ یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے مذہب والوں کو مجبور کرتا ہے کہ مسلمان ہوجائیں۔ گرجوں اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کیا جاتا ہے۔

اسلام کی حسین تعلیمات پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اسلامی تعلیم میں مغرب کے لئے نفرت کی تعلیم پائی جاتی ہے، اگر اس پر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معترض اسلام کی تعلیم سے نا آشنا ہے۔ وہ دین یا وہ تعلیم جس کا خلاصہ ہی دنیا میں وحدت پیدا کرنا ہے، اس تعلیم میں مغربی ممالک کیلئے نفرت پائی جاتی ہے، کیا اس معترض کو یہ نہیں معلوم کہ اسلام کی تعلیمات جن کا مجموعہ قرآن شریف ہے، وہ شروع ہی الحمدللہ رب العالمین سے ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ وہ عرب کا بھی ربّ ہے عجم کا بھی ربّ ہے وہ افریقہ کالے کا بھی ربّ ہے اور یورپ کے گورے کا بھی ربّ ہے۔ یہ وہ تعلیم ہے جس سے قرآن کریم کی ابتداء ہوتی ہے۔ کیا اس تعلیم میں کسی قوم کی خصوصیت بتائی گئی ہے۔ اس آیت میں کہاں عرب کا ذکر ہے کہ اسلام کا خدا صرف عربوں کا خدا ہے۔ کہاں اور کس آیت قرآن میں یہ تعلیم ہے کہ تم صرف عربوں سے محبت کرو اور غیر عرب سے نفرت کرو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تعلیم جو اسلام نے پیش کی ہے کہ اسلام کا ربّ وہ ہے جو تمام جہانوں کا بادشاہ ہے۔ اس تعلیم سے اسلام نے عالمی مساوات قائم کردی ہیں۔ اسلام سے پہلے جس قدر انبیاء آئے وہ اپنی اپنی قوم کی طرف آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ لیکن اسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے رسول کو بھیجا جو تمام قوموں کی حدود کو توڑتے ہوئے تمام ملکوں کی سرحدوں کو پھلانگتے ہوئے یہ کہتے ہوئے اور یہ اعلان کرتے ہوئے مبعوث ہوا کہ

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (اعراف:۱۵۹)

کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پہلے جن اقوام کی طرف نبی آئے تھے بعض نادان متبع دوسرے انبیاء کی تعلیمات کو غلط سمجھ کر ان کی تردید کرتے تھے۔ ہندو کہتے ہم یہود کو نہیں جانتے ہم پرمیشر کو جانتے ہیں اور یہود پرمیشر پر ہنسی اُڑاتے لیکن اسلام نے وہ حسین تعلیم پیش کی کہ خدا ایک ہے وہ جس طرح عرب کا ربّ ہے اسی طرح عجم کا ربّ ہے۔ جس طرح وہ ایشیا کے رہنے والوں کا ربّ ہے اسی طرح یورپ کے رہنے والوں کا بھی وہی ربّ ہے۔ اسلام نے اپنی اس حسین تعلیم کے ذریعہ ہندی اور چینی اور مصری اور ایرانی اور مغربی اور مشرقی سب کو ایک خدا کی تعریف میں لگا دیا۔ ہماری سمجھ سے یہ بات باہر ہے کہ معترض نے کس اسلامی تعلیم کو سامنے رکھ کر اسلامی تعلیم پر یہ اعتراض کیا۔ اس اعتراض کا جواب قرآن کریم کی اس آیت میں واضح ملتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

’’ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ...... يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ۔

(الحجرات:۱۱۔۱۲)

یعنی سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سو اے مومنو ! ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ تم میں سے ایک فریق دوسرے فریق پر ہنسی اُڑائے اور اسے ذلیل خیال کرے کیونکہ (جب سب لوگ اپنی اصل کے لحاظ سے برابر ہیں اور سب کیلئے ترقی کے رستے یکساں کھلے ہیں تو) ہوسکتا ہے کہ وہ فریق جس پر تم آج ہنسی اُڑاتے ہو کل کو وہ تم سے آگے نکل جائے۔

اس قرآنی تعلیم کے ہوتے ہوئے کیسے اسلامی تعلیم پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ اسلام کی تعلیم میں مغربی ممالک کیلئے نفرت پائی جاتی ہے۔

صرف اسلام کی تعلیم پر ہی بس نہیں، اسلام کے سب سے پہلے اور سب سے افضل مبلغ ہمارے آقا سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس تعلیم کو اپنا کر دنیا میں مثال قائم کردی۔ کوئی ایک موقع بھی آپؐ کی زندگی میں ایسا نہیں آیا جب آپؐ نے عرب قوم کو یا عربوں کو دوسروں پر فضیلت دی ہو یہاں تک کہ اپنی زندگی کے آخری حج میں جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰى۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

یعنی اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا۔ پس ہوشیار ہو کر سن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ کالے لوگوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ ہاں جو بھی ان میں سے اپنی ذاتی نیکی سے آگے نکل جائے وہی افضل ہے۔

ان حسین تعلیمات کے ہوتے ہوئے کوئی غیر کیسے کہہ سکتا ہے کہ اسلامی تعلیم میں مغربی ممالک یا مغربی اقوام کیلئے نفرت پائی جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب ہم اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات پر نظر ڈالتے ہیں تو پاتے ہیں کہ ان مذاہب میں غیر اقوام کیلئے نفرت کے جزبات پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے اقوام کو پیش فرماتا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا۔ یعنی یہود کہتے ہیں کہ جنت میں یہود کے سوا کوئی نہیں جائے گا اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ نَصَارٰی۔ کہ نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔

یہ ہے ان دونوں قوموں کی تعلیمات جس میں غیر اقوام کیلئے نفرت پائی جاتی ہے۔ اس کے مقابل پر اسلام کی تعلیمات تمام اقوام کو تمام ممالک کو خدا کے دربار میں برابر کا درجہ اور مقام دیتی ہیں۔

یہ ہے اسلامی تعلیم کہ سب قومیں برابر ہیں کسی کو کسی پر بھی فضیلت نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیم کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اتنا وسیع کہ کوئی ملک اور کوئی قوم بھی اسلامی حدود سے باہر نہیں۔ پس جب اسلام خود تمام ممالک اور تمام اقوام کو اپنی حدود میں شامل فرماتا ہے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اپنی حدود کے اندر ہی کسی ملک یا قوم کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔

بائبل میں غیر اقوام کیلئے نفرت: بائیبل جہاں یہ تعلیم دیتی ہے کہ یہودی وحدانیت پر عمل کریں وہاں ساتھ ہی وہ لوگ جو بتوں کی بوجا کرتے ہیں ان کے متعلق ذکر ہے کہ انکے بتوں کو توڑ ڈالا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

’’تو ان کے معبودوں کو سجدہ مت کر، نہ ان کی عبادت کر نہ ان کے سے کام کر بلکہ تو انہیں صاف ڈھادے اور ان کے بتوں کو توڑ ڈال‘‘۔

(خروج باب ۲۴: ۲۳)

’’تم ان کی قربان گاہوں کو ڈھادو اور ان کے بتوں کو توڑ دو‘‘۔ (خروج ۱۳/ ۳۴)

پھر اپنوں اور غیر قوموں میں فرق کرتے ہوئے اور دوسری قوموں کے ساتھ نفرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

’’اپنی قوم کو غلام نہیں بنانا بلکہ غیر قوموں کو بیشک غلام بناؤ‘‘ (احبار: ۴۶۔۲۵۔۳۹)

اسی طرح بائیبل کے بیان کے مطابق بنی اسرائیل خدا کی سب سے افضل مخلوق ہے باقی دوسرے درجے کے شہری ہیں بلکہ بعض اس سے بھی کمتر ہیں چنانچہ بنی اسرائیل کے متعلق لکھا ہے کہ:

’’تم خداوند نے خدا کے فرزند ہوگے‘‘

(استثناء باب ۱۴ آیت ۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل کی تعلیم میں دوسری اقوام کے لئے کتنی نفرت پائی جاتی ہے۔ اگر اعتراض کرنے والا حق پر ہے تو اسے چاہئے کہ وہ بھی کوئی ایک آیت ہی نکال کر دکھادے قرآن میں سے جس میں کسی کے لئے بھی نفرت کا اظہار ہو۔

اسلامی تعلیم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس کا اندازہ کوئی دوسرا مذہب نہیں کرسکتا۔ آج اعتراض کرنے والے اسلام پر اعتراض کررہے ہیں کہ اسلام کی تعلیم میں غیر اقوام کیلئے نفرت پائی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد تبادلہ خیالات کی غرض سے آیا۔ جب ان کی عبادت کا وقت آیا تو انہوں نے اجازت طلب کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد نبوی ہی میں اپنے دین کی طریق پر اپنی عبادت بجالانے کی اجازت دے دی۔ اگر اسلامی تعلیمات پر غیر اقوام کیلئے تھوڑی بھی نفرت پائی جاتی تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی غیر قوم کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی وہ بھی اپنے طریق پر اجازت دے دیتے۔

اعتراض: جب بھی مسلمانوں کو حکومت ملی انہوں نے یہودیوں عیسائیوں اور دوسرے مذہب کے لوگوں کو مجبور کیا کہ مسلمان بن جائیں ورنہ ان کو تکالیف دی جاتی ہیں۔ گرجاؤں اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کیا جاتا۔

جواب: یہ اعتراض بھی باقی اعتراضات کی طرح ناسمجھی میں کیا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ معترض اسلامی تعلیم سے نابلد ہے کیونکہ اسلامی تعلیم اس اعتراض کے بالکل مخالف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:۔

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ (کہف:۳۰)

یعنی اے رسول! تو کہہ دے لوگوں سے کہ یہ اسلام حق ہے تمہارے ربّ کی طرف سے پھر اس کے بعد جو چاہے اس پر ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے کہ:۔

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ۔ (یونس:۱۰۹)

یعنی اے رسول! تو لوگوں سے کہہ دے کہ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے حق آیا ہے۔ پس اب جو شخص ہدایت کو قبول کرے گا تو اس کا فائدہ خود اسی کے نفس کو ہوگا او جو غلط راستہ پر چلے گا، اس کا وبال بھی خود اسی کی جان پر ہے اور میں تمہاری ہدایت کا ذمہ دار ہوں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک اصولی ہدایت ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ یعنی دین کے معاملے میں جبر نہیں ہونا چاہئے۔ تحقیق ہدایت گمراہی سے واضح ہوچکی ہے۔

یہ تو ہوئی اسلامی تعلیم۔ پھر دیکھیں کہ اسلام کے ماننے والوں نے اس حسین تعلیم پر کس طرح عمل کیا۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتراض کسی بھی قسم کی حقیقت نہیں رکھتا۔

وثق رومی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں میں ان کا غلام ہوتا تھا۔ آپؓ مجھ سے فرماتے رہتے تھے کہ مسلمان ہوجاؤ مگر میں ان کا انکار

کرتا تھا اور حضرت عمر یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے کہ اچھا لا اِکراہ فی الدِّیْن یعنی دین کے معاملہ میں جبر جائز نہیں ہے۔ پھر جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے خود بخود آزاد کر دیا اور فرمایا اب جہاں چاہتے ہو، چلے جاؤ۔

(عوارف بروایت ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء)

اس کے علاوہ کیا یہ ممکن ہے کہ قرآن کریم کی واضح تعلیم کے ہوتے ہوئے جو ببانگ بلند دن رات منائی جاتی تھی اور جس کی طرف کفار کو بلایا جاتا تھا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کیلئے تلوار ہاتھ میں لیکر نکلتے اور پھر کیا اس صورت میں کفار یہ اعتراض نہ کرتے کہ تم اپنے خدا کا کلام تو جبر کے خلاف سناتے ہو اور خود جبر کرتے ہو۔ مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ کفار کی طرف سے کبھی یہ اعتراض نہیں ہوا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ پر فتح عطا فرمائی تو بعض لوگ قریش مکہ میں سے اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے لیکن بہت سے مسلمان اپنے کفر پر قائم رہے اور ان سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔

صفوان بن امیہ جو مکہ کے رئیس امیّہ بن خلف کا لڑکا تھا اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ وہ بھی فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان نہیں ہوا اور کفر کی حالت ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر غزوہ حنین میں شریک ہوا۔

فتح مکہ تو بہت بعد کا واقعہ ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ظلموں سے تنگ آ کر مدینہ ہجرت کرنی پڑی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ میں بادشاہت عنایت فرمائی اور آپ مدینہ کے سردار بنے۔ تو مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہودی قبائل بھی آباد تھے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقت ہونے کے باوجود غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا، وہ رہتی دنیا تک مثال رہے گا۔ آپ اپنے ہمسایوں سے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں، نیک سلوک کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اور اس تعلق سے اتنی تاکید فرماتے تھے کہ صحابہ ہر وقت اس بات کا خیال رکھتے تھے۔

روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ گھر میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ کہیں سے ان کے ہاں گوشت آیا ہے۔ انہوں نے گھر والوں سے کہا کہ کیا یہودی ہمسائے کو گوشت بھیجا ہے یا نہیں۔ اور پھر آپ نے اس بات کو اتنی دفعہ دوہرایا کہ گھر والوں نے کہا آپ اس طرح کیوں کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جبرائیل نے اتنی دفعہ مجھے ہمسایہ کے حق کی تاکید کی کہ میں نے سمجھا کہ شائد اسے وراثت میں شریک کر دیا جائے گا۔

یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مذاہب کے لوگوں کے احساسات کا بھی حد درجہ خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کسی یہودی نے کہہ دیا کہ مجھے موسیٰ کی قسم جسے خدا نے سب نبیوں پر فضیلت دی ہے اس پر حضرت ابوبکر نے اسے تھپڑ مار دیا۔ جب اس واقعہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر جیسے انسان کی زجر کی غور کریں! مسلمانوں کی حکومت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی حضرت موسیٰ کو فضیت دیتا ہے اور ایسے طرز پر کلام کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر جیسے نرم دل انسان کو بھی غصہ آجاتا ہے اور آپ اسے تمانچہ مار دیتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ڈانٹتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے ایسا کیوں کیا اسے حق ہے کہ جو چاہے عقیدہ رکھے۔

یہ تاریخی شواہد ہیں جن سے اعتراضات کا بودہ پن خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ پھر معترض کا یہ کہنا کہ جب بھی مسلمانوں کو حکومت ملی انہوں نے مذہبی عبادتگاہوں اور گرجاؤں کو تباہ کیا بھی بالکل غلط ہے جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے خلاف اپنی حفاظت کی غرض سے جنگ کرنے کی اجازت دی تو جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی جنگی دستہ بھجواتے تھے تو اسے نصیحت فرماتے تھے کہ:۔

”اے مسلمانو! نکلو اللہ کا نام لیکر جہاد کرو حفاظت دین کی نیت سے مگر خبردار مال غنیمت میں بددیانتی نہ کرنا اور نہ کسی قوم سے دھوکہ کرنا اور نہ دشمنوں کے مقتولوں کا مقلد کرنا اور نہ بچوں اور عورتوں اور مذہبی عبادتگاہوں کے لوگوں کو قتل کرنا اور نہ بہت بوڑھوں کو قتل کرنا اور ملک میں اصلاح کرنا اور لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا کیونکہ یقیناً خدا تعالیٰ احسان کو پسند کرتا ہے۔

یہ حکم تھا جو رحمۃ للعلمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مذاہب کے عبادتگاہوں کیلئے دیا تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں نے مذہبی عبادتگاہوں کا احترام نہ کیا ہو۔ یقیناً اگر اسلام دوسرے مذاہب کا ایسا دشمن ہوتا تو آپؐ یہ کیوں کہتے کہ مذہبی راہنماؤں کو چھوڑ دو آپ کہتے کہ سب سے پہلے انکو ہی مارا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ جو تلوار لیکر حملہ کرتا ہے اسے تو بے شک مار دو لیکن جو لوگ مذہی کاموں میں مصروف رہتے ہوں ان کو کچھ نہ کہو۔

پھر یہی نہیں تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ اسلامی ملکوں میں اسلامی حکومتوں کے ماتحت غیر اقوام کے لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے اور اسلام کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اسلام نے غلبہ کی حالت میں بھی کبھی تشدد نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے ۱۶ھ میں جب فلسطین میں بیت المقدس کا سفر اختیار کیا تو جب آپ عیسائیوں کی عبادتگاہ (گرجا گھر) میں گئے تو وہاں نماز کا وقت آگیا تو آپ کو وہیں نماز ادا کرنے کی دعوت دی گئی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور گرجا گھر سے باہر تشریف لے آئے اور وہاں نماز پڑھی تا کہ کہیں بعد میں مسلمان اس گرجا کو مسجد میں تبدیل نہ کر دیں۔

یہ ہے اسلام کی حسین تعلیم جس پر ہماری چند بھائی لاعلمی میں اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان کم عقلوں کو عقل عطا فرمائے تا کہ یہ لوگ اسلام پر بے جا اعتراض کرنے سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔

☆☆☆

تیری محبت میں پیارے ہر اک مصیبت اُٹھائیں گے ہم

منظوم کلام سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیری محبت میں پیارے ہر اک مصیبت اُٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے در پر سے جائیں گے ہم
تری محبت کے جرم میں ہاں جو پیس بھی ڈالے جائیں گے ہم
تو اس کو جانیں گے عین راحت، نہ دل میں کچھ خیال لائیں گے ہم
سنیں گے ہرگز نہ غیر کی ہم نہ اس کے دھوکے میں آئیں گے ہم
بس ایک تیرے حضور میں ہی سر اطاعت جھکائیں گے ہم
جو کوئی ٹھوکر بھی مارے گا تو اُس کو سہہ لیں گے ہم خوشی سے
کہیں گے اپنی سزا یہی تھی زباں پہ شکوہ نہ لائیں گے ہم
ہمارے حالِ خراب پر گو ہنسی انہیں آج آرہی ہے
مگر کسی دن تمام دنیا کو ساتھ اپنے رُلائیں گے ہم

(کلام محمود صفحہ 131)

بقیہ: مضمون از صفحہ نمبر ۱۸

بحیرہ۔ حام۔ وصیلہ۔

سائبہ اونٹنی جس نے پے در پے دس مادہ بچے جنے ہوں اُس کی سواری ترک کر دی جاتی تھی۔ دودھ سوائے مہمان کے باقی کسی کے لئے استعمال کرنا منع تھا۔ بحیرہ۔ سائبہ اونٹنی کے گیارھویں مادہ بچے کو کہا جاتا تھا۔ اس کا کان درمیان سے کاٹ کر ماں کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ حام ایسے اونٹ کو کہتے تھے جو اوپر تھے ۱۰ مادہ بچوں کا باپ ہو اُس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ وصیلہ ایسی بکری کو کہتے تھے جو پانچ جھولوں میں مسلسل دس مادہ بچے جنتی تھی۔ ایسی بکری کی بعد کی دودھ کا گوشت صرف مرد کھاتے تھے عورتوں کے لئے حرام تھا۔

قارئین کرام! عرب کے ۱۰ موٹے موٹے رسم و رواج قبل اسلام آپ کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کی قرآن مجید نے تردید کی ہے یا تائید کی ہے۔

بُت پرستی جو سارے عرب کا قومی مذہب بن گیا تھا سارا قرآن مجید اسکی تردید میں بھرا پڑا ہے۔ جہاں سے چاہے کھول کر دیکھ لیں۔ حق خود بخود عیاں ہو جائے گا۔ فرمایا:

ترجمہ: کفر کیا ان لوگوں نے (بھی) جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے حالانکہ ایک معبود کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (المائدہ: ۷۴)

زنا، جو سارے عرب کے درمیان خوب رائج تھا، زنا کے متعلق فرمایا:

”زنا کار عورت اور زنا کے کار مرد ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین کے تعلق میں اُن دونوں کے حق میں کوئی نرمی (کا رجحان) تم پر قبضہ نہ کرے۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہو۔ (النور آیت: ۳)

لڑکیوں کو منحوس خیال کرنا اور زندہ درگور کرنے کے متعلق فرمایا:

”...... اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ غم سے سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ اُسے ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس (خبر) کی تکلیف کی وجہ سے جس کی بشارت اُسے دی گئی، کیا وہ رسوائی کے باوجود (اللہ کے) اُس (احسان) کو روک رکھے یا اسے مٹی میں گاڑ دے؟ خبردار! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔“ (النحل آیت ۵۹۔۶۰)

فال کے جانوروں کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا:

”اللہ نے کوئی بحیرہ بنایا ہے نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ حام لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور اُن میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے“

(المائدہ: ۱۰۴)

جانوروں کے گوشت کو مخصوص مردوں کیلئے کرنے کی رسم کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

”اور وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ان مویشیوں کے بیٹوں میں ہے، یہ محض ہمارے مردوں کیلئے مخصوص ہے اور ہماری بیویوں پر حرام کیا گیا ہے۔ ہاں اگر وہ مردہ ہوں تو اس سے استفادہ میں سب شریک ہیں۔ وہ انہیں ان کے اس بیان کی ضرور سزا دے گا یقیناً وہ بہت ہی حکمت والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔“

(الانعام آیت ۱۴۰)

اس تعلیم کے ہوتے ہوئے کیا کوئی عقل مند یہ سمجھ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں عربوں کی تعلیم پائی ہے اور قرآن مجید نے عربوں کے رسم و رواج کو قائم رکھا ہے ہاں جو رسمیں اچھی تھیں مثلاً۔ مہمان نوازی۔ بہادری۔ سخاوت۔ وغیرہ قرآن مجید نے اُن کو قائم بھی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ معترضین کو عقل و دانش کرے اور قرآن مجید کی خوبیوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

قرآن کریم کی برتری اور اس کی اشاعت

(مکرم مولانا برہان احمد صاحب ظفر ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن وقف عارضی)

خدا تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی اسکی روحانی ترقی کے بھی سامان پیدا کئے اور انبیاء کا سلسلہ جاری کیا جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنا عرفان لوگوں تک پہنچانا چاہتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعہ انسانون کے لئے زندگی گزارنے کے اصول بھی بیان فرمائے اور یہ وقت کی ضرورت کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہے۔جیسے جیسے انسان کی عقل نے ترقی کی اس کے مطابق ہی اس میں بھی اضافہ ہوتا گیا یہ وہ الٰہی احکامات ہیں جن کو آج ہم شریعت کی صورت میں دیکھتے ہیں۔

ان شریعت کی کتب میں توریت‘ انجیل‘ زبور‘ وید‘ زندہ وستہ اور قرآن کریم کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ان شریعتوں کے ماننے والے اپنی اپنی شریعت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔اور قرآن کریم کے علاوہ کوئی بھی ایسی کتاب نہیں جو اپنے آپ میں مکمل ہونے اور محفوظ ہونے کا دعویٰ کرتی ہو۔قرآن کریم ایک ایسی شریعت کی کتاب ہے جس میں زندگی گزارنے کے تمام اصول بیان کئے گئے ہیں۔اس کے ہم پلہ کوئی بھی کتاب پیش نہیں کی جاسکتی جو اپنے آپ میں مکمل بھی ہو اور غیر محرف ومبدّل بھی۔اور یہ دعویٰ بھی کرتی ہو کہ یہ الٰہی کلام ہے اور اس میں کو نقص نہیں پایا جاتا۔اس کے باوجود بعض لوگ صرف حسد کی وجہ سے یا اپنی کم علمی کی بنا پر کہ اُن کو اس میں بیان معارف کا علم نہیں اس کی مخالفت کرتے ہیں۔کوئی اس میں تبدیلی کی بات کرتا ہے تو کوئی اس کو جلانے کی ۔ امسال 11ر ستمبر کو Dove چرچ کی طرف سے قرآن کریم کو جلانے کی مذموم کوشش بھی کی گئی اور یہ معاملہ اس قدر طول پکڑ گیا کہ اس سلسلہ میں امریکی صدر براک ابامہ اور اقوام متحدہ اسی طرح مختلف ممالک کے سیاسی و سماجی سربراہان کو بھی دخل دینا پڑا۔اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ بعض کم فہم علماء نے اپنی کم علمی کی بناء پر بعض آیات کے ایسے تراجم اور ان کی ایسی تفسیر بیان کی ہے کہ جو قرآنی احکامات کے بالکل برخلاف ہے۔اس زمانہ میں سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰ ۃ والسلام نے غیروں کی طرف سے اٹھنے والے تمام تر اعتراضات کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔اس لئے آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم دنیا کے سامنے وہ تفسیر پیش کریں جو تفسیر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے پیش کی ہے ۔اسی لئے جماعت احمدیہ نے اشاعت قرآن کریم کا بیڑا اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔اور اب تک جماعت 68 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم دنیا کے سامنے پیش کرچکی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن کریم میں جس قدر احکامات پائے جاتے ہیں اس قدر اور کسی الہامی کتاب میں نہیں دکھائے جاسکتے اور جس قدر خوبیاں قرآن کریم میں موجود ہیں اس قدر اور کسی کتاب میں نہیں دکھائی جاسکتیں۔ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ کوئی بھی مذہب والا اپنی شریعت کی کتاب میں سے کوئی بھی ایسی خوبی دکھادے جو اس کو اچھوتی لگتی ہو،ہم اس کے بالمقابل قرآن کریم میں سے اس جیسی یا اس سے بہتر نکال کر دیدیں گے۔قرآن کریم ایک صحیفہ فطرت ہے اس کا کوئی بھی حکم فطرت انسانی کے خلاف نہیں۔اس کی خوبیوں کو شمار کرنا اور بیان کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ۔یہ ایسا خزانہ ہے جو زمانہ کے ساتھ ساتھ موتی اگلتا رہتا ہے۔خاکسار اس مختصر سے مضمون میں چند امور پیش کرنا چاہتا ہے کہ آخر اس میں کون سے ایسے امور ہیں جس کی بناء پر اس کی اشاعت ضروری ہے اور لوگوں کے ہاتھوں تک اس کا پہنچانا ضروری ہے۔

۱۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کتاب یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کلام کو نازل کیا ہے۔

۲۔اس کتاب کی حفاظت کا الٰہی وعدہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے چونکہ ہم نے اس کلام کو نازل کیا ہے اس لئے ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم ہی اس کی حفاظت بھی کریں۔یہ دونوں دعوے ایسے ہیں کہ اس کی تردید پیش نہیں کی جاسکتی ہے۔

۳۔پھر قرآن کریم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کلام کو کلام الٰہی تسلیم نہیں کرتا تو کوئی اس جیسا کلام پیش تو کرے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ سارے جن کو میرے سوا لوگ اپنے مددگار مانتے ہیں وہ سب بھی جمع ہو جائیں اور اس جیسا کلام پیش کرنا چاہیں تو وہ پیش نہیں کر سکتے۔

۴۔قرآن کریم خدا تعالیٰ کی جس قدر صفات پیش کرتا ہے دنیا کی اور کوئی بھی کتاب اس قدر صفات پیش نہیں کرتی۔خدا تعالیٰ کے جس قدر بھی صفاتی نام موجود ہیں ان میں ہر نام اپنے اندر ایک بحر محیط چھپائے ہوئے ہے۔اس کی ہر صفت اپنے محل اور موقعہ پر اپنے پورے کمال کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔

۵۔قرآن کریم کی شریعت تمام انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے۔خواہ وہ روحانی زندگی سے تعلق رکھنے والی ہوں یا وہ دنیاوی زندگی سے تعلق رکھتی ہوں ۔اس کا تعلق خواہ روزمرہ کی زندگی کے ساتھ ہو یا پھر مرنے کے بعد اخروی زندگی کے ساتھ ہو۔

۶۔قرآن کریم دنیا میں پائی جانے والی وہ واحد شریعت ہے جس نے اپنے ماننے والوں کو یہ حکم دیا ہے کہ انسانوں کی ھدایت کے لئے جس قدر بھی انبیاء آئے ہیں ان پر بنا کسی قسم کی تفریق کے ایمان لائیں۔نبی خواہ دنیا کے کسی بھی خطہ‘ ملک یا قوم میں آیا ہو اس پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے۔اور یہ حکم سوائے قرآن کریم کے اور کسی شرعی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔

۷۔قرآن کریم کی شریعت ایسی شریعت ہے جس میں اوامر ونواہی پائے جاتے ہیں۔پھر ان اوامر ونواہی کے تابع مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے احکامات ہیں۔مثلاً ملکی‘ معاشرتی‘ اقتصادی‘ ازدواجی وغیرہ۔اور ان میں سے ہر شعبہ پر قرآن کریم سیر حاصل روشنی ڈالتا ہے۔جبکہ باقی کتب میں یہ سب باتیں نہیں پائی جاتیں۔

۸۔ازدواجی زندگی کی قرآن کریم جہاں بات کرتا ہے تو اس میں ہر طبقہ اور تعلق کی بناء پر اس کے الگ الگ حقوق بیان کرتا ہے۔مثلاً مرد کے اس کی عورت پر کیا کیا حقوق ہیں اس کے رہنے کھانے پینے اوڑھنے اور باقی ضروریات کے پورا کرنے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے ۔ پھر جہاں عورت کا ذکر کیا تو عورت پر ذمہ داری ڈالی کہ وہ مرد کے اموال کی حفاظت کرے اس کی امانتوں کی حفاظت کرے ۔ اس کے بچوں کی نگہداشت کرے ۔اس کے گھر کو دیکھے وغیرہ ان سب باتوں کا ذکر قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے ملتا ہے اور ہر بات کو نکھار کر بیان کیا گیا ہے۔

۹۔ جہاں بچوں کی بات آتی ہے تو ان کے لئے الگ سے حکم موجود ہیں جہاں ماں باپ کو بچوں کی نگہداشت کا حکم دیا گیا ہے وہاں بچوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی عزّت کریں اور یہاں تک بھی بات بیان کی کہ اگر ان کی طرف سے کوئی سختی بھی ہو جائے تو بھی ان کو اف تک نہیں کہنا ہے۔جہاں والدین کو بچوں کے لئے دعا کا حکم دیا وہاں بچوں کو بھی حکم دیا کہ وہ اپنے والدین کے لئے دعا کریں ۔اور بڑھاپے میں ان کا پورا خیال رکھیں۔اب یہ جو بظاہر معمولی معمولی باتیں دکھائی دیتی ہیں لیکن ان کا دوسری کتب میں اس صراحت کے ساتھ ذکر نہیں ملتا۔یہ صرف قرآن کریم ہی کی خوبی ہے۔

۱۰۔شادی بیاہ کے معاملہ کو دیکھ لیں دوسری قومیں اسلام پر تو یہ اعتراض کرتی ہیں کہ اسلام نے چار تک شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے ۔لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کی شریعت نے تو کوئی اس سلسلہ میں پابندی ہی عائد نہیں کی ۔ آج اپنی ضرورت کے مطابق اگر کوئی قانون بنالیں تو یہ شریعت تو نہیں بن جاتی ان کی شریعت میں تو کوئی پابندی ہی نہیں ہے وہ تو جتنی چاہیں شادیاں کرسکتے ہیں ۔اسلام سے قبل لوگ ایک وقت میں کئی کئی عورتیں رکھا کرتے تھے لیکن اسلام نے ان پر پابندی عائد کر کے چار کی حد مقرر کردی۔اور یہ چار کی اجازت بھی بعض شرائط کے ساتھ ہے اگر کوئی ان شرائط کے ساتھ پورا نہیں کرتا تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ ایک ہی شادی کرے۔

پھر شادی بیاہ کے معاملہ میں قرآن نے تو یہ بھی بتایا ہے کہ کن سے شادی کرنی ہے اور کن سے شادی نہیں کرنی جبکہ دوسری شریعتیں اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہیں۔ یہ وصف بھی صرف قرآن کریم کو حاصل ہے اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں ہی ہم پر امن معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔

۱۱۔اس وقت دنیا میں جس قدر بے چینی پائی جاتی ہے اس کی ایک اہم وجہ مالی معاملات ہیں،اس وقت دنیا میں امیر اور غریب کا فرق اس تیزی سے بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ اس پر کنٹرول کرنا بھی مشکل دکھائی دیتا ہے۔قرآن کریم نے اس سلسلہ میں بھی جو اصول بیان کئے ہیں اگر آج اس پر پوری دنیا میں عمل کیا جائے تو یہ تفریق ختم ہوکر معاشرہ پر امن ہوسکتا ہے۔قرآن کریم یہ بات بیان کرتا ہے کہ ایک انسان اس دنیا میں رہ کر جو بھی کماتا ہے اس پر جہاں اس کا حق ہے وہاں معاشرہ کے غریب لوگوں کا بھی حق ہے۔اس کے پڑوسی کا بھی حق ہے‘ راستہ کے مسافروں کا بھی حق ہے‘ یتیموں کا بھی حق ہے‘ بیواؤں کا بھی حق ہے‘ ناداروں کا بھی حق ہے‘ یہ وہ تمام حقوق ہیں جن کا قرآن کریم ذکر کرتا ہے آپ انجیل کو دیکھ لیں دوسری کتب کو دیکھ لیں یہ باتیں آپ کو ان کی شریعت کی کتاب میں دکھائی نہیں دیں گی۔قرآن کریم نے زکوٰۃ اور صدقات کا اسی غرض سے ذکر فرمایا ہے۔

۱۲۔ چونکہ اموال کا ذکر آیا ہے اس جگہ میں قرآن کریم کا ایک حسن بھی بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک انسان کی وفات کے بعد اس کے ترکہ کی تقسیم کا اصول صرف اور صرف قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔نہ اس سلسلہ میں انجیل کچھ بیان کرتی ہے اور نہ ہے کوئی اور شرعی کتاب۔قرآن کریم نے ہر قریبی تعلق والے کے ترکہ کی تقسیم کا اصول مقرر کردیا ہے کہ باپ کی وفات پر بیٹے کو بیٹی کو ماں کو بھائی کو بہن کو کیا ملے گا۔آج کے زمانہ میں جو لوگ بھی ترکہ میں حصہ کی بات کرتے ہیں سوائے مسلمان کے کوئی بھی اپنی شریعت کے اصول کے مطابق مطالبہ نہیں کرتا کیونکہ ان کے ہاں اس کے لئے کوئی اصول ہی بیان نہیں ہوئے ہیں۔ یہ بھی صرف اور صرف قرآن کریم کی خوبی ہے اور کسی شریعت میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی۔

۱۳۔اسلام سے قبل غلامی کا رواج موجود تھا اور غلاموں کو تجارتی مال کی طرح استعمال کیا جاتا تھا بائیبل میں غلاموں کے ساتھ کئے جانے والے سلوک کا ذکر موجود ہے ان کی عورتوں تک سے ظلم وزیادتی کرنا ایک معمولی بات تھی ۔جب قرآن کریم جیسی شریعت نازل ہوئی تو ان کے بھی دن پھر گئے ۔اور ان کو بھی آزاد انسانوں کی طرح کے حقوق حاصل ہوئے ۔اور قرآن کریم کی ہی وہ شریعت تھی جس نے یہ اعلان کیا کہ تم میں سے کوئی بھی پیدائیش کے اعتبار سے کسی پر فضیلت نہیں رکھتا اور فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کردیا ہے تا کہ تم پہچانے جاؤ اور تم میں سے زیادہ معزز

وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ الغرض قرآن کی شریعت ہی وہ ہے جس نے ان مظلوموں کو تحفّظ دیا۔ یہ بھی صرف اور صرف قرآن کریم کا ہی اعجاز ہے۔

۱۴۔ قرآن کریم کو ایک یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس میں جہاں تخلیق کائینات کا ذکر موجود ہے وہاں اس کی ارتقاء کی منازل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر قرآن کریم میں اس سلسلہ میں جو بھی بیان کیا گیا ہے وہ سائینسی سے کسی جگہ بھی ٹکراتا نہیں۔ بلکہ آئندہ زمانوں میں جس قدر بھی ایجادات ہونگی وہ قرآن کریم کے بیان کردہ اصولوں سے باہر نہیں جاسکتیں۔ قرآن کریم سے قبل کی شریعتیں اوّل تو اس سلسلہ میں اس قدر وسعت کے ساتھ سائینسی ایجادات کو پیش ہی نہیں کرتیں اور اگر کرتی بھی ہیں تو آج کی سائینسی ایجادات نے ان کو غلط ثابت کردیا ہے جبکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے۔ اور پھر یہ بھی بیان فرمادیا کہ جو کچھ میں نے پیدا کیا ہے اس میں تم کسی قسم کی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور ہر موقعہ پر اور ہر زمانہ میں تم میرے کلام کو سچا پاؤ گے۔

۱۵۔ قرآن کریم نے جہاں سابقہ انبیاء کے واقعات بیان کئے ہیں اس کے ساتھ ہی بہت سی پیشگوئیاں بھی بیان فرمائی ہیں اور یہ پیشگوئیاں زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ پوری ہوتی چلی جاتی ہیں یہ اس کلام کے زندہ ہونے کی نشانی ہے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن کریم ایک ایسا خزانہ ہے جو زمانے کے ساتھ ساتھ اپنے خزانے اگلتا رہتا ہے اور قیامت تک اگلتا رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں؛

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا ے
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

الغرض قرآن کریم ہر قسم کے علوم کا جامع ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی علم احاطہ قرآن سے باہر نہیں قرآن کریم اللہ کے کلمات ہیں اور خدا تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے کہ اگر سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور سارے درخت قلمیں بن جائیں اور اللہ کے کلمات لکھے جائیں تو یہ سب ختم ہو جائے گا لیکن اللہ کے کلمات نہیں لکھے جاسکتے۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر دنیا کا علم حاصل کرنا ہے تو قرآن کریم کو سیکھو اور اس کی اشاعت کرو۔ اور اس کو پھیلاؤ اور اس پر عمل کرو کہ سب کامیابیاں اسی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم کے دقائق ومعارف وحقائق بھی زمانہ کی ضرورت کی موافق ہی نکلتے ہیں۔ مثلاً جس زمانہ میں ہم ہیں اور جن معارف فرقانیہ کے بمقابل دجالی فرقوں کے ہمیں اس وقت ضرورت آپڑی ہے وہ ضرورت ان لوگوں کو نہیں تھی جنہوں نے ان دجالی فرقوں کا زمانہ نہیں پایا سو وہ باتیں ان پر مخفی رہیں اور ہم پر کھولی گئیں‘‘۔ (ازالہ اوہام صفحہ 649)

نیز ایک جگہ فرماتے ہیں۔

’’جاننا چاہئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہوسکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی ہو یا یورپین ہو یا امریکن ہو یا کسی اور ملک کا ہو ملزم وساکت و لا جواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف وحقائق وعلوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ اگر قرآن شریف اپنے حقائق ودقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ فقط بلاغت وفصاحت ایسا امر نہیں ہے جس کی اعجازی کیفیت ہر ایک خواندہ نا خواندہ کو معلوم ہو۔ کھلا کھلا اعجاز اس کا تو یہی ہے کہ وہ غیر محدود معارف ودقائق اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف کے اس اعجاز کو نہیں مانتا وہ علم قرآن سے سخت بے نصیب ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام صفحہ 308-307)

پس وہ لوگ جو قرآن کریم کے جلانے کی اور اس پر پابندیوں کی باتیں کرتے ہیں، ان کو چاہئے کہ وہ قرآن کریم پر غور کریں اور اس میں سے ان معارف کو تلاش کریں جن سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کو کھولے اور اپنے عرفان کی سیدھی راہ دکھائے۔ آمین

☆☆☆☆

دعوت الیٰ اللہ کا بہترین ذریعہ......ٹول فری نمبر

احباب جماعت کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ جماعتی طور پر دعوت الیٰ اللہ کی غرض سے ’’ٹول فری نمبر‘‘ کی شروعات کی گئی ہے۔ آپ اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو یہ نمبر مہیا کریں جس سے وہ جماعتی معلومات حاصل کرسکیں گے۔ لہٰذا پڑھے لکھے سنجیدہ اور جماعتی معلومات کیلئے دلچسپی رکھنے والے زیادہ سے زیادہ افراد کو یہ نمبر مہیا کریں۔ اس سے آپ دعوت الیٰ اللہ کے کام میں حصہ ڈالنے والے بن جائیں گے۔

اسی طرح آپ پھر ایسے لوگوں سے رابطہ رکھیں اور ان سے نتائج واحوال بھی معلوم کرتے رہیں۔ مبلغین و معلمین کرام اور سیکرٹریان دعوت الی اللہ خصوصی طور پر اس طرف توجہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ۔

ٹول فری نمبر درج ذیل ہے۔ **18001802131**

دفتر دعوت الیٰ اللہ بھارت فیکس **01872-229758** (ناظر دعوت الیٰ اللہ بھارت)

جماعت احمدیہ اور خدمتِ قرآن
تراجمِ قرآن مجید کی روشنی میں

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خلفاء احمدیت کے مبارک ادوار میں ۱۹۰۸ء سے ۲۰۱۰ء تک دنیا کی ۷۰ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہو چکے ہیں جبکہ اُردو میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے تراجم بھی شائع ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کی صحیح تفصیل جاننے کیلئے اور مخالفین اسلام کا تسلی بخش جواب دینے کیلئے ان تفاسیر کا مطالعہ ضروری ہے۔ ذیل میں ان زبانوں کی تفصیل درج کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

نمبر شمار	زبان	سن اشاعت اوّل
1.	DUTCH	1953
2.	KISWAHILI	1953
3.	GERMAN	1954
4.	ENGLISH(HZ. MAULAVI SHER ALI)	1955
5.	URDU (TAFSEER-E-SAGHEER)	1957
6.	DANISH	1967
7.	ESPERANTO	1970
8.	INDONESIAN	1970
9.	YORUBA	1976
10.	GURMUKHI	1983
11.	LUGANDA	1984
12.	FRENCH	1985
13.	ITALIAN	1986
14.	FIJIAN	1987
15.	HINDI	1987
16.	RUSSIAN	1987
17.	JAPANESE	1988
18.	KIKUYU	1988
19.	KOREAN	1988
20.	PORTUGUESE	1988
21.	SPANISH	1988
22.	SWEDISH	1988
23.	GREEK	1989
24.	MALAY	1989
25.	ORIYA	1989
26.	PERSIAN	1989
27.	PUNJABI	1989
28.	TAMIL	1989
29.	VEINAMESE	1989
30.	ALBANIAN	1990
31.	ASSAMESE	1990
32.	BENGALI	1990
33.	CHINESE	1990
34.	CZECH	1990
35.	GUJRATI	1990
36.	IGBO	1990
37.	MENDE	1990
38.	PASHTU	1990
39.	POLISH	1990
40.	SARAEIKI	1990
41.	TURKISH	1990
42.	TUVALUAN	1990
43.	BULGARIAN	1991
44.	MALAYALAM	1991
45.	MANIPURI	1991
46.	SINDHI	1991
47.	TAGALOG	1991
48.	TELUGU	1991
49.	HAUSA	1992
50.	MARATHI	1992
51.	NORWEGIAN	1996
52.	KASHMIRI	1998
53.	SUNDANESE	1998
☆	URDU (TRANSLATED BY KHALIFATUL MASIH IV)	2000
54.	NEPALI	2001
55.	JULA	2002
56.	KIKAMBA	2002
57.	CATALAN	2003
58.	CREOLE	2004
59.	KANNADA	2004
60.	UZBEK	2005
61.	MOORE	2006
62.	FULA	2007
63.	MANDINKA	2007
64.	WOLOF	2007
65.	BOSNIAN	2008
66.	KIRGIT	2008
67.	THAI	2008
68.	BALAGASI	2008
69.	ASHANTI	2009
70.	GUINEA BISSAU	2010

☆☆☆☆☆

عظمتِ شہادت

(مکرم خورشید احمد صاحب پر بھاکر۔درویش قادیان)

اِسلام دین فطرت ہے اور فطرت صحیحہ ازل سے تا ہنوز ایک ہی طریق ومنوال پر کسی تغیر وتبدل، خرابی و نقص کے بغیر چلی آ رہی ہے اور انشاء اللہ ابدال آباد تک چلتی چلی جائے گی۔ قل مولود یُولد علی فطرۃ (حدیث) کہ تمام انسان فطرت صحیحہ پر پیدا کئے گئے ہیں۔

خالق فطرت صحیحہ نے جبلت انسانی میں فطرتی ہدایات وتعلیمات اپنانے کی صلاحیت و ہدایت فرمائی ہے اور روحانیات کی دنیا میں صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے کیلئے انعامات کے طور پر چار خاص مراتب تفویض فرمائے ہیں۔ یہ چاروں اعلیٰ روحانی مقامات وہبی ہیں کسبی نہیں۔ ایں سعادت بزور بازوں نیست۔ یہ مراتب فطرت صحیحہ کی عکاسی کرتے ہیں۔

البتہ فطرت صحیحہ میں ودیعت یہ چاروں مراتب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیآء کی کامل اتباع و فرمانبرداری سے وابستہ ہیں۔شہادت اور شہید کے مرتبہ ومقام کو دنیا میں پائے جانے والے تمام مذاہب میں سب سے پہلے قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔

(سورۃ النساء آیت ۷۱)

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے الرسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل اور جان سے اطاعت کریں گے۔وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدقین، شہد اور صالحین میں اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔

پس قرآنی نِص صریح کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہر فرد چاروں زمروں میں سے کسی نہ کسی ایک زمرہ میں شامل ہے اور میرے ذوق کے مطابق ہر مسلمان فرد جس پر الرسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرثبت ہوگی، وہی مسلمان اور مومن کہلانے کا مستحق ہوگا۔

رحمۃ للعالمین اپنی خداداد قوتوں، خوبیوں، استعدادوں اور اوصاف حمیدہ کے باعث افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں۔ وہی استقبال کرنے، اپنانے، قبول کرنے اور پیشوائی و پروہتائی کیلئے نہایت موزوں شخصیت ہے وہی خدا تعالیٰ اور مخلوق کے مابین وصال، ملاپ کا واحد وسیلہ (وسائط) ہے۔

(اتھروویدباب ۲۰ فصل ۷ ۱۲۷ء آیت ۷)

مقامات ِ اربعہ: روحانیت کی دنیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے انعامات میں سے سب سے اعلیٰ وارفع اور سب سے بڑا انعام نبوت ہے۔ یہ روحانی مقام وہبی ہے۔کسب نہیں۔ نبی جاہ و جلال اور جمال کا پیکر ہوتا ہے۔اس مقام کو چشم بصیرت محسوس کر لیتی ہے۔تفصیل ملاحظہ ہو؛

(فرسنگ دساتیر صفحہ ۱۸۹ آیات ۵۰ تا ۵۴)

نبی کے دعویٰ نبوت پر وہ ہستیاں جن کے دلوں پر نور فراست مستولی ہوتا ہے وہ اسے خداداد نورِ فراست سے محسوس کرتی اور قبول کر لیتی ہیں۔

صدیقت: روحانی جگت میں نبوت کے بعد صدیقیت کا روحانی مقام ہے جو بصیرت کی روشنی سے محسوس ہوا کرتا ہے۔ ایک صدیق میں وہ تمام روحانی خواص پائے جاتے ہیں جو نبوت کا حصہ ہوتے ہیں عموماً یہ لوگ دیگر انسانوں سے اپنے آپ کو مخفی رکھتے ہیں۔ کیونکہ صدیق، شہید، صالحین، اولیا، اور نیک لوگ اپنے نیک اعمال کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں۔ اپنے صدق وصفا کو دوسروں پر ظاہر کرنا عیب جانتے ہیں۔ البتہ بعض ضروری اُمور کا دوسروں کو تعلیم دینے کی غرض سے جن کی شریعت نے اجازت دے رکھی ہے اظہار بھی کرتے ہیں۔

مقام شہادت: شہادت کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔اس روحانی مقام کے روحانی اور خارجی دونوں پہلو بصارت اور بصیرت کی روشنی میں محسوس ہوتے ہیں۔شہادت کا مقام حاصل کرنے والا شہید کہلاتا ہے۔

شہید کے معنے: شہادت بہت وسیع المعانی لفظ ہے۔اس کے لفظی معنے دیکھنے، حاضر ہونے اور گواہی دینے کے ہیں غیب کے بالمقابل حاضر ہونے کے معنوں میں بھی شہادت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔جس نے خدا کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا، وہ شہید ہو چکا (امام مہدی علیہ السلام) تمام نبی اور مصلحین اپنی اپنی امت کے مدنظر شہید ہیں۔(سورۃ النساء آیت ۴۲) ۵۔لغت میں اس کے معانی یہ بھی لکھے ہوئے ہیں: عاشق صادق۔ وہ شخص جس کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو۔ (فیروز للغات صفحہ ۴۵۶) خدا پر کامل ایمان حضرت محمد رسول ﷺ کے ساتھ کامل ایمان وفا وعقیدت سے آپ کی سچائی کی گواہی دینا۔

شہادت کا دائرہ وسعت:

۱۔طاعون سے وفات پانے والا شہید ہے ۔۲۔عورت کی بوقت زچگی وفات۔ ۳۔جل جانے سے وفات۔ سیلاب وغیرہ، پانی میں ڈوبنے سے وفات۔۵۔پیٹ کے امراض کے باعث وفات۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۸۹)

اپنے مال، جان، عزت اور خاندان کی حفاظت کرتے ہوئے مارنا جانا (ترمذی)۔۷ مرض ذات الجنب میں وفات۔۸۔دب کر مر جانے والا، شہید ہے (ابوداؤد اور نسائی) ۹۔تبلیغی فریضہ ادا کرتے ہوئے وفات۔۱۰۔ جہاد میں وفات۔۱۱۔خدا کی راہ میں چلتے ہوئے کھوڑے، اونٹ وغیرہ سواری سے گرنے سے وفات۔۱۲۔سانپ بچھو کے ڈسنے سے موت۔ ۱۳۔شہادت کی سچی تڑپ رکھتے ہوئے موت کا آنا۔ (ابوداؤد وسورۃ الاحزاب آیت ۲۴) اپنے وطن اور قوم کی حفاظت کرتے ہوئے، اپنے پیر ومرشد، مذہب اور مرکز کی حفاظت کرتے ہوئے وفات، شہادت میں شامل ہے۔

دنیا کی قوموں، ملکوں اور مذاہب میں قربانی کی لاکھوں مثالیں موجود ہیں۔ جن پر اقوام فخر کرتی اور عقیدت سے شہدا کو نذرانہ عقیدہ پیش کرتی اور ان کے لئے دُعا کرتی ہیں۔شہید ہمیشہ ہمیش کیلئے زندہ ہیں۔ چرنجیو امر ہیں۔ ان کے جانے کے بعد شہیدا کی جگہ پانے کیلئے ان کی قوم کے ہونہار کمر بستہ رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ ہمیشہ مسلسل چلتا رہتا ہے۔

اسلام کے چار خلفاء عظام میں سے تین خلفاء نے شہادت کا مقام پایا۔اس اُمتّ محمدیہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔جن کے تذکرے سے تواریخ کی کتب بھری پڑی ہیں کہ:

وہ روز تھا جمعہ کا اور تھی دوپہر ڈھلتی
گذرا جو کربلا میں ایسا ستم نہ ہوگا

۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ بروز جمعہ بوقت نماز جمعہ وہ قیامت صغریٰ برپا ہوئی جس سے سارا عالم اسلام سوگوار اور سینہ فگار ہے۔

ملوکیت و خلافت کا تصادم: اسلام ساری تخلیقات کا حقیقی خالق و مالک خداوند تعالیٰ کی ذات کو قرار دیتا ہے (سورۃ آل عمران آیت ۲۷) ملک حکمران طبقہ کی ملکیت نہیں بلکہ وہ لوگوں کی امانت ہے، جو حکمرانوں کے پاس رہتی ہے۔ (سورۃ النور آیت ۵۹)

نظام حکمرانی کی بہترین صورت خلافت حقہ اسلامیہ ہے (سورۃ النور آیت ۵۶)

امام معصوم سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسلام کے ارفع واعلیٰ اصول خلافت کے حقیقی علمبردار تھے۔ اسی نظام خلافت کے قیام کی خاطر انہوں نے کوفہ کی طرف کوچ فرمایا جہاں خلافت کی جگہ ملوکیت کو پروان چڑھایا جا رہا تھا۔

یزید ابن معاویہ کی تمنا کوشش یہ تھی کہ اسلام میں بھی اصول ملوکیت کو تسلیم کیا جائے یعنی مَلِک ہی مالک الملک ہے۔لیکن ملوکیت مانع حُرِّیت ہے اور فقدانِ حیرت کا دوسرا نام ماسوا اللہ غلامی ہے اور غلامی ماسوا اللہ منافی توحید ہے۔ لہٰذا اس اصول ملوکیت کو تسلیم کر لینے سے عقیدہ توحید فنا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ عقیدہ توحید اسلام کا لب لباب ہے اور ساری قوم کا امر جامع۔

امام معصوم سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ موحد، مردِ مومن کی شہادت دو نظریات اور دو اُصولوں، مادیات وروحانیت میں مابہ الامتیاز کے ظاہر کرنے اور اسلام میں اسلامی نظریہ خلافت قائم کرنے کی بنیاد کو مزید مضبوط کرنے کیلئے وقوع میں آئی تھی۔ عظمت کے لحاظ سے اپنے زمانہ میں اول درجہ کی شہادت مانی جاتی ہے۔

کلکی اوتار احمد علیہ السلام کا فرمان: حسین رضی اللہ عنہ طاہر و مطہر تھا اور بلا شبہ ان بزرگوں میں سے ہے جن کو خداوند تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے...... اور اس امام کا تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر اور استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہو گیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہو گیا وہ جو عملی رنگ میں اُس کی محبت ظاہر کرتا ہے اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے...... یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے''۔

(تبلیغ الحق صفحہ ۲۰۱۔۱۸ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

فرزندانِ ظلمات نے نور اسلام کو مٹانے کے لئے اہل مدینہ کے کمزور نہتے مسلمانوں پر اہل مکہ وصحرائی جنگجوؤں نے زبردست فوجی حملہ کر دیا۔ وہ مکہ کے خانہ کعبہ میں قسم کھا کر آئے تھے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ کر کے رہیں گے۔سر ولیم میور کے مطابق مسلمان صرف کرشمہ الٰہی سے بچ سکے۔اہل مکہ کے نامور بہادر ستر کے قریب مارے گئے اور ستر کے لگ بھگ مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی ہوئے۔ مسلمان دس شہید ہوئے۔تاریکی و ظلمت کے فرزندوں کی ایسی گت بنی جیسا کہ

کرمک پروانہ را چوں موت می آئد فراز
می فتد برشمع سوزان ازراہِ شوخی وتاز

جنگ بدر، یوم فرقان میں کیدار کی ساری جاہ و حشمت، شان وشوکت جاتی رہی۔

آخرین: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ملک ہند میں آخرین میں ہوئی۔

''میر عوب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہان سے''

آپؐ کی پیش خبری کے مطابق امام مہدی علیہ السلام کی جماعت اپنے تن، من دھن اور لگن سے اشاعت اسلام کے کام میں مصروف ہے۔ جماعت احمدیہ صالحیت کے مقدس مقام سے آگے شہادت کے میدان میں ثبات قدم بڑھا چکی ہے۔اب تک سینکڑوں احمدی شہید ہو چکے ہیں۔ ان میں اکثریت ان شہداء کی ہے، جو مسلمانوں کے ہاتھوں بڑی بے دردی سے شہید کئے گئے۔شہیدوں کے خون سے مذاہب کے بوستان، ملت بیضا کا گلشن سرسبز وشاداب ہے۔ مذاہب کی تاریخ میں کسی قدر شہدا کا ذکر خیر مذکور ہے۔

تیرے سینہ میں نہاں ہے داستانِ غازیاں
شاداب جن کے خون سے ہیں انبیاء کے بوستان

شہداء احمدیت: احمدیت پر جان نثار کرنے والوں میں سے ان افراد کی تعداد درج ہے جو اَب تک ریکارڈ میں موجود ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں

۱۹۰۵ء تک	تعداد: ۲
خلافت ثانیہ کے دور ۱۹۶۵ تک	۹۱
خلافت ثالثہ کے دور ۱۹۸۲ء تک	۳۹
خلافت رابعہ کے دور ۲۰۰۳ء تک	۷۹
خلافت خامسہ ۲۰۰۳ تا حال	۱۲۹

(مورخہ ۲۴ جون ۲۰۱۰ء بدر صفحہ ۲۰)

(باقی صفحہ 37 پر ملاحظہ فرمائیں)

راہِ خدا میں جان قربان کر کے حیات جاودانی پانے والوں کا حسین تذکرہ

(مکرم مولوی محمد یوسف صاحب انورؔ، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَشْرِیْ نَفْسَہٗ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ (البقرہ آیت ۲۰۸) اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اُس کے عوض خدا تعالیٰ کی مرضی خرید لیتا ہے یہ وہی لوگ ہیں جو خدا کی خاص رحمت کے مورد ہیں اور وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے کی روح بھی یہی ہے‘‘۔

شہداء کی فضیلت: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے شہدا کو پانچ کرامات کی صورت میں خصوصی اعزاز بخشا ہے۔

اوّل: تمام نبیوں کی ارواح کو ملک الموت نے قبض کیا مگر شہدا کی روحیں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنی منشاء مبارک کے مطابق خود قبض کرتا ہے۔

دوئم: جملہ انبیاء کو موت کے بعد غسل دیا گیا مگر شہید نہلائے نہیں جاتے۔

سوئم: سارے نبیوں کو کفن پہنایا گیا لیکن شہدا کو انہی کے کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے۔

چہارم: انبیاء فوت ہوگئے اور انہیں اموات کہا گیا مگر شہیداء کو مُردہ نہیں کہا جاتا۔

پنجم: نبیوں کو قیامت کے دن حق شفاعت عطا ہوگا مگر شہید جس کی نسبت چاہیں ہر روز شفاعت کرتے ہیں۔ (تفسیر الجامع الاحکام القرآن جلد چہارم صفحہ ۲۷۶ مولفہ حضرت ابوعبداللہ بن احمد الانصاری القرطبی متوفی ۲۹ اپریل ۱۲۷۳ء ناشر دارالکتب المصریہ اشاعت ۱۹۳۷ء)

اس مضمون میں جن شہداء احمدیت کا مقام و مرتبہ بیان کرنا مقصود ہے، وہ ہمارے معصوم و بزرگ اور جوان ہیں جنہیں ۲۸ مئی جمعۃ المبارک کے دن عین خطبہ جمعہ کے موقع پر نہایت بے دردی اور ظالمانہ طریق سے اندھا دھند فائرنگ کر کے اور ہینڈ گرنیڈ پھینک کر اور خودکش حملہ کر کے لاہور کے ماڈل ٹاؤن مسجد نور اور گڑھی شاہو (دارالذکر) میں شہید کیا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘

خدا تعالیٰ ان سب پاک روحوں کو جنہوں نے خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے خانہ خدا میں حق و صداقت کے گلشن کی آبیاری کیلئے اپنا خون کا نذرانہ پیش کیا، حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں رکھے اور اُن کی دعاؤں کے خزانہ سے ان کی ازواج و اولاد و رفقاء قیامت تک فیضیاب ہوتے رہیں۔ نیز پیارے آقا سیدنا وامامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبات اور پیغامات کے ذریعہ جو دُعائیں دیں، مولیٰ کریم اُن کو اُن کے حق میں شرف قبولیت بخشے اور ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے یہ توفیق دے کہ ہم اُفقِ روحانیت کے ان ستاروں کی روشنی سے نور حاصل کر کے دین حق کے ہر پرچم کو ہمیشہ بلند سے بلند تر رکھیں اور حضور پرنور کی توقعات پر پورا اُتر سکیں۔ آمین۔

قربانی کی جزاء: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

’’خدا کی خاطر قربانیاں کرنے والوں کی جزاء محدود نہیں ہوتی کیونکہ خدا وہ ذات ہے جو لامحدود ہے اور اس پر کوئی فنا نہیں۔ اس لئے آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کی قربانیوں کی جزاء آپ کی ذات تک محدود نہیں بلکہ تا قیامت آپ کی نسلیں ان قربانیوں کا پھل کھاتی رہیں گی۔

خون شہیدانِ امت کا اے کم نظر !
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا
ہر شہادت تیرے دیکھتے دیکھتے
پھول پھل لائے گی پھول پھل جائے گی

(خطبہ جمعہ ۱۴/اگست ۱۹۸۶)

تاریخ احمدیت کا پہلا عظیم سانحہ جو لاہور میں پیش آیا: یوں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سے لیکر اب تک ایک ریکارڈ کے مطابق ۳۴۵ کے قریب احمدی افراد دنیا میں شہید کئے گئے ہیں لیکن بیسیوں ایسے بھی ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں شہید کئے گئے مگر ان کے نام محفوظ نہیں ہو سکے۔

جہاں تک لاہور کے المناک واقعہ کی بات ہے وہ ہر لحاظ سے اپنے آپ میں انوکھا ہے۔ جمعہ کی عبادت بجالاتے ہوئے ۸۵ سے زائد نہتے اور معصوم احمدیوں کو جس بے دردی اور ظالمانہ طریق سے شہید کیا گیا اور ۱۲۵ افراد کو شدید زخمی کیا گیا۔ تاریخ احمدیت میں یہ پہلا اقعہ ہے۔

میڈیا کے ذریعہ ساری دنیا میں اس واقعہ کی تشہیر ہوئی اور بہت سخت الفاظ میں مذمت بھی کی گئی۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے کافی چرچا کی اور کچھ جھلکیاں لائیو دکھائی گئیں۔ پہلی مرتبہ حکومت پاکستان کے اعلیٰ عہدیداروں نے بھی اس واقعہ کی سخت الفاظ میں مذمت کی۔

جمعۃ المبارک کا دن معمول کی طرح گرم دن تھا۔ اس دن کی اہمیت وعظمت کے پیش نظر لاہور میں احمدی احباب نے صبح سے ہی اپنے اپنے گھروں میں جمعہ پر جانے کی تیاری شروع کی، ہر چھوٹا بڑا نہا دھوکر، نئے اور صاف کپڑے پہن کر ہر وقت مسجد کی طرف رخ کیا۔ کسے پتہ تھا یہ عام سا گرم دن جماعت احمدیہ لاہور کیلئے افسوسناک، دہشت ناک اور غموں سے بھری ہوئی یادیں چھوڑ جائے گا اور چند ہی گھنٹوں میں بیسیوں اپنے پیاروں سے بچھڑ جائیں گے۔ تاریخ احمدیت کے اس المناک دن میں ایسے واقعات رونما ہوئے تھے جو گزشتہ ۱۲۰ سالوں میں نہیں ہوئے تھے۔ حقیقت میں دارالذکر اور مسجد نور لاہور میں معصوم احمدی جانوں کے ساتھ ظالم اور سفاک دہشت گردوں نے جو خون کی ہولی کھیلی، یہ واقعہ اسلام کی تاریخ بھی ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اس واقعہ میں شہید ہونے والے ہمارے بھائی اور بزرگ جو گھر سے خوب تیاری کر کے نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے آئے تھے۔ شہادت کا رُتبہ پا کر ہمیشہ کیلئے زندہ ہوگئے۔

صبر اور دُعا کی تلقین: جماعت احمدیہ کے موجودہ سربراہ وامام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لاہور کے سانحہ پر ۴ جون ۲۰۱۰ء کو مسجد بیت الفتوح میں جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، اس میں آپ نے ساری دنیا کے احمدیوں کو اس عظیم سانحہ پر صبر اور دُعا سے کام لینے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ سب سے پہلے لاہور میں شہدا نے لواحقین نے جو صبر حوصلہ جرأت بہادری واستقامت دکھائی، وہ واقعی اپنے آپ میں ایک منفرد مثال ہے۔

کسی سے شکوہ نہیں نہ ہی شکایت ہے
ہماری ضامن بس خدا کی قدرت ہے
یہ زندگی بھی اُس کی اِک امانت ہے
یہ آزمائش بھی اُسی کی حکمت ہے
کوئی بھی وقت ہو، شکر بجا لاتے ہیں
شہید ہیں جنت سجانے جاتے ہیں

آنکھوں دیکھے حال کا کچھ تذکرہ: ۲ جون روزنامہ الفضل میں اس ضمن میں جو آنکھوں دیکھا حال بیان کیا گیا ہے انسان جسے پڑھ کر ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیارے مہدی علیہ السلام کو کیسی نیک اور پاک جماعت عطا کی ہے کہ ظالم اور سفاک دہشت گردوں نے آناً فاناً میں اتنا جانی نقصان کیا ۹۴ احمدی شہید اور ۱۲۴ سے زیادہ افراد زخمی ہوئے ۔ شہر لاہور کے درو دیوار کو ایک مرتبہ پھر بے گناہوں کے خون سے رنگین بنا دیا گیا۔ پل بھر میں سو کے قریب جیتے جاگتے انسانوں کو عبادت کرتے ہوئے موت کی نیند سلا دیا گیا۔ کتنے گھر برباد ہوئے۔ کتنی گودیں اجڑیں۔ کتنے سہاگ لُٹے، کتنی امنگوں، آرزوؤں اور اُمیدوں نے بظاہر دم توڑا۔ اس کا حساب شاید کوئی نہ دے سکے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تعالیٰ کی ہدایت اور ارشاد پر لبیک کہتے ہوئے لاہور کے احمدیوں نے جو جذبہ حوصلہ اور اطاعت کا نمونہ دکھایا، اُسے نہ صرف پاکستان بلکہ ساری دنیا حیران رہ گئی ہے۔

روزنامہ الفضل نے لکھا ہے کہ شہید ہونے والے احباب کے لواحقین اور دوستوں نے ان کی الگ الگ خوبیاں بیان کیں اور بتایا کہ وہ نماز کے بہت پابند تھے، ہر وقت مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا۔ خدمت خلق کے تحت ڈیوٹیاں سرانجام دینا۔ چندے ادا کرنا اور چندوں کی وصولی کرنا، مختلف جماعتی شعبہ جات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور حسب توفیق خدمت دین بجالانا ان کے اولین کاموں میں سے تھے۔

ربوہ میں تدفین کے موقعہ پر حسین نظارے: ربوہ میں ان پیاروں کے تدفین کے موقع پر ربوہ اور دیگر کئی شہروں سے جوق در جوق احباب و خواتین اکٹھے ہوئے تھے ۔ دفاتر مجلس انصار اللہ پاکستان کے وسیع سبزہ زار میں بنے کھلے پنڈال کے نیچے مختلف ٹولیوں اور گروپس کی شکل میں بیٹھے احباب اپنوں سے بچھڑ جانے والوں کی سیرت کے نیک تذکرے کرتے ہی ان کو سنا گیا۔ جس گروپ میں بھی بٹھ جائیں ان میں ہر ایک دُعاؤں کی تلقین، صبر، حوصلے اللہ تعالیٰ پر توکل اور ان شہادتوں کے بعد اپنے عزم و ہمت کا اظہار کرتے نظر آتا۔

لکھا ہے کہ ان شہیدانِ وفا کے قریبی لواحقین بھی باپ بیٹے، بھائی مائیں اور بہنیں اور دیگر اقرباء اس پہاڑ جیسے صدمے کو برداشت کر کے مجسم صبر، حوصلے اور برداشت کی تصویر بنے بیٹھے تھے۔ ان کے سارے احتجاج، گلے، شکوے، ردعمل، دُکھ درد، الغرض دل کے سب جذبات اللہ تعالیٰ کے دربار میں آنسوؤں کی شکل میں بہے جا رہے تھے۔ حیرت ہوتی تھی ان کے اس عظیم سانحہ کے جذبات واحساسات دیکھ کر!

پاکستان کے میڈیا کی حیرانی: پاکستان کا میڈیا اپنے سازوسامان کے ساتھ ان بچھڑنے والوں اور شہید ہونے والوں کے رشتہ داروں اور احمدیوں کے ردّعمل کو کیمرے کی آنکھوں میں محفوظ کرنے ربوہ آیا۔ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کس دنیا کی مخلوق ہیں، کہاں سے آئے ہیں یہ سب؟ نہ توڑ پھوڑ نہ جلسے جلوس، نہ جلاؤ گھیراؤ نہ ہڑتالیں، نہ قتل وغارت؟ بلکہ میڈیا والوں کی یہ دیکھ کر عقل ہی گم ہوگئی کہ ہر چھوٹا بڑا اپنے ردعمل کو اپنے اس مقدمہ کو صرف اور صرف اللہ کے دربار میں پیش کرنے کی باتیں کر رہا ہے۔ بہت کوشش کی انہوں نے کہ کوئی ایک ہی ایسا مل جائے جو یہ کہے کہ ہم اس سانحہ میں ہونے والے نقصان کا بدلہ لیں گے، ہڑتالیں، جلسے جلوس اور احتجاج کریں گے لیکن اس معاملے میں ان کو انتہائی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے برعکس ان کے سامنے آنے والا ہر شخص صبر کی مجسم تصویر بنا، اللہ تعالیٰ کی قدمت کے نظاروں کی باتیں کرتا نظر آیا۔ یہ سارے مناظر اُن کے کیمرے محفوظ کرنے کے عادی نہ تھے۔ نیلے آسمان کے نیچے ان کیمروں کی آنکھوں نے ایسے منظر کبھی نہ دیکھے تھے، تو اَب کس طرح ان سب کو محفوظ کرتے، دنیا کو کیا بتاتے کہ اس پر امن اور شریف لوگوں کی جماعت میں ایک بھی ایسا نہیں ملا جو توڑ پھوڑ اور منفی ردعمل کرتا یا اس قسم کی باتیں کرتا نظر آیا بلکہ یہ لوگ صبر، حوصلے اور دعاؤں کے ذریعہ اپنے مقدمے کو اللہ کے دربار میں پیش کر چکے ہیں۔ اس لئے میڈیا نے تدفین کی ابتدائی رپورٹیں کی اور اپنا سازو سامان لپیٹ کر واپسی کی راہ لی۔

ادھر عینی شاہدین سے زخمیوں اور شہید ہونے والوں کے حالات اور واقعات سنے تو دل خون کے آنسو بھی رویا اور ہمت و بہادری کی باتوں پر خوش بھی ہوا۔ آخری وقت میں اپنے گھروں سے رابطے، تسلیاں اور بعض شہید ہونے والوں کے آخری سلام پہنچانے

کے واقعات بہت دل سوز اور غمناک تھے۔

اس جگہ یہ بات واضح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کا ہے جس کا قرآن مجید اور احادیث میں ذکر موجود ہے۔ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے پانچویں روحانی خلیفہ امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب بین الاقوامی جماعت احمدیہ کے سربراہ ہیں۔ اسلام و احمدیت کے کروڑوں پروانے اور مخلص جانثار اپنے اس پیارے آقا کی آواز پر ہر وقت لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں اور اطاعت و فرمانبرداری نیز نظام خلافت سے وابستگی میں منفرد مقام رکھتے ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی جماعت احمدیہ جو ۱۹۸ ممالک میں پھیلی ہوئی ہے، کسی بھی ملک یا شہر میں کسی بھی احمدی کو اگر کچھ تکلیف یا ضرر پہنچتا ہے تو سب سے پہلے ہمارے پیارے آقا کو ایسی خبر سن کر یقیناً بہت دُکھ اور افسوس ہوتا ہے۔ یوں تو حضور انور عموماً سارے احمدیوں کے لئے ہمیشہ مجسم دُعا ہیں لیکن ایسے موقعہ پر خصوصاً ہمارے پیارے حضور جہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ازخود دُعا کرتے ہیں، باقی احمدیوں کو بھی دعا اور صبر کی تلقین کرتے ہیں اور جب تک اُن احمدیوں کے متعلق تسلی بخش اطلاع نہیں پاتے، مطمئن نہیں ہوتے ۔لہٰذا جس جماعت کو خدا نے ایسا پیار و محبت کرنے والا خلیفہ دیا ہو وہ کیوں نہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہے۔

شہداء لاہور کے مقام و مرتبہ کے متعلق حضور انور کے ارشادات:

لاہور کے شہدا کی قربانیوں کا دلگداز تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: یہ صبر و رضا کے پیکر اپنے زخموں اور اُن سے بہتے ہوئے خون کو دیکھتے رہے لیکن زبان پر حرف شکایت لانے کی بجائے دُعاؤں اور درد سے اپنی اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بناتے رہے‘‘

فرمایا: احمدی خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ صبر اور دُعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنے والے اور اُس کی پناہ میں آنے والے لوگ ہیں خلافت کے جھنڈے تلے جمع ہونے والے لوگ ہیں ۔ یہ اُس مسیح کے ماننے والے ہیں جو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے آیا تھا۔

فرمایا: ان جانے والے ہیروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے چمکدار ستاروں کی صورت میں آسمان اسلام و احمدیت پر سجا دیا جس نے نئی کہکشائیں ترتیب دی ہیں۔

فرمایا: لاہور کے سانحہ پر دنیا بھر سے جو ہزاروں خطوط مجھے ملے، تمام کا مضمون ایک محور پر مرکوز تھا۔ سب نے لاہور کے شہداء کے عظیم شہادت پر جذبات کا اظہار کیا تھا اپنے احساسات کا اظہار لوگوں نے کیا تھا۔ غم تھا، دُکھ تھا، غصہ تھا، لیکن فوراً ہی اگلے فقرہ میں وہ غصہ صبر اور دُعا میں ڈھل جاتا تھا۔ ان خطوط سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی کا اپنا کوئی انتہائی قریبی خونی رشتہ میں پرویا ہوا عزیز اس ظلم کا نشانہ نہ بنا ہے۔

فرمایا: جن کے قریبی عزیز اس مقام کو پا گئے اس شہادت کو پا گئے، ان کے خطوط جو تھے تسلیاں دے رہے تھے اور اپنے اس عزیز اپنے بیٹے، اپنے باپ، اپنے بھائی ،اپنے خاوند کی شہادت پر اپنے رب کے حضور صبر اور استقامت کی ایک عظیم داستان رقم کر رہے تھے۔

حضور انور نے کی شفقت کا بے مثال نمونہ:

فرمایا پھر جب میں نے تقریباً ہر گھر میں کیونکہ میں نے تو جہاں تک یہاں ہمیں معلومات دی گئی تھیں، اس کے مطابق ہر گھر میں فون کر کے تعزیت کرنے کی کوشش کی ۔ اگر کوئی رہ گیا ہو تو مجھے بتا دے۔ جیسا کہ میں نے کہا میں نے ہر گھر میں فون کیا تو بچوں، باپوں، بھائیوں ، بیویوں ، ماؤں کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی پایا۔ خطوط میں تو جذبات چھپ بھی سکتے ہیں۔ لیکن فون پر اُن کی پُرعزم آوازوں میں یہ پیغام صاف سنائی دے رہا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے مومنین کے اس ردّعمل کا اظہار بغیر کسی تکلف کے کر رہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ہم پورے ہوش و حواس اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ادراک کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش ہیں ۔ یہ ایک ایک دو قربانیاں کیا چیز ہیں ہم تو اپنا سب کچھ اور اپنے خون کا ہر قطرہ مسیح موعودؑ کی جماعت کیلئے قربان کرنے کیلئے تیار ہیں ۔ اس لئے تیار ہیں کہ آج ہمارے لہو، آج ہماری قربانیاں ہی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہونے کا اظہار اور اعلان دنیا پر کریں گی ۔ ہم وہ لوگ ہیں جو قرون اولیٰ کی مثال قائم کریں گے ۔ ہم ہیں جن کے سامنے صحابہ رسول اللہ ﷺ کا عظیم نمونہ پھیلا ہوا ہے۔ یہ سب خطوط یہ سب جذبات پڑھ کر اور سن کر اپنے جذبات کا اظہار کرنا تو میرے بس کی بات نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس یقین پر قائم کر دیا ،مزید اس میں مضبوطی پیدا کر دی کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیارے یقیناً اُن اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو عطا فرمائے ہیں۔ جن کے پورا کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود مبعوث ہوئے تھے۔ (بحوالہ اخبار بدر ۱۲؍اگست ۲۰۱۰ء)

شہداء کا ذکر خیر حضورانو کے الفاظ میں:

آج ہمارے شہداء کی خاک سے بھی یقیناً یہ خوشبو آرہی ہے جو ہمارے دماغوں کو معطر کر رہی ہے۔ انکی استقامت ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جس استقامت اور صبر کا دامن تم نے پکڑا ہے اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ ابتلاء کا لمبا ہونا تمہارے پائے استقلال کو ہلا نہ دے یا کہیں کوئی ناشکری کا کلمہ تمہارے منہ سے نہ نکل جائے۔

فرمایا: ان شہداء کے بارے میں تو بعض خوابیں بھی بعض لوگوں نے بڑی اچھی دیکھی ہیں۔ خوش خوش جنت میں میں پھر رہے ہیں بلکہ ان پر تمغے سجائے جا رہے ہیں۔ دنیاوی تمغے تو لمبی خدمات کے بعد ملتے ہیں یہاں تو نوجوانوں کو بھی نوجوانی میں خدمات پر تمغے مل رہے ہیں۔

صبر کے نمونے کا غیروں پر اثر:

فرمایا: یہ صبر کے نمونے جب دنیا نے دیکھے تو غیر بھی حیران ہو گئے۔ ظلم اور سفاّ کی کے ان نمونوں کو دیکھ کر غیروں نے نہ صرف ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ احمدیت کی طرف مائل بھی ہوئے بلکہ بیعت میں آنے کی خواہش کا اظہار بھی کیا۔ پس یہ ظلم جو تم نے ہمارے سے روا رکھا، اس کا بدلہ اس دنیا میں ہمیں انعام کی صورت میں ملنا شروع ہو گیا۔

فرمایا: واقعات بہت ہیں اور دردناک ہیں، ڈرتا ہوں کہ جذبات سے مغلوب نہ ہو جاؤں ،سارے بیان نہیں کر سکتا۔ ایک نمازی نے کسی کو مخاطب ہو کر کہا کہ ایک انعام اور ملا کہ شہید باپ کا بیٹا ہوں ۔ مکرم اعجاز صاحب کے بھائی شہید ہو گئے اور انہیں مسجد میں اطلاع مل گئی اور کہا گیا کہ فلاں ہسپتال پہنچ جائیں انہوں نے کہا جانے والا خدا کے حضور جا چکا۔ اب شاید میرے خون کی احمدی بھائیوں کو ضرورت پڑھ جائے اس لئے میں تو اَب یہیں ٹھہروں گا ۔ ایک خاتون لکھتی ہیں کہ میرے چھوٹے بچے بھی جمعہ پڑھنے گئے تھے اور خدا نے انہیں اپنے فضل سے بچا لیا ۔ جب مسجد میں خون خرابہ ہو رہا تھا تو ہماری ہمسائیاں ٹی وی پر دیکھ کر بھاگی آئیں کہ رو دھو رہی ہو گی یعنی میرے پاس آئیں کیونکہ مسجد کے ساتھ ان کا گھر تھا۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ ہمارا معاملہ تو خدا کے ساتھ تھا۔ مجھے بچوں کی کیا فکر ہے؟ ادھر تو سارے ہی ہمارے اپنے ہیں ۔ اگر میرے بچے شہید ہو گئے تو خدا کے حضور مقرب ہوں گے اور اگر بچ گئے تو غازی ہوں گے۔ یہ سن کر عورتیں حیران رہ گئیں اور الٹے پاؤں واپس چلی گئیں کہ یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟

فرمایا: ایک ماں کا اکلوتا بیٹا اٹھارہ سال کا تھا۔ ایک لڑکا تھا باقی لڑکیاں ہیں میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا ۔ شہید ہو گیا اور انتہائی صبر اور رضا کا ماں باپ نے اظہار کیا اور یہ کہا کہ ہم بھی جماعت کی خاطر قربان ہونے کیلئے تیار ہیں۔

فرمایا : سیریا کے ایک باشندے وہ بھی ان دنوں میں وہاں گئے تھے اور ان کو بھی ٹانگ پر کچھ زخم آئے ہیں ۔ شام کے احمدی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسا نظارہ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کوئی افراتفری نہیں تھی۔ کوئی ہراسانی نہیں تھی۔ کوئی خوف نہیں تھا ہر ایک آرام سے اپنے اپنے کام کر رہا تھا۔ اُس وقت بھی جب دشمن گولیاں چلا رہا تھا اور انتظامیہ کی طرف سے جو ہدایات دیں جا رہی تھیں، ان کے مطابق عمل ہو رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ میرے لئے تو ایک ایسی انہوی چیز تھی کہ جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

فرمایا: پس یہ وہ لوگ ہیں یہ وہ مائیں ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت میں پیدا کی ہیں۔ قربانیوں کی عظیم مثال ہیں ۔ اس بات کی فکر نہیں کہ میرے بچوں کا کیا حال ہے یا میرا بچہ شہید ہو گیا ہے۔ پوری جماعت کے لئے یہ مائیں درد کے ساتھ دُعائیں کر رہی ہیں ۔ پس اے احمدی ماؤں! اس جذبے کو اور ان نیک اور پاک جذبات اور ان خیالات کو کبھی مرنے نہیں دینا۔ جب تک یہ جذبات رہیں گے جب تک یہ پُرعزم سوچیں رہیں گی ۔ کوئی دشمن کبھی جماعت کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔‘‘

(خطبہ جمعہ 4 جون 2010)

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ پر شہداء لاہور کا تذکرہ:

ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں، وہ کم ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس ترقی یافتہ دور میں جماعت احمدیہ کو ایم ٹی اے کی عظیم نعمت سے نوازا ہے جس کی نشریات ۲۴ گھنٹے دنیا بھر میں سنی اور دیکھی جا رہی ہیں۔ احمدی اور غیر از جماعت افراد غرضیکہ سبھی لوگ اس سے کسی نہ کسی رنگ میں بھرپور فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

ایم ٹی اے کے ذریعہ تبلیغی و تربیتی امور کے علاوہ جماعتی خبریں اور دنیاوی خبریں نشر ہوتی ہیں اور کئی دیگر مفید معلوماتی پروگرام بھی نشر کئے جاتے ہیں۔

۲۸ مئی بروز جمعہ کو لاہور میں ہونے والے عظیم سانحہ پر ایم ٹی اے پاکستان اور ایم ٹی اے لندن نے بخوبی روشنی ڈالی اور حقیقت پر مبنی احوال نشر کئے اس کے ساتھ ساتھ شہداء کے لواحقین کے انٹرویو، ان کے خیالات جذبات احساسات اور شہداء کی یادیں اور شہداء کی خدمات پر مبنی رپورٹیں جو نشر کی گئی وہ قابل ستائیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایم ٹی اے کے جملہ کارکنان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

خاکسار نے کئی مرتبہ ازخود ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر شہداء کے لواحقین کے خیالات سنے اور جو جو سوالات ایم ٹی اے کارکنان نے اُن سے دریافت کئے ، ان کے جوابات بھی سنکر عقل ونگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بانیٔ جماعت احمدیہ کو کیسی پیاری مخلص اور نیک دیانتدار قربانی کرنے والے جماعت عطا فرمائی ہے کہ جماعت کا ہر فرد ہی اپنے پیارے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آواز پر لبیک کہنے کیلئے تیار بیٹھا ہے اور جماعت کی حفاظت اور بقاء کے لئے سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار ہے اور کسی چیز کا خوف اور ڈر نہیں ہے۔

شہداء کے لواحقین اللہ کی رضا پر راضی ہیں:

اب تک ماشاء اللہ جتنے بھی شہداء کے لواحقین کا ایم ٹی اے پر ذکر کیا گیا ہے، اُن میں سے ہر ایک فرد نے کہا کہ ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں اور خوش ہیں ۔ ہمیں ذرّہ بھی افسوس نہیں ہے بلکہ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارا بھی کوئی رشتے دار شہید ہوا ہے۔ پھر ہماری یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ جماعت احمدیہ کے موجودہ پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازخود ہمیں فون کر کے تعزیت کی حال پوچھا دُعا و صبر کی تلقین کی۔ بچوں اور دیگر اقرباء کے بارے میں دریافت کیا لیکن اللہ کے فضل سے ہم نے حضور کو تسلی دی۔ پیارے حضور آپ ہماری فکر نہ کریں اگر اس راہ میں ہماری جان بھی جائے تو ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔ ہم بہت خوش قسمت لوگ ہیں کہ ہمارا کوئی رشتہ دار شہداء میں شامل ہوا ہے۔ ہمیں کیا غم ہے ؟ کیا فکر ہے۔ ہماری ایک مضبوط جماعت ہے نظام خلافت ہے دنیا بھر میں ہمارے بھائی بہن پھیلے ہوئے ہیں ہم تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت سے ہیں اور آپ ﷺ کی عاشق صادق کے غلاموں کے غلام ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس جماعت میں شامل ہونے کی توفیق دی ہے الحمد للہ۔

(باقی صفحہ 26 پر ملاحظہ فرمائیں)

اسلامی تاریخ کے عظیم الشان شہداء

(مکرم مولانا محمد حمید صاحب کوثر، پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

(آل عمران آیت 172 تا 170)

ترجمہ: اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو ہرگز مردے گمان نہ کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور انہیں اُن کے رب کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔ وہ بہت خوش ہیں اس پر جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اور وہ خوشخبریاں پاتے ہیں، اپنے پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق جو ابھی اُن سے نہیں ملے کہ اُن پر بھی کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایسے جانثار اور وفادار فدایان امّت ساتھی عطا کئے جنہوں نے نہ صرف رسول کریمؐ کی زندگی میں بلکہ آپؐ کے ارشاد کے مطابق فَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ کے تحت قربانی کے وہ عظیم اور اعلیٰ معیار قائم کئے جو رہتی دنیا تک سنہرے حروف سے قلمبند کئے جائیں گے۔ ہزاروں صحابہ کرام نے دین اسلام کی آبیاری اور توحید کے قیام کیلئے اپنی جانیں قربان کر دیں مگر توحید کے اس گلستان پر حرف نہ آنے دیا۔ انہوں نے شہادت کا وہ عظیم رتبہ حاصل کیا جو علاوہ ان کے کسی کو نہ ملا۔ میدانِ کربلا میں انہوں نے پیاسا رہ کر جان دینا پسند کیا۔ میدان جنگ کی خوشبو انہیں کستوری سے بھی زیادہ مہک دار نظر آنے لگی۔ انہوں نے تیروں اور تلواروں کے وار اپنے ہاتھوں اور جسموں پر لئے اور کٹ کٹ کر زمین پر گرے مگر وحدت کے اس چشمے پر حرف نہ آنے دیا۔ پس ان عظیم صحابہ کرام کی شہادت کا نمونہ دیکھ کر بے اختیار دل سے یہ دُعا نکلتی ہے۔

"اے اللہ تو محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پر وہ رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جو تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر نازل فرمائی۔ اے اللہ! تو ان شہداء کے قبروں کو انوار و برکات سے منور فرما اور انہیں جنت میں مقام فردوس عطا فرما۔ آمین۔

سیدنا حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کے المناک واقعات کو تحریر کرنے سے قبل شہداء کی فضیلت اور بلند درجات کے متعلق ایک دو احادیث پیش خدمت ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ خود رسول کریم ﷺ کے اندر ہمیشہ یہ تڑپ رہی کہ میں اللہ کی راہ توحید کے قیام کیلئے لڑوں اور شہید ہو جاؤں۔ بلا شبہ پیارے آقا کی اسی تڑپ کی پیروی کرتے ہوئے صحابہ کرام نے اپنی جانوں کا نذرانہ راہِ خدا میں پیش کیا، چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوعبس ابوالرحمٰن بن جبرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلودہ ہوں اور پھر جہنم کی آگ چھوئے"۔

(بخاری جلد دوم کتاب الجھاد والسیر صفحہ نمبر ۶۶)

ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مسلمان اس بات کو ناپسند نہ کرتے کہ میں جہاد میں چلا جاؤں اور وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں اور یہ سمجھ سے نہ ہوسکے کہ ساتھ رکھنے کی خاطر سب کو سوار کر دوں۔ گو اس بات کا خیال نہ ہوتا تو میں کسی سریہ سے پیچھے نہ رہتا اور برابر راہ خدا میں لڑتا رہتا، کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میری تو یہی آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کر دیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔

(بحوالہ بخاری کتاب الجھاد والسیر صفحہ نمبر ۶۱)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ بمطابق ۶۵۴ء کو تمام صحابہ کرام اور مسلمانوں نے بغیر کسی اختلاف کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول کریمؐ کے زمانہ حیات ہی سے تمام صحابہ کرام میں حضرت عمر فاروقؓ کو غیر معمولی عزت اور عظمت حاصل تھی۔ سب ہی آپ کا احترام کرتے تھے اور سب ہی آپ کے تقدس تدبر او ہوشمندی کے قائل تھے۔

بخاری اور صحیح مسلم کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت عمرؓ کی خلافت کے بارے میں بشارت فرمائی تھی، چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ایک مرتبہ اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ" میں نے اپنے آپ کو ایک ایسے کنوئیں پر دیکھا جس پر ایک ڈول پڑا تھا۔ میں نے کچھ ڈول پانی کے کھینچے۔ میرے بعد ابوبکر صدیقؓ نے ڈول لے لیا۔ مگر ایک دو ڈول کھینچنے کے بعد وہ تھک گئے پھر عمر فاروقؓ آئے اور انہوں نے اس طرح ڈول پر ڈول کھینچنے شروع کئے کہ میں نے کسی جوانمرد کو بھی اس طرح کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ ہر چہار طرف سے پیاسے آئے اور خوب سیراب ہوئے"۔

چنانچہ اس حدیث کے متعلق ائمہ کی رائے ہے کہ یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروق کی خلافت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا صاف اشارہ ہے چنانچہ یہ حدیث بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ دُنیا نے دیکھ لیا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں مسلمانوں کو بے اندازہ فتوحات حاصل ہوئیں اور اسلام دور دراز تک پھیل گیا۔

شہادت حضرت عمر فاروقؓ

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے چونکہ آتش پرستوں کی حکومت کا تختہ اُلٹ کر رکھ دیا تھا۔ اس لئے آتش پرست آپ کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ چنانچہ فیروز ابولولو نامی آتش پرست ایک روز صبح کی نماز کے وقت نمازیوں کی صف میں آ کر کھڑا ہو گیا اور عین اس وقت جبکہ حضرت عمر فاروقؓ نماز پڑھا رہے تھے، اُس نے صف میں سے نکل کر خنجر سے پے در پے حضرت عمرؓ پر چھ وار کئے۔ فاروق اعظم نے زخمی ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو امامت کیلئے اپنی جگہ کھڑا کیا اور زخموں سے تکلیف سے بے ہوش ہو گئے۔ مسلمانوں نے ابولولو کو پکڑنے کی کوشش کی تو بدبخت نے کئی اور اشخاص کو زخمی کر دیا اور کلیب بن ابی بکر کو شہید کر دیا۔ گرفتار ہونے سے قبل اُس نے خودکشی کی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بہت بُری طرح زخمی ہوئے تھے۔ انہیں مسجد سے اُٹھا کر گھر لایا گیا۔ گھر آنے کے بعد آپ کو ہوش آیا تو آپؓ نے پوچھا کہ میرا قاتل کون ہے لوگوں نے ایک آتشی غلام کو نام بتایا تو آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا قاتل فیروز ابولولو مغیرہ بن شعبہ کا ایک ایرانی غلام تھا۔ مؤرخوں کا بیان ہے کہ ایک روز اس غلام نے حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ میرا آقا مغیرہ بن شعبہ مجھ سے دو درہم یومیہ لیتا ہے آپ کم کرا دیجئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اُس سے پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اُس نے جواب دیا کہ آہنگری، بخاری اور نقاشی کا کام کرتا ہوں۔ آپؓ نے فرمایا: تو ایک اچھا کاریگر ہے اس اعتبار سے یہ رقم زیادہ نہیں ہے اس پر فیروز کو ناگواری پیدا ہوئی اور وہ حضرت عمر فاروقؓ کو قتل کی دھمکی دے کر چلا گیا اور تین دن کے بعد اُس نے خلیفہ اسلام پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔

البتہ بعض مؤرخوں کی رائے ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ پر یہ قاتلانہ حملہ محض ابولولو کی ذاتی رنجش کی بناء پر نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی تہہ میں ایک بڑی سازش کام کر رہی تھی جس کا مقصد سلطنت اسلامیہ کو نقصان پہنچانا تھا اور غالباً یہی رائے درست ہے۔

چنانچہ زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی حالت برابر خراب ہوتی چلی گئی۔ آپ کے پیٹ میں کاری زخم لگا تھا، اس کی وجہ سے آپ کا معدہ پھٹ گیا تھا اور جو چیز بھی آپ کو پلائی جاتی تھی وہ زخم کے راستے سے باہر آ جاتی تھی، آخر صرف تین دن زندہ رہ کر ۶۳ سال کی عمر میں یکم محرم ۲۴ھ (۶۴۵ء) کو رحلت فرما گئے۔ اُسی روز آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کے انتقال پر نہ صرف مکہ اور مدینہ میں بلکہ پوری مملکت اسلامیہ میں کہرام مچ گیا۔

(بحوالہ مکمل تاریخ اسلام مصنف از مفتی شوکت علی فہمی ص نمبر ۲۷۳ تا ۲۷۴)

بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے مرض موت میں اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ حضرت عائشہ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کرنے کی اجازت دے دیں۔ عبداللہ بن عمر جب عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت عمرؓ کی خواہش کا اظہار کیا تو صدیقہؓ نے فرمایا۔ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن میں عمر فاروقؓ کو اپنی ذات پر توجیح دیتی ہوں، حضرت عمر فاروقؓ کو جب معلوم ہوا کہ ان کو دوست کے پہلو میں جگہ مل گئی ہے تو وہ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ دیکھو جب میرا جنازہ لیکر حجرہ عائشہؓ پر پہنچو تو پھر سلام عرض کرنا اور کہنا کہ عمرؓ اجازت چاہتا ہے۔ اگر اجازت دیں تو وہاں دفن کرنا ورنہ گور غریباں میں سپرد خاک کر دینا۔

(بحوالہ تاریخ ملت جلد اوّل مصنف مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی صفحہ نمبر ۲۹۰)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عمرؓ شہید ہوئے مگر جب واقعات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس شہادت سے کوئی خوف نہیں تھا بلکہ وہ متواتر دُعائیں کیا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے شہادت نصیب کر اور شہید بھی مجھے مدینہ میں کر۔ پس وہ شخص جس نے اپنی ساری عمر یہ دُعائیں کرتے ہوئے گزار دی ہو کہ یا اللہ! مجھے مدینہ میں شہادت دے وہ اگر شہید ہو جائے تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس پر ایک خوفناک وقت آیا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے امن سے بدلا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی دُعا بھی قبول کر لی اور ایسے سامان بھی پیدا کر دیئے جن سے اسلام کی عزت قائم رہی۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ مدینہ پر کوئی بیرونی لشکر حملہ آور ہوتا، اندر سے ہی ایک خبیث اٹھا اور اُس نے خنجر سے آپ کو شہید کر دیا"۔

(تفسیر کبیر جلد ششم ص نمبر ۳۷۸)

پس حضرت عمر فاروقؓ کی ذات مبارک فی الحقیقت اسلام اور حکومت اسلامیہ کیلئے ایک نعمت تھی، کیونکہ آپ کے دورِ حکومت میں نہ صرف اسلام کو خوب عروج حاصل ہوا بلکہ حکومت اسلامیہ ایک ایسی صف اوّل کی حکومت بن گئی جس نے مختصر سی مدت میں ملک پر ملک فتح کر ڈالے اور اپنی عظیم الشان فتوحات سے ساری دُنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرتؐ کے صحابہ کرام کے صدق وصفا پر روشنی ڈالتے ہوئے بڑے درد کے ساتھ فرماتے ہیں:

"ہمارے پیارے اکمل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ ﷺ نے اپنے خدا اور رسول کے لئے کیا کیا جان نثاریاں کیں۔ جلاوطن ہوئے، ظلم اُٹھائے، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے، جانیں دیں لیکن صوق وصفا کے ساتھ قدم مارتے ہی گئے۔

پس وہ کیا بات تھی کہ جس نے انہیں ایسا جان نثار بنا دیا۔ وہ سچی الٰہی محبت کا جوش تھا جس کی شعاع اُن کے دل میں پڑ چکی تھی۔ اس لئے خواہ کسی نبی کے ساتھ مقابلہ کیا جاوے۔ آپ کی تعلیم، تزکیہ نفس، اپنے پیروؤں کو دنیا سے متنفر کر دینا شجاعت کے ساتھ صداقت کے لئے خون بہا دینا اس کی نظیر کہیں نہ مل سکے گی۔"

آپؑ مزید فرماتے ہیں:۔
’’یہ مقام آنحضرتؐ کے صحابہ کرام کا اور اُن میں جو باہمی الفت و محبت تھی، اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان فرمایا ہے: وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِى الْاَرْضِ جمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بينَ قُلُوْبِهِمْ۔ (الانفال: ۶۴)
چنانچہ صحابہؓ وہ تھے جنہوں نے اپنا مال اپنا وطن راہِ حق میں دے دیا اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہوگا۔ ایک دفعہ جب راہِ حق میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کُل اثاثہ لے آئے۔ یہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہوئے (ان کیلئے تو یہی لکھا ہے کہ تینوں، تلواروں) کے نیچے بہشت ہے۔‘‘ (بحوالہ ملفوظات جلد اوّل صفحہ نمبر ۴۳)

شہادتِ حضرت عثمانؓ:

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی وفات کے بعد ۲۹ر ذی الحجہ ۲۳ھ میں حضرت عثمان غنیؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ حضرت عثمانؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص اور کاتب وحی تھے۔ آپؓ رسول کریمؐ کے ان دس حواریوں میں سے تھے جنہیں آپؐ نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ اُن چھ بزرگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے اُہل شوریٰ‘‘ تجویز فرمایا۔ حضرت عثمانؓ کے جود وکرم کی بارشوں نے ہر موقعہ پر گلشنِ اسلام کی آبیاری کی۔
چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ کو رسول کریمؐ کی پیشن گوئیوں کی بناء پر یقین تھا کہ شہادت کی سعادت اُن کیلئے مقدر ہو چکی ہے۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبانی انہوں نے یہ سنا تھا کہ جب اُمت محمدیہ میں ایک بار تلوار کھینچ جائے گی تو پھر وہ قیامت تک بے نیام رہے گی، لہذا اُن کی خواہش تھی کہ امتِ محمدیہ کو اس اندرونی عذاب سے جب تک بچایا جا سکتا ہے، بچانے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ بکوائی سرداروں نے حضرت عثمانؓ پر بے جا الزامات لگاتے ہوئے انہیں خلافت سے دست بردار ہونے کی دھمکی دی مگر حضرت عثمانؓ نے دورانِ محاصرہ کئی مرتبہ بالا خانہ پر چڑھ کر محاصرین کو پند و نصیحت کی اور تفصیل کے ساتھ اپنے فضائل و مناقب بیان کئے مگر ان سنگ دلوں پر جن کے ایمان کی روشنی ماند پڑ چکی تھی، کچھ اثر نہ ہوا۔
آخر جب باغیوں کو یقین ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ خلافت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اگر مزید انتظار کیا گیا تو حج کا موسم ختم ہو جانے کی وجہ سے بہت سے حاجی مدینہ منورہ میں آجائیں گے اور صوبہ جات سے بھی امدادی لشکر پہنچ جائیں گے تو انہوں نے آپ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔
چونکہ صدر دروازہ پر حضرت حسنینؓ اور عبداللہ بن زبیر اور محمد بن طلحہ وغیرہ بھی مدافعت کے لئے موجود تھے اور باغی اُن سے مقابلہ مناسب نہ سمجھتے تھے، اس لئے وہ دیوار پھاند کر ایک کے مکان میں گھس گئے۔ حضرت عثمانؓ اس وقت قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول تھے۔ محمد بن ابی بکر جو اس جماعت میں پیش پیش تھے حضرت عثمانؓ کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: بھتیجے! اگر آج تمہارے باپ زندہ ہوتے تو انہیں تمہاری یہ حرکت پسند نہ آتی۔ محمد ابن ابی بکر شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ غافقی نے پیشانی مبارک پر لوہے کا گرز مارا جس سے آپ پہلو کے بل گر پڑے۔ سودان بن حمران نے تلوار کھینچ کر آپ پر وار کیا۔ لیکن وفادار بیوی نائلہ بنت فرافصہ نے اُسے اپنے ہاتھ پر روکا اور اُن کی انگلیاں اُڑ کر الگ جا پڑیں۔ پھر عمرو بن حمص نے اپنی حماقت و ضلالت کا ثبوت اس طرح دیا کہ ذوالنورین کے سینہ مبارک پر چڑھ بیٹھا اور آپ پہ تقریباً نو زخم لگائے۔ پھر کوئی شقی ازلی آگے بڑھا اور اُس نے گردن مبارک کو جسم سے جدا کر دیا۔ خونِ عثمانیؓ کے قطرے جس آیت پر گرے وہ یہ تھی۔
فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (البقرہ: ۱۳۸)
’’ان کے مقابلہ میں خدا تمہارے لئے کافی ہے اور وہی صاحب علم اور سننے والا ہے‘‘
حضرت عثمانؓ کا گھر بہت وسیع تھا، یہ واقعہ اس خاموشی اور عجلت کے ساتھ ہو گزرا کہ محافظین کو خبر بھی نہ ہوئی جب علم ہوا تو ہر شخص اپنی جگہ دم بخود رہ گیا۔ کسی کو یہ گمان نہ تھا کہ باغی اس قدر جرأت کر گزریں گے کہ مدینہ الرسول میں خلیفۃ الرّسول کے حلقوم پر چھری پھیر دی۔ جن لوگوں کو حضرت عثمانؓ سے بعض انتظامی امور میں مخلصانہ اختلافات تھے وہ بھی مفسدین کی اس حرکت پر افسوس کرنے لگے۔
حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنھم اجمعین کو جب یہ خبر پہنچی تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔ بے اختیار انا للہ وانا الیہ راجعون۔ زبان سے نکلا۔ حضرت علیؓ نے اپنے صاحب زادوں سے فرمایا تم لوگوں کے یہاں ہوتے ہوئے امیر المؤمنین کس طرح شہید ہو گئے۔ پھر حضرات حسنین کو سزا دی اور محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو بُرا بھلا کہا۔
خلیفۃ المسلمین کے گلشن حیات کو تاراج کرنے کے بعد مفسدین نے کاشانۂ خلافت کو لوٹا، پھر بیت المال پر ہاتھ صاف کیا۔ گویا سارے مدینہ میں مفسدین کا راج تھا۔ دلوں پر انکی ہیبت چھائی ہوئی تھی اور زبانوں پر اُن کے خوف سے مہر لگی ہوئی تھی، حضرت عثمانؓ کی شہادت ۱۸ر ذی الحجہ ۳۵ھ کو جمعہ کے دن عصر کے وقت ہوئی۔ تین روز تک نعش عثمانی بے گور و کفن پڑی رہی۔ چند لوگ حضرت علیؓ کے پاس گئے۔ ان کی شفارش سے دفن کی اجازت ملی۔ مغرب اور عشاء کے درمیان اُٹھایا گیا۔ سترہ آدمیوں نے مل کر نماز جنازہ پڑی۔ حضرت جبیر بن مطعم یا حضرت زبیرؓ نے نماز جنازہ کی امامت کی۔ جنت البقیع کے قریب حشِ کوکب میں عروسِ خلافت کو رنگین کپڑوں میں دفن کر دیا گیا۔
قاتلین عثمانؓ کی تلوار نے مسلمانوں کی وحدتِ ملیہ کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا اور اسطرح امتِ محمدؐیہ میں فرقہ بندی کی تقسیم کی شروعات نفرت اور ضد پر پڑی۔
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس شہادت کے متعلق فرماتے ہیں:
’’حضرت عثمانؓ نے جس محبت اور جس اخلاص اور جس بردباری سے اپنی خلافت کے آخری چھ سال میں کام لیا ہے، وہ انہی کا حصہ ہے۔ خدائے پاک کے بندوں کے سوا اور کسی جماعت میں ایسی مثال نہیں مل سکتی، وہ بے لوث مسند خلافت پر بیٹھے اور بے لوث ہی اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ ایسے خطرناک اوقات میں جبکہ بڑے بڑے صابرون کا خون بھی جوش میں آجاتا ہے آپ نے ایسا رویہ اختیار کیا کہ آپ کے خون کے پیاسے آپ کے قتل کئے کوئی کمزور سے کمزور بہانہ بھی تلاش نہ کر سکے اور آخر اپنے ظالم ہونے اور حضرت عثمانؓ کے بری ہونے کا اقرار کرتے ہوئے انہیں آپ پر تلوار اُٹھانی پڑی‘‘۔
(انوار العلوم تصنیف لطیف مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ جلد ۶ صفحہ نمبر ۳۳۳)
پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مزید اس دور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
’’فساد کا اصل باعث یہی تھا کہ دشمنانِ اسلام نے ظاہری تدابیر سے اسلام کو تباہ و برباد نہ ہوتے دیکھ کر خفیہ خفیہ ریشہ دوانیوں کی طرف توجہ کی اور بعض اکابر صحابہ کرامؓ کی آڑ لیکر خفیہ خفیہ مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا چاہا۔ جن ذرائع سے انہوں نے کام لیا، وہ اب لوگوں پر روشن ہو چکے ہیں۔ سزا یافتہ مجرموں کو اپنے ساتھ ملایا اور لیٹروں کو تحریص دلائی جھوٹی مساوات کے خیالات پیدا کر کے انتظام حکومت کو کھوکھلا کیا۔ مذہب کے پردہ میں لوگوں کے ایمان کو کمزور کیا اور ہزاروں حیلوں اور تدبیروں سے ایک جماعت تیار کی۔ پھر جھوٹ سے جعل سازی سے اور فریب سے کام لیکر ایسے حالات پیدا کر دیئے۔ جن کا مقابلہ کرنا حضرت عثمان غنیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے لئے مشکل ہو گیا۔ ہم نہیں جانتے کہ انجام کیا ہوتا۔ مگر ہم واقعات سے یہ جانتے ہیں کہ اگر اس وقت حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت بھی ہوتی تب بھی یہ فتنہ ضرور کھڑا ہو جاتا اور وہی الزام جو حضرت عثمانؓ پر لگائے گئے، حضرت عمرؓ پر بھی لگائے جاتے کیونکہ حضرت عثمانؓ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہیں کیا تھا‘‘۔
(بحوالہ انوار العلوم جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۳۳۴)
پس آج ساری امت مسلمہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی قربانیوں کو بہ نظرِ تحسین دیکھتی ہے اور اُن بدبختوں پر ترس کھاتی ہے جنہوں نے ان عظیم شہداء کے ساتھ یہ سلوک کیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت:

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو ۱۵ ذی الحجہ ۳۵ھ ۶۵۶ء کو خلیفۃ المسلمین منتخب کیا گیا مگر مفسد اور بد باطن لوگ اندر ہی اندر جلتے گئے، چنانچہ مملکتِ اسلامیہ میں صرف ایک ہی خاندان کے برسر اقتدار آنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابن سبا جیسے یہودیوں کو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا موقع ہاتھ لگ گیا اور یہ فتنہ صرف حضرت عثمانؓ کی شہادت ہی پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ آگے چل کر حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے دَورِ حکومت میں بھی اس فتنہ کی وجہ سے بڑا افتراق پیدا ہوا۔
سچ تو یہ ہے حضرت علیؓ کی حکومت کی ناکامی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں میں ایک ہی خاندان یعنی خاندان بنی اُمیہ کے عمّال موجود تھے جن میں سے بعض کھلّم کھلا حضرت علیؓ کی بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور بعض در پردہ حضرت علیؓ کی حکومت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرتے رہے......
روایت میں آتا ہے کہ جنگ نہروان کے بعد جو حضرت علیؓ اور خارجیوں کے درمیان ہوئی تھی، ابن جریر کی روایت کے مطابق اسی سال کے آخر میں حضرت امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کو لکھا کہ امت میں بہت خونریزی ہو چکی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ فریقین اپنے اپنے مقبوضات پر اکتفاء کریں اور ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ نہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر معاویہ کی اس رائے سے اتفاق کیا اور دونوں کے درمیان صلح ہو گئی۔
(بحوالہ البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۲۲)
نہروان کی لڑائی کے بعد تین خارجی، عبدالرحمٰن بن ملجم حمیری برک بن عبداللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی مکہ معظّمہ میں ملے، یہ تینوں عالم اسلام کی خانہ جنگی اور بدنظمی کا ذکر کرتے ہوئے دیر تک افسوس کرتے رہے۔ پھر اُنہوں نے مقتولین نہروان کی یاد میں آنسو بہائے اور کہنے لگے کہ اپنے بھائیوں کی موت کے بعد زندگی میں ہمارے لئے کچھ لطف نہیں رہا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم علی، معاویہ، اور عمرو بن عاص کو ٹھکانے لگا دیں تاکہ ایک طرف عالم اسلام اس خون خرابہ سے نجات پائے اور دوسری طرف ہم اپنے بھائیوں کا انتقام لے لیں۔
آخر طے یہ پایا کہ عبدالرحمٰن حضرت علیؓ کو برک حضرت معاویہ کو اور عمرو، عمرو بن عاص کو شہید کرے۔ ۱۷ر رمضان ۴۰ھ کی تاریخ اس کام کو انجام دینے کیلئے تجویز ہوئی۔
حسب قرار داد ابن ملجم کوفہ آیا اور یہاں خاندان بنی رباب سے جو خارجی عقیدہ رکھتا تھا، تعلقات پیدا کئے۔ اس خاندان میں ایک حسین و جمیل عورت تھی جس کا نام قطام تھا۔ ابن ملجم اس کا گرویدہ ہو گیا اور اُسے شادی کا پیغام دیا۔ قطام نے کہا مجھے تمہارا پیغام منظور ہے مگر مہر وہ ہوگا جو میں تجویز کروں، ابن ملجم نے کہا تم کیا مہر تجویز کرتی ہو؟ قطام نے جواب دیا: تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک باندی اور حضرت علیؓ کا سر۔ ابن ملجم نے کہا: مجھے بسر و چشم منظور ہے، علیؓ کے سر کیلئے تو میں کوفہ ہی آیا ہوں۔ غرض ابن ملجم اور قطام کی شادی ہو گئی اور دونوں مل کر اس مقصد کی تکمیل کو تدبیریں کرنے لگے۔ ابن ملجم اور قطام ہی کی کوششوں سے شبیب بن نجدہ حروری اور دو اور خارجی بھی اس سازش میں شریک ہوئے۔
(تاریخ ملّت جلد اوّل صفحہ نمبر ۴۰۳)
۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعہ کی رات کو تینوں جامع کوفہ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ فجر کے وقت حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے اور حسب معمول سونے والوں کو

نماز کیلئے جگانا شروع کیا۔ شبیب کمین گاہ سے نکلا اور حضرت علیؓ پر تلوار کا وار کیا۔ آپ محراب میں گر پڑے۔ اب ابن ملجم آگے بڑھا اور حضرت امیر کے سر مبارک پر دوسرا وار کیا۔ حضرت کی ڈاڑھی خون میں تر بتر ہوگئی۔ آپ نے پکار کر کہا میرے قاتل کو پکڑو۔ وردان اور شبیب دونوں بھاگ نکلے لیکن ابن ملجم پکڑ لیا گیا۔

حضرت علیؓ کو آپ کے مکان پر لایا گیا اور ابن ملجم کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا:۔

’’اگر میں مر گیا تو اس شخص کو قتل کر دینا اور اگر زندہ رہا تو خود جو سزا مناسب سمجھوں گا دے دوں گا‘‘۔

جب اُمید حیات منقطع ہوگئی تو آپ نے اپنے صاحبزادوں کو بلایا اور انہیں تقویٰ حسنِ عمل اور خدمت دین کی وصیت فرمائی۔ کسی نے پوچھا یا حضرت! آپ کے بعد ہم حضرت حسین کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ آپؓ نے جواب دیا نہ میں تمہیں اِس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں۔ جیسا مناسب خیال کرو کرنا۔

آخر کار اسی دن رات کو آسمانِ رسالت کا یہ ستارہ غروب ہوگیا۔ رحلت کے وقت یہ آیۃ کریمہ وردِ زبان تھی: فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (سورۃ زلزال) یعنی جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اُس کی جزاء پائے گا جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کی سزا پائے گا۔

حضرت علیؓ کی عمر ۶۳ سال ہوئی اور تقریباً چار سال نو مہینے مسندِ خلافت پر متمکن رہے۔ آپؓ کے جنازہ کی نماز حضرت امام حسینؓ نے پڑھائی اور ابن کثیر کی مرجح روایت کے مطابق دارالخلافہ کوفے کے اندرونی حصہ میں دفن کیا گیا۔

بعض شیعہ حضرات کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ کی قبر نجف میں ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس خیال کو بے اصل قرار دیا ہے۔ پھر خطیب بغدادی کی روایت نقل کی ہے کہ نجف میں جو قبر حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے وہ دراصل حضرت مغیرہ بن شعبہ کی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت علیؓ کے مدفن کے مطابق اور بھی متعدد روایات نقل کی ہیں۔ (ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۷ ص ۳۲۹۔۳۳۰)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت علیؓ کی غیر معمولی صدق وثبات کے متعلق فرماتے ہیں۔

’’حضرت علیؓ نے کسی مخالفت یا خطرے کی پرواہ نہیں کی حالانکہ اندرونی خطرات بھی تھے اور بیرونی بھی مگر اُن کے مدنظر صرف یہی امر رہا کہ خدا تعالیٰ کی مرضی پوری ہو اور ذرا بھی کسی خوف کھا کر اُسی منشاء الٰہی میں جو انہوں نے سمجھا تھا فرق نہیں آنے دیا۔‘‘

پھر فرماتے ہیں:

’’خلفاء راشدین حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو دشمنوں نے شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ کے دل کا خوف صرف صداقت اور روحانیت کی اشاعت کے بارہ میں تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس خوف کو امن سے بدل دیا۔ یہ ڈر نہیں تھا کہ لوگ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ حضرت معاویہؓ کا لشکر بعض دفعہ حضرت علیؓ کے لشکر کئی کئی گنا زیادہ ہوتا تھا آپ اس کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے تھے اور یہی فرماتے تھے کہ جو کچھ قرآن کریم کہتا ہے وہی مانوں گا۔ اس کے خلاف میں کوئی بات تسلیم نہیں کر سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد ششم ص نمبر ۳۸۰۔۳۸۴)

میدانِ کربلا میں امامِ حسینؓ کی شہادت:

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد رجب ۶۰ھ ۶۸۰ء میں یزید بن معاویہ جب دمشق کے تخت پر بیٹھا تو اُس کی عمر ۲۴ سال تھی۔ امیر معاویہ یزید کی خلافت کے لئے چونکہ اپنی زندگی ہی میں بیعت لے چکے تھے۔ اس لئے اس باپ کے بعد تخت نشین ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ امیر معاویہ کی انتہائی کوشش کے باوجود مکہ اور مدینہ کے مقتدر حضرات حضرت امام حسینؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے تخت پر بیٹھتے ہی یزید کو سب سے پہلے انہی حضرات کی فکر ہوئی۔ اس نے مدینہ کے حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا کہ اس سے پہلے مدینہ میں معاویہ کی موت اور میری تخت نشینی کا کسی کو علم ہوتا، امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے جس طرح بھی ممکن ہو فوراً میری بیعت حاصل کرلو۔

دوسری طرف مسلم بن عقیل نے حضرت حسینؓ کی خدمت میں لکھا کہ اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد نے اُن کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی بیعت کی، لہٰذا آپ بے خطر تشریف لے آئیں۔ اہل عراق آپ کے حامی ہیں اور بنی اُمیہ سے بے زار۔ بعد میں اہل کوفہ نے غداری کی اور مسلم بن عقیل کو قتل کر دیا۔ حضرت امام حسینؓ نے خبر پا کر بڑے افسوس کا اظہار کیا اور خود اہل کوفہ کی طرف روانہ ہوئے مگر راستے میں نامساعد حالات کی خبر پا کر میدان کربلا میں قیام فرمایا۔ بالآخر میدانِ کربلا میں بھی حکومت کے لالچ میں عمرو بن سعد نے امام حسینؓ اور اُن کے ساتھیوں کے ساتھ انتہائی سختی کا برتاؤ شروع کر دیا۔

حضرت امام حسینؓ پر انتہائی زور دیا گیا کہ وہ یزید کی اطاعت قبول کرلیں۔ آپ کے گھر والوں کو اس ناپاک مقصد کیلئے طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔ معصوم بچوں کو پانی کیلئے تڑپا تڑپا کر مارا گیا۔ یہاں تک کہ عورتوں کے خیمہ تک کو آگ لگانے کی کوشش کی گئی مگر امام حسینؓ کے پائے استقلال کو ذرّہ برابر بھی جنبش نہ ہوئی۔ یہ جاننے کے باوجود کہ موت اور تباہی سامنے کھڑی ہے، آپ کا اسلام اور آزادی وطن کی خاطر اپنے اصول پر پتھر کی چٹان کی طرح قائم رہے۔ نہ سختیاں آپؓ کے قدم مبارک میں لغزش پیدا کرسکیں اور نہ دُنیاوی آرام اور عیش کا لالچ آپ کے قدم کو ڈگمگا سکا۔ آپ برابر یزید کی اطاعت سے انکار کرتے رہے۔

مردِ حق کی دُعا

(منظوم کلام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو!
آفتِ ظلمت و جور ٹل جائے گی

آہ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا
رُخ پلٹ جائے گا، رُت بدل جائے گی

تم دُعائیں کرو یہ دُعا ہی تو تھی
جس نے توڑا تھا سر کِبر نمرُود کا

ہے ازل سے یہ تقدیر نمرُودیت
آپ ہی آگ میں اپنی جل جائے گی

یہ دُعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا
ساحروں کے مقابل بنا اژدھا

آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دُعا
سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

خوں شہیدانِ اُمّت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائے گا

ہر شہادت ترے دیکھتے دیکھتے،
پھول پھل لائے گی پھول پھل جائے گی

ہے ترے پاس کیا گالیوں کے سوا
ساتھ میرے ہے تائید ربّ الوریٰ

کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغِ دُعا
آج بھی اذن ہوگا تو چل جائے گی

حق و باطل کی جنگ

اور امام حسینؓ کی شہادت:

آخر ۲ محرم ۶۱ھ کو حق و باطل کی وہ جنگ چھڑ گئی جس پر انسانیت قیامت تک آنسو بہاتی رہے گی۔ جنگ چھڑنے سے قبل حضرت امام حسینؓ نے اپنے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں اور ساتھیوں سے کہا کہ میرے ساتھ جان نہ گنواؤ لیکن مردوں کا تو ذکر ہی کیا ہے عورتوں اور بچوں نے بھی ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ آپؓ کی بہنیں حضرت زینب نے جب بھائی کو اور سارے خاندان کو موت کے منہہ میں جاتے ہوئے دیکھا تو رونے لگیں۔ آپ نے انہیں تسلی دی اور صبر کی تلقین فرمائی۔

جنگ شروع ہوگئی۔ ایک طرف تو حضرت امام حسینؓ کے قافلہ کے ۷۲ چھوٹے بڑے سرفروش تھے جو تین روز سے بھوکے پیاسے تھے اور دوسری جانب چار ہزار افراد پر مشتمل پورا یزیدی لشکر تھا۔ جب یزیدی لشکر ان معصوموں کی جانب بڑھنے لگا تو یزیدی فوج کے ایک نیک دل سردار حر نے اُسے روکنا چاہا۔ لیکن جب وہ نہ رُکا تو حر اور اُس کے چند ساتھی اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے حضرت امام حسینؓ کے مختصر سے قافلہ سے ان سے ملے اور حر نے اہل بیت کے لئے لڑ کر اپنی جان دیدی۔ حضرت امام حسینؓ کے قافلہ میں اگرچہ گنے چنے آدمی تھے اور وہ بھی تین دن کے بھوکے پیاسے لیکن اُن میں سے ہر ایک نے جرأت اور بہادری کا وہ نظارہ پیش کیا جو دُنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اُن میں سے ایک ایک دو دو مجاہدین آگے بڑھتے تھے اور یزیدی لشکر کو چیر کے چلے جاتے تھے۔

حق و باطل کو اس جنگ میں اِس طرح دادِ شجاعت دیتے ہوئے جب حضرت امام حسینؓ کے مختصر سے قافلہ کے بیشتر مجاہدین کام آگئے تو حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے حضرت علی اکبر۔ عبداللہ بن مسلم، جعفر طیار کے پوتے عدی میدانِ کارزار میں آئے اور اپنے جوہر دکھا کر شہید ہوگئے۔ اُن کے بعد عبدالرحمٰن بن عقیل، حضرت امام حسینؓ کے صاحبزادے قاسم اور ابوبکر نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ امام حسینؓ خود میدان میں آئے تو یزیدیوں نے ہر طرح سے یورش کر دی تیروں کا مینہہ ہر چہار جانب سے برسنے لگا۔ جب یہ حالت دیکھی تو آپ کے بھائی عباسؓ، عبداللہؓ جعفر اور عثمان آپ کے گردِ سپر بن کر کھڑے ہوگئے۔ یہاں تک کہ یہ چاروں بھی شہید ہوگئے۔

حضرت امام حسینؓ زخموں کی کثرت سے نڈھال ہو چکے تھے۔ پیاس کا غلبہ جب زیادہ ہوا تو ایک ایسی حالت میں فرات کی طرف بڑھے۔ آپ چلّو میں پانی لیکر پینا ہی چاہتے تھے کہ ایک شقی نے ایسا تیر مارا کہ آپ کا چہرہ لہولہان ہوگیا۔ آپ فرات سے پیاسے ہی لوٹ آئے اب آپ میں کوئی سکت باقی نہ تھی۔ یزیدیوں نے آپؓ کو چاروں طرف سے گھیر لیا زرعہ بن شریک تمیمی نے گردن مبارک پر تلوار کے کئی وار کرکے بُری طرح زخمی کر دیا اور آپ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ آپ کے گرنے کے بعد خولی نے سراقدس کو تنِ مبارک سے جدا کر دیا۔ اور اس طرح حق و باطن کی یہ جنگ اس دردناک سانحہ پر ختم ہوگئی۔

شہادت کے دوسرے دن شہیداء کی لاشیں دفن کی گئیں۔ حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک کیونکہ ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے آپؓ کا جسدِ اطہر بغیر سر ہی کے دفن کیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگرچہ یزید نے حضرت امامِ حسینؓ کو اس لئے شہید کرایا تھا تاکہ وہ اُن کے بعد آرام واطمینان کے ساتھ حکومت کا لطف حاصل کر سکے لیکن حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اُسے ایک دن بھی چین میسر نہ آسکا۔ عرب میں بُری طرح بغاوت پھیل چکی تھی۔ مصر۔ ایران۔ اور عراق میں اگرچہ کوئی منظم بغاوت کھڑی نہیں ہوئی تھی لیکن وہاں بھی یزید کے خلاف بری طرح نفرت پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ہر وقت بغاوت کا اندیشہ رہتا تھا۔

اہل شام کی کیفیت یہ تھی کہ وہاں بھی یزید کو حقارت کی نظر سے دیکھا جانے لگا تھا۔ خود دارالسلطنت دمشق میں اس کے ہزاروں دشمن پیدا ہوگئے تھے۔ یہاں تک کہ اُسکا محل مخفی سازشوں کا اڈہ بن گیا تھا چنانچہ ان سازشوں ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ یزید کو

(باقی صفحہ 39 پر ملاحظہ فرمائیں)

جماعت احمدیہ کی مخالفت
اب تک 345 احمدیوں کو شہید کیا جا چکا ہے

جماعت احمدیہ آغاز سے ہی مخالفین کی طرف سے قتل و غارت کے فتاویٰ کا نشانہ بنی ہوئی ہے بلکہ جماعت کے قیام سے بھی 5 سال پہلے 1884ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔
(رسالہ الفرقان، جنوری 1975ء، صفحہ 18)

جماعت کے قیام کے تین سال بعد 1892ء میں پونے دو سو علماء نے کفر کا فتویٰ جاری کیا جو 277 صفحات پر مشتمل تھا۔
(الفرقان جنوری 1975ء صفحہ 20)

ان فتاویٰ کی روشنی میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور انگریزی حکومت کو بھی خوب بھڑکایا گیا کہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو نیست و نابود کیا جائے۔ چنانچہ نہ صرف حضرت اقدس علیہ السلام کے قتل کی انفرادی کوششیں کی گئیں بلکہ ایسے مقدمات بھی کئے گئے جن کے نتیجہ میں حضور کو پھانسی کی سزا ہو سکتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق ان تمام شرور سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو محفوظ رکھا۔ تاہم حضور کی زندگی میں آپ کے دو صحابہؓ کو سرزمین کابل میں شہید کر دیا گیا۔

آہستہ آہستہ یہ کوششیں اجتماعی رنگ اختیار کرتی رہیں اور 1934ء میں احرار نے قادیان میں اعلان کیا کہ ہم تمام احمدیوں کو ملیامیٹ کر دیں گے اور مرزا غلام احمد صاحب کی قبر پہچاننے والا بھی کوئی نہیں رہے گا۔ ان ایام کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے **تحریک جدید** کی بنیاد رکھی اور فرمایا کہ اس کے ذریعہ سے بیرونی ممالک میں اسلام کی اشاعت کی جائے گی اور اگر متحدہ ہندوستان میں ایک ایک احمدی کو چن چن کر مار دیا جائے تو احمدیت کی کونپلیں دنیا کے مختلف خطوں سے پھوٹیں گی اور اسلام کا پرچم سربلند رکھیں گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو تو اپنی خواہش پوری کرنے کی توفیق نہیں دی مگر آج احمدیت کا پرچم 195 ممالک میں لہرا رہا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

1953ء اور 1974ء میں سارے پاکستان میں خون آشام فسادات ہوئے۔ بیسیوں شہادتیں ہوئیں، مال لوٹے گئے۔ گھر جلائے گئے۔ کاروبار تباہ کئے گئے۔ ملازمتوں کے دروازے بند کئے گئے۔ بائیکاٹ کیا گیا۔ معصوموں کے رزق چھین لئے گئے۔ مگر جماعت کا قدم آگے ہی بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ 1984ء میں ایسے قوانین بنائے گئے جن کی موجودگی میں امام جماعت احمدیہ کا ملک میں قیام کرنا اور جماعت کی رہنمائی کرنا ناممکن ہو گیا۔ تب امام وقت نے لندن کو اپنا مستقر بنایا۔

اس اثناء میں جماعت قربانیوں کے ایک نئے دَور میں داخل ہوئی۔ شہادتوں مقدمات اور قید و بند کی صعوبتوں سے جماعت کا ایک بڑا طبقہ بالواسطہ متاثر ہوا۔ مگر ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب جماعت کا قدم پیچھے ہٹا ہو اور کسی احمدی نے قربانی سے دریغ کیا ہو۔

یہ سلسلہ جاری ہے اور لاہور کی دو احمدیہ مساجد میں دہشت گردی اور راہ مولیٰ میں پیش کی جانے والی قربانیوں کا تازہ اجتماعی ایڈیشن ہے جس میں نہایت بہیمانہ اور ظالمانہ طور پر 100 کے قریب احمدیوں کو شہید اور 100 کے قریب کو زخمی کر دیا گیا۔ جماعت ان قربانیوں سے بددل نہیں ہوئی۔ اس کی ایک آنکھ ان دکھوں پر روتی اور ایک آنکھ ان سعادتوں پر ہنستی ہے۔ غم اور خوشی کے یہ دو دھارے کامل وفا کے ساتھ ایک ساتھ بہتے ہیں اور ہمارا توکّل محض اور محض اپنے ربّ پر ہے۔

شھداء کی تعداد :

جماعت کو ماضی میں خدا کے حضور جو شہادتیں پیش کرنے کی توفیق ملی ہے، اس کی تفصیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت کے زمانہ میں عہد بہ عہد درج ذیل ہے :

عہد حضرت مسیح موعودؑ 1908ء تک	2
خلافت ثانیہ 1914ء تا 1965ء	91
خلافت ثالثہ 1982ء تک	39
خلافت رابعہ 2003ء تک	79
خلافت خامسہ 2003ء تا حال	134

اس طرح ایک معلوم ریکارڈ کے مطابق یہ کل تعداد 345 ہے جبکہ بیسیوں ایسے بھی ہیں جو دنیا کے مختلف خطوں میں شہید کئے گئے مگر انکے نام محفوظ نہیں ہو سکے۔

ملک وار تقسیم

1	برصغیر پاک و ہند (1947 تک)	33
2	پاکستان (1947ء سے)	264
3	بھارت	3
4	بنگلہ دیش	11
5	سری لنکا	2
6	امریکہ	1
7	ٹینیڈاڈ	1
8	یوگینڈا	1
9	افغانستان	14
10	عراق	1
11	البانیہ	1
12	انڈونیشیا	18

یہ پاک روحیں ہمیشہ خدا کی ابدی جنتوں میں بسیرا کریں گی اور آنے والی نسلوں کو وفا اور استقامت کے درس دیتی رہیں گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر فرمایا تھا :-

”اے عبد اللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تُو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے، میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔“
(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60)

خدا کرے کہ ان سینکڑوں روحوں کی ملاقات سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کے خون کا ہر قطرہ سچائی کے قیام میں مددگار ثابت ہو۔ آمین۔

شھداء کا بلند مقام ::

اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کا قرآن و حدیث میں بڑا رتبہ اور مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں اُن کو مُردے نہ کہو کیونکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔
(البقرہ : 155)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو ہرگز مُردے گمان نہ کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور انہیں ان کے رب کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔
(آل عمران:170)

(بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ، ۲ جون ۲۰۱۰، صفحہ ۲)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام شہداء کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں مقام قرب عطا فرمائے اور ان کی نسلوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

بقیہ: مضمون از صفحہ نمبر 31

اے شہیدانِ احمدیت

پہلوں کے تم مقتدی
پرآنے والوں کے امام
اے شہید احمدیت
قوم کے لاکھوں سلام
احمدیت کی صداقت
زیست سرمد ہو مدام
قوم کی ہو زندگی
عزّ و وقار و احتشام
ہے تمہارے خون سے
روشن چراغِ زندگی
تا ابد روشن رہے
قندیل یہ دورِ تمام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمدیت کے شہید حضرت شہزادہ سید عبد اللطیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں تحریر فرمایا۔

”اے عبد اللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں! کہ تو نے میری زندگی میں ہی صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے“
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۰)

کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ کربلا کے میدان میں جمعہ کے روز بوقت نماز جمعہ ہمارے پیارے امام معصوم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا۔ بالکل ایسا ہی شہادت کا سانحہ ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء بروز جمعہ بوقت نماز جمعہ لاہور (پاکستان) میں برپا ہوا۔

لاہور دن جمعہ کا اور تھی دوپہر ڈھلتی
گذرا نمازیوں پر ایسا ظلم نہ ہوگا

اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرنے والے دہشت گردوں نے جو باقاعدہ ٹرینڈ تھے، لاہور کی دونوں بڑی احمدیہ مساجد دارالذکر اور مسجد گڑھی شاہو میں باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے منظّم حملہ کر دیا۔ ملی ٹینٹ بموں، گرنیڈوں وغیرہ اسلحہ سے مسلح تھے۔ اور نہایت بے رحمی و بے دردی سے پچاسی سے زائد احمدی نمازیوں کو شہید کر دیا۔ ان شہیدوں میں بچے بھی شامل تھے۔ پھر ہسپتال پر حملہ کیا جہاں زخمیوں کا علاج چل رہا تھا۔ اس کے بعد بھی معصوم احمدیوں پر ٹرینڈ دہشت گردوں کے بموں وغیرہ کے ساتھ حملے ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں۔

لاہور کے سانحہ پر پاکستان میں خوشیاں منائی گئیں۔ مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔ کسی اِمام۔ مسلم ادارے، گدی نشین۔ پیر نے اس سانحہ پر ”آہ کا نعرہ“ نہیں لگایا۔ نہ ہی کسی نے حکومت پاکستان سے بے گناہوں کے ورثاء کیلئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ شہیدوں کے یتیم ورثاء کیلئے معاوضہ دے۔ جیسا کہ عام طور پر حکمران آفاقی و سماوی آفات پر اور ایسے بہیمانہ سانحات پر شہدا اور مظلوموں کے پس ماندگان کو معاوضہ دینے کا اعلان کیا کرتے ہیں۔

پاکستان میں نہ تو قانون نہ حکومت اور نہ مسلم معاشرہ احمدیوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہے نہ ان کے لئے بنیادی انسانی حقوق محفوظ ہیں۔ احمدی صرف خداوند تعالیٰ کے سہارے زندہ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہان کے تمام انسانوں اور مسلمانوں کیلئے اسوہ حسنہ ہیں۔ لہٰذا تمام ارواح اس اُسوۂ حسنہ کو اپنانے کیلئے بے قرار ہیں۔ شہادت پانے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح ماہی بے آب کی مانند تڑپتی رہتی تھی۔ فرمایا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری تو دِلی تمنا اور خواہش ہے کہ میں خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر اس کی راہ میں مارا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ اور پھر اس کی راہ میں شہید کیا جاؤں۔“ (بخاری شریف)

اگرچہ آپ ﷺ نبوت کے نہایت اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز تھے پھر بھی آپؐ کی دلی تڑپ تھی کہ آپ ﷺ ظاہر رنگ میں بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید کئے جائیں۔ یہ فطرت صحیحہ کی آواز ہے۔ جو سب کیلئے اسوۂ حسنہ اور نیک عاقبت کیلئے نسخہ کیمیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔ ☆☆☆

(بقیہ :اداریہ ازصفحہ نمبر 5)

سکتے بلکہ جلانے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ہم قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ رسول اوران کی والدہ محترمہ حضرت مریم کو ایک برگزیدہ رسول کی برگزیدہ ماں سمجھتے ہیں لیکن ہم توان کی توہین کرنے یا مقدس بائیبل کو جلانے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔لیکن یہ پادری صاحب بجائے اس کے کہ قرآن مجید کے احسانات کا شکریہ ادا کریں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کی والدہ کو ہر طرح کے الزامات سے بری قرار دیتا ہے اُلٹا احسان فراموشی کرتے ہوئے قرآن مجید کو نذرآتش کرنے کی مذموم سازش کررہے ہیں۔

پادری حضرات اگر قرآن مجید کی تعلیمات پر غور کریں اوراُنہیں سمجھنے کی کوشش کریں تو ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی تعلیمات کو بائیبل کے مقابلہ پراعتقاد روشن تر پائیں گے۔ چاہے وہ تعلیمات معاشیات سے متعلق ہوں معاشرت سے متعلق ہوں ۔ تعلقات بین الاقوام سے متعلق ہوں ۔ اخلاقیات سے متعلق ہوں، حکومت سے متعلق ہوں۔ روحانیت سے متعلق ہوں اور عبادات سے متعلق ہوں۔قرآن مجید نہ صرف باقی تمام مذاہب سے بڑھ کر موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق افضل ترین تعلیم دیتا ہے بلکہ اس تعلیم پر تنقید کی بھی اجازت دیتا ہے جبکہ پادری کہتا ہے کہ اسلامی شریعت میں تنقید کی گنجائش نہیں ہے۔قرآن مجید نے تو جب سے دور مذاہب شروع ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے اس مسلمہ فیصلہ کو ریکارڈ کیا ہے کہ اللہ نے شیطان کو راہ ہدایت پر نہ صرف تنقید کرنے بلکہ اس کی مخالفت کرنے کی کھلی کھلی اجازت دی ہے اوراس بنیادی اصل الاصول کو قرآن مجید نے اپنے لئے بھی تسلیم کیا ہے۔اگرچہ اب بائیبل تو اس اصل پر قائم نہیں ہے۔ بائبل میں وحدانیت کی تعلیم دی گئی ہے لیکن وحدانیت پر تنقید کرنے والوں اوراس کی مخالفت کرنے والوں کو جلا ڈالنے کا حکم ہے جبکہ قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق مشرکین کو تو جلانے کا سوال ہی نہیں، ان کے بتوں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے۔تو یہ حال ہے پادری صاحب کی اس مذہبی کتب کا جس کے مقابل پر وہ قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں۔

پادری صاحب نے قرآن مجید پر ایک یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ قرآن مجید مذہب کو تبدیل کرنے کا اختیار نہیں دیتا اور مرتد کی سزا قتل قرار دیتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سزا تو بائیبل سے ثابت ہے قرآن مجید کی یہ سزا نہیں ہے ۔قرآن مجید تو قتل مرتد کے سراسر خلاف ہے ۔ رہا بعض مسلمانوں کا قتل مرتد پر اعتقاد تو بعض مسلمانوں کے عمل کو قرآن مجید پر نہیں تھوپا جاسکتا۔جس طرح پادری کی اس متشددانہ حرکت سے جو اس نے انجیل کی تعلیم کو نظرانداز کرتے ہوئے قرآن مجید کے متعلق ظاہر کی ہے، انجیل کی طرف تشدد کو منسوب نہیں کیا جاسکتا، بالکل اسی طرح بعض مسلمانوں کی حرکات کو قرآن مجید کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام تو صرف بنی اسرائیل کا مذہب نہیں ہے یہ تو کل عالم کیلئے ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلناک اِلّا رحمة للعالمین کہ ہم نے تجھ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اس صورت میں یہ کہنا کہ اسلام میں مغربی ممالک کے متعلق نفرت پائی جاتی ہے ہرگز درست نہیں ہے یہ مقولہ عیسائیوں کے متعلق تو درست ہوسکتا ہے کیونکہ ان کو صرف بنی اسرائیل سے پیار کرنے کی تعلیم ہے۔ یسوع مسیح نے فرمایا تھا کہ میں تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں اور دوسروں کو سؤر قرار دیتے ہوئے کہا کہ سؤروں کے آگے موتی نہیں رکھے جاسکتے اور جنہوں نے ان سے نشان مانگے، ان کو حرامکار کہا تو اگر نفرت کی تعلیم ہے تو پھر قرآن مجید میں نہیں بلکہ موجودہ عہدنامہ جدید کو دیکھنا ہوگا۔

محترم قارئین! ہم نے امریکن پادری کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل یہ نمبر شائع کرنے کی کوشش کی ہے اللہ کرے کہ یہ جوابات بہتوں کے لئے مفید ثابت ہوں۔ خدا کرے کہ دنیا قرآن مجید کی طرف لوٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا پوری دنیا میں لہرائے۔

آخر پر حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے اس اقتباس پر اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ کسی مذہب کی سچائی ثابت کرنے کیلئے یعنی اس بات کے ثبوت کے لئے کہ وہ مذہب منجانب اللہ ہے، دو قسم کی فتح کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔اوّل یہ کہ وہ مذہب اپنے عقائد اور اپنی تعلیم اور اپنے احکام کی رو سے ایسا جامع اور اکمل اور اتم اور نقص سے دور ہو کہ اس سے بڑھ کر عقل تجویز نہ کرسکے اور کوئی نقص اور کمی اس میں دکھلائی نہ دے اور اس کمال میں وہ ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہو یعنی ان خوبیوں میں کوئی مذہب اس کے برابر نہ ہو۔جیسا کہ یہ دعویٰ قرآن شریف نے آپ کیا ہے کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج میں نے تمہارے لئے اپنا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کیا او میں نے پسند کیا کہ اسلام تمہارا مذہب ہو یعنی وہ حقیقت جو اسلام کے لفظ میں پائی جاتی ہے جس کی تشریح خود خدا تعالیٰ نے اسلام کے لفظ کے بارہ میں بیان کی ہے، اس حقیقت پر تم قائم ہو جاؤ۔اس آیت میں صریح یہ بیان ہے کہ قرآن شریف نے ہی کامل تعلیم عطا کی ہے اور قرآن شریف کا ہی ایسا زمانہ تھا جس میں کامل تعلیم عطا کی جاتی۔ پس یہ دعویٰ کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا، یہ اسی کا حق تھا۔اس کے سوا کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعویٰ نہیں کیا جیسا کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل دونوں اس دعویٰ سے دست بردار ہیں۔ کیونکہ توریت میں خدا تعالیٰ کا یہ قول موجود ہے کہ میں تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی قائم کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو شخص اس کے کلام کو نہ سنے گا میں، اس سے مطالبہ کروں گا۔پس صاف ظاہر ہے کہ اگر آئندہ زمانہ کی ضرورتوں کی رو سے توریت کا سننا کافی ہوتا تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی اور نبی آتا اور مؤاخذہ الٰہیہ سے مخلصی پانا اس کلام کے سننے پر موقوف ہوتا جو اس پر نازل ہوتا۔ایسا ہی انجیل نے کسی مقام میں دعویٰ نہیں کیا کہ انجیل کی تعلیم کامل اور جامع ہے بلکہ صاف اور کھلا کھلا اقرار کیا ہے کہ اور بہت سی باتیں قابل بیان تھیں مگر تم برداشت نہیں کرسکتے لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ سب کچھ بیان کرے گا۔اب دیکھنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ نے اپنی توریت کو ناقص تسلیم کرکے آنے والے نبی کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ نے بھی اپنی تعلیم کا نامکمل ہونا قبول کرکے یہ عذر پیش کردیا کہ ابھی کامل تعلیم بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ کامل تعلیم بیان کرے گا مگر قرآن شریف نے توریت اور انجیل کی طرح کسی دوسرے کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنی کامل تعلیم کا تمام دنیا میں اعلان کردیا اور فرمایا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُم وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔اس سے ظاہر ہے کہ کامل تعلیم کا دعویٰ کرنے والا صرف قرآن شریف ہی ہے اور ہم اپنے موقعہ پر بیان کریں گے جیسا کہ قرآن شریف نے کیا ہے ویسا ہی اس نے اس دعوے کو پورا کرکے دکھلا بھی دیا ہے اور اس نے ایک ایسی کامل تعلیم پیش کی ہے جس کو نہ توریت پیش کرسکی اور نہ انجیل بیان کرسکی۔ پس اسلام کی سچائی ثابت کرنے کیلئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعلیم کی رو سے ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے اور کامل تعلیم کے لحاظ سے کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔“

(براہین احمدیہ روحانی خزائن۔جلد 21 صفحہ 5-3)

(منیر احمد خادم)

تحریک یتامیٰ فنڈ

یتیموں کی کفالت اور خبر گیری کرنے والا جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگا

سیدنا حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ فروری ۲۰۱۰ء بمقام مسجد بیت الفتوح لندن میں سورۃ نساء کی آخری ساتویں آیت کی تلاوت کے بعد اس کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ:

”یہ یتیموں کے بارہ میں بعض احکامات ہیں کہ ان سے کس طرح کا سلوک کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ نے شروع ہی میں اس طرح فرمایا ہے کہ یتیموں کو آزماتے رہو۔آزمانہ کس طرح......؟اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے سپرد جو یتیم کئے گئے ہیں ان کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھو، انہیں لاوارث سمجھ کر اُن کی تعلیم وتربیت سے غافل نہ ہوجاؤ۔ بلکہ انہیں اچھی تعلیم وتربیت مہیا کرو اور جس طرح اپنے بچوں کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہتے ہو، اُن کے بھی جائزے لو کہ تعلیمی اور دینی میدان میں وہ خاطر خواہ ترقی کررہے ہیں کہ نہیں۔ پھر جس تعلیمی میدان میں وہ دلچسپی رکھتے ہیں اُس کے حصول کیلئے ان کی بھرپور امداد کرو۔ یہ نہیں کہ اپنا بچہ اگر پڑھائی میں کم دلچسپی لینے والا ہے، اُس کیلئے تعلیمی ٹیوشن کے انتظام ہوجائیں اور بہتر پڑھائی کا انتظام ہو جائے اور اس کیلئے خاص فکر ہو اور یتیم بچہ جس کی کفالت تمہارے سپرد ہے، وہ اگر آگے بڑھنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے تب بھی اس کی تعلیم وتربیت پر نظر نہ رکھی جائے۔نہیں بلکہ اس کی تمام تر صلاحیتوں کو بھرپور طور پر اُجاگر کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ ہے اصل مقصد اور جتنی بھی اس کی صلاحیتیں اور استعدادیں ہیں اُس کے مطابق اس کیلئے موقع مہیا کیا جائے کہ وہ آگے بڑھے اور مستقبل میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو۔“

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تفصیل کے ساتھ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں یتامیٰ کی خبرگیری کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ کے فضل سے جماعت میں بھی یتیموں کا خیال رکھا جاتا ہے۔افریقہ اور دیگر ممالک میں احمدی یتیم بچوں کے علاوہ دوسرے یتیم بچوں کے بھی جماعت خرچ برداشت کرتی ہے۔ حضور انور نے اس تحریک کا اعادہ کرتے ہوئے جس کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۹ء میں کیا تھا فرمایا کہ بیرونی ملک والے، پاکستانی احمدیوں کے علاوہ باقی احمدی بھی اس تحریک میں حصہ لیں۔

خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہنا ہر احمدی کی اولین ذمہ داری ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے حسب توفیق اس بابرکت تحریک میں حصہ لینا چاہئے۔ دفتر محاسب میں اس غرض کیلئے ”**یتامیٰ فنڈ**“ کے نام سے امانت کھولی جاچکی ہے۔ جملہ مخیرّ احباب خصوصاً، باقی احباب جماعت عموماً بچوں اور بچیوں کی شادی وغیرہ کے موقعہ پر خصوصی طور پر **تحریک یتامیٰ فنڈ** میں حصہ لیکر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ (ناظر بیت المال آمد قادیان)

وقفِ عارضی کی طرف توجہ دیں اس سے تربیت کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں

(بقیہ: قرآن مجید کو جلانے کے متعلق اعتراض ۲۔۳۔ از صفحہ 18)

دہشت گردوں کا اور اسلامی حکومتوں کا اختلاف ہوگیا۔ دہشت گرد چاہتے ہیں کہ ان کی طرز کی اسلامی حکومت قائم کرنے میں مسلم ممالک ان کی مدد کریں اور پھر دیگر غیر مسلم ممالک کے ساتھ مل کر امریکہ کے خلاف صف آرا ہوں اور یہی وہ تلخ گھونٹ ہیں جنہیں مسلم ممالک کے موجودہ حکمران پی نہیں پا رہے نہ اگل سکتے ہیں اور نہ نگل سکتے ہیں۔ وہ اپنی کرسیوں کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور وہ امریکہ اور یورپ کی مخالفت کو بھی برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ کل کے وہ "اسلامی خدمت گار" آج مسلم حکومتوں کے نزدیک دہشت گرد بن گئے ہیں۔ جو کبھی سوات پر حملے کرتے ہیں کبھی وزیرستان کو نشانہ بناتے ہیں اور شریعت اسلامیہ کو بزور نافذ کرنے کیلئے تلواریں چلاتے ہیں۔ یہ لوگ دہشت گرد بن گئے ہیں یہی وجہ ہے کہ کل تک احمدیہ مساجد پر حملے کرنے والوں نے جب پورے ملک کی ناک میں دم کر دیا ہے تو احمدیہ مساجد پر حملوں کو بھی مجبوراً دہشت گردانہ حملے قرار دیا جا رہا ہے۔

جہاں تک مذہبی لیڈروں کا تعلق ہے تو وہ ان دنوں عجیب قسم کی منافقت کا شکار ہیں۔ حکومت میں بیٹھ کر جن کو دہشت گرد قرار دیتے ہیں مدرسوں میں جا کر ان کو قوم کے مایہ ناز سپوت کہتے ہیں۔ حکومت کے اراکین بھی اس منافقت کا شکار ہیں کیونکہ جان تو ہر ایک کو پیاری ہے اور وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ دہشت گرد اب پاکستان میں کینسر کی طرح اپنی جڑوں کو پوری طرح پھیلا چکے ہیں وہاں کی فوج میں ملٹری میں مدرسوں میں، دفاتر میں یہاں تک کہ انٹیلی جینس میں بھی اور اب ہر سرکاری افسر ڈرتا ہے اور سیاست دان خوفزدہ رہتا ہے کہ اس کی حفاظت پر مامور گارڈ ہی کہیں اس پر حملہ نہ کر دے۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں بشمول حکام سیاستدان اور عام لوگ آج خوف و حراس کا شکار ہیں مذہبی منافرتیں اب علاقائی منافرتوں میں بدل چکی ہیں اور علاقائی منافرتیں قبائلی منافرتوں کا رنگ لے چکی ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کی شروعات تو احمدیوں پر مظالم سے ہی ہوئی تھی۔!

آج لاہور کی مساجد پر ہونے والے حملوں کو وہاں کے سیاستدان اور حکومت دہشت گردانہ حملے بتا رہی ہے لیکن ان حملوں کے بیج تو خود انہوں نے بوئے ہیں۔ انہوں نے احمدیوں پر قانون سازی کر کے حملے کئے جس کے نتیجہ میں اس طرح کے حملے اب سب پر ہو رہے ہیں اور جب تک یہ کالا قانون قائم رہے گا نہ تو پاکستان خوف و حراس کی دلدل سے نکل سکتا ہے اور نہ ہی اس کی ترقی کے سامان ہو سکتے ہیں۔ اور کچھ بعید نہیں کہ مستقبل قریب میں پاکستان ایسے ایسے خوفناک عذابوں کا سلسلہ دیکھے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے نشانۂ عبرت بن جائے۔

اس موقع پر ہم پاکستانی دانشوروں اور مذہبی مکاتب فکر سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جب تک وہ احمدیوں کو باوجود ان کے مسلمان ہونے کے غیر مسلم قرار دیتے رہیں گے ان کی مساجد کو مساجد کہنے سے گریز کریں گے اور اس احمقانہ قانون کو ختم نہیں کریں گے ہرگز چین کی سانس نہیں لے سکیں گے۔ یاد رکھئے وہ جگہ جہاں پانچ وقت نماز اور جمعہ کے دن نماز جمعہ ہوتی ہے اس کو مسجد کہنے سے احتراز کرنا اور باوجود جانتے بوجھتے ہوئے ملاؤں کی نفرت بھری غلطیوں کو دہراتے چلے جانا، کبھی بھی پاکستان کو امن نہیں دے سکتا۔ سوچنے کی بات یہی ہے کہ احمدیوں کے خلاف احمقانہ قانون سازی سے ہی ملک میں فساد کی شروعات ہوئی تھی اور پھر اس قانون کے رہتے امن کیونکر قائم ہوسکتا ہے۔ اس قانون سازی سے ہی تو کٹر مذہبی جنونیوں کو اپنی مستند کتب کی روشنی میں یہ کہنے کا موقع ملا کہ احمدی مرتد ہیں اور اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے اور احمدیوں کو تین دن کی مہلت دیکر اگر وہ ان کے خودساختہ اسلام کی پابندی نہیں کرتے تو لائن میں کھڑا کر کے قتل کر دینا چاہئے۔ اور آج تک انہی فتوؤں پر عمل ہو رہا ہے۔ اب جب تک یہ فتوے موجود ہیں اور ملکی قانون ان کو پناہ دے رہا ہے تب تک اس فساد کے خاتمہ کی بھلا کون سی صورت نکل سکتی ہے؟ اگر پاکستانی حکام اور مذہبی مکاتب فکر سوچیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ یہ قانون سازی تو صرف احمدیوں کے لئے ہوئی تھی لیکن دیگر مکاتب فکر کے مسلمان تو قانون سازی کے بغیر ہی ارتداد کے دائرے میں کھڑے ہیں اور انہیں بھی قتل کیا جا رہا ہے۔ اس لئے ان فتوؤں کو بدلنے کی ضرورت ہے، ارتداد کی سزا قتل کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ توہین رسالت کے قانون کی سزا کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ غیر مسلموں کو تبلیغ سے محروم کر دینے کی قانون سازی کو بدلنے کی ضرورت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کو ایک عالمی سیاسی سٹیٹ اور دنیوی حکومت کے خیال سے دیکھنے کی سوچ کو بدلنے کی ضرورت ہے کیونکہ اسلام تو ہر شخص کو بلا جبر و اکراہ کوئی سا بھی مذہب اختیار کرنے اور پھر اس کو چھوڑ دینے کی بھی کھلی چھٹی دیتا ہے اور اس کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کرتا۔ اسلام اللہ تعالیٰ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کیلئے کوئی جسمانی سزا تجویز نہیں کرتا بلکہ ان سب سزاؤں کو یوم آخرت کیلئے اٹھا رکھتا ہے۔ اسلام غیر مسلموں کو کھلم کھلا تبلیغ کی اجازت دیتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں واضح ہے کہ جب شیطان نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ وہ اس کے نیک بندوں کو آگے سے بھی پیچھے سے بھی اور دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی ورغلائے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا کہ تجھے یوم قیامت تک مہلت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرے نیک بندے تیرے پیچھے ہرگز نہیں چلیں گے۔

اسی طرح اسلام جابرانہ عالمگیر سٹیٹ کے قیام کے خیال کو سرے سے رد کرتا ہے کیونکہ اسلام تو ایک عالمگیر دعوت الی اللہ کرنے والا مذہب ہے جس کی حکومت عوام کے دلوں پر ہے۔ جس کے پائے سلطنت محبت کے شیرازے سے گوندھے گئے ہیں۔ جہاں سب انسان برابر کے شہری ہیں ہر ایک کو برابر کے حقوق حاصل ہیں اور ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ لیکن یہ اسلام آپ کو سوائے جماعت احمدیہ کے کہیں سے نہیں ملے گا اور اس کیلئے ہم تمام مکاتب فکر کے مسلمان بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ احمدیت کے جھنڈے تلے آئیں کیونکہ آج یہی جھنڈا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا جھنڈا ہے۔ جس کے زیر سایہ سب کو امن و عافیت حاصل ہوسکتا ہے۔ بصورت دیگر آپ کی گلیاں، آپ کے محلے فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنے رہیں گے جہاں شیعوں کے خلاف بھی نفرت کی آندھیاں چلتی رہیں گی اور جہاں سنیوں کے خلاف بھی زہر اُگلا جاتا رہے گا۔ اور جہاں جمعہ کا مبارک دن جو روحانیت کے نور سے بھرا ہوا ہوتا ہے، فساد سے بھرے ہوئے دن میں تبدیل ہوتا رہے گا اور یہ بیماری پاکستان سے نکل کر اب دیگر مسلم ممالک بلکہ وطن عزیز بھارت میں بھی پھیل چکی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اکثر جمعہ کے دن کو ہی جبکہ معصوم مسلمان عبادت کی خاطر اکٹھے ہوتے ہیں فساد کے لئے ریلیوں کے لئے احتجاج کیلئے، سڑکوں کو بلاک کرنے کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اللہ خیر کرے اور مسلمانوں کو تہہ بہ تہہ ظلمتوں کا شکار ہونے سے بچائے اور مامور زمانہ سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اور آپ کے ذریعہ قائم ہونے والی اس بابرکت خلافت کے زیر سایہ آنے کی توفیق بخشے۔ آمین

جلسہ سالانہ کے اس خصوصی نمبر میں جہاں ہم امریکن پادری کے قرآن مجید پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات شائع کرنے کی توفیق پا رہے ہیں، وہیں ہمیں یہ بھی سعادت حاصل ہو رہی ہے کہ ہم احمدیت کے قابل فخر ان سپوتوں کو بھی خراج عقیدت پیش کر سکیں جو گزشتہ ایک سو بیس سال میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے زندہ جاوید ہو گئے۔ قرآن مجید نے ان کے متعلق گواہی دی ہے کہ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مُردہ نہ کہو بلکہ (وہ تو) زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

(البقرۃ:۱۵۵)

خوش قسمت ہیں وہ شہداء اور خوش قسمت ہیں انکی نسلیں جن کے آباء واجداد کو ایسی عظیم قربانیاں پیش کرنے کی توفیق ملی۔

(منیر احمد خادمؔ)

....

(بقیہ: اسلامی تاریخ کے عظیم الشان شہداء: از صفحہ 36)

شراب میں ملا کر زہر دے دیا گیا اور وہ اس زہر کے اثر سے ۶۴ھ میں ۳۸ سال کی عمر میں موران میں ہلاک ہوگیا۔ اُس نے کل تین سال اور نو مہینے حکومت کی لیکن وہ حکومت کا کوئی لطف نہ اُٹھا سکا بلکہ حکومت ہی اُس کیلئے موت کا سبب بن گئی۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"حقیقت میں یہ بڑی غیرت کا مقام ہے۔ حضرت امام حسینؓ پر بھی ایک ایسا وقت آیا تھا کہ جب مسلمؓ نے ۷۰ ہزار آدمیوں کو نماز پڑھائی اور ان سے حضرت امام حسینؓ کی رفاقت کا عہد لیا۔ مگر جب کسی شخص نے یزید کے آنے کی خبر دی۔ تو سب کے سب آپ کو تنہا چھوڑ گئے"۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ نمبر ۳۷۵)

اسی طرح سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۲۶ دسمبر ۱۹۰۳ء کو صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"وہ ایک اُسوہ حسنہ چھوڑ گئے ہیں اور اگر غور سے دیکھا جاوے تو اُن کا واقعہ حضرت امام حسینؓ کے واقعہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے کیونکہ وہ تو مُقیّد نہ تھے۔ نہ اُن کو زنجیریں ڈالی گئیں تھیں۔ صرف ایک قسم کا جنگ تھی۔ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ بھی کچھ فوج تھی۔ اگر اُن کے آدمی مارے گئے تو اُن کے آدمیوں نے بھی تو یزید کے آدمیوں کو مارا۔ اور نہ جان بچانے کا کوئی موقعہ اُن کو ملا۔

مگر یہاں عبدللطیف صاحب مقیّد تھے۔ زنجیریں اُن کے ہاتھ پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں۔ مقابلہ کرنے کی اُن کو قوت نہ تھی اور بار بار جان بچانے کا موقعہ دیا جاتا تھا۔ یہ اس قسم کی شہادت واقع ہوئی ہے کہ اس کی نظیر تیرہ سو سال میں ملنی محال ہے۔ انہوں نے بڑا تعجب انگیز نمونہ دکھلایا ہے اور اس قسم کے ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش پر ایک کو کرنی چاہئے۔ جماعت کو چاہئے کہ اس کتاب تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھیں اور فکر کریں اور دُعا کریں کہ ایسا ہی ایمان حاصل ہو"۔ (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۳۳)

پس ان شہداء نے اپنے خون سے اسلام کے گلستان کی آبیاری کی۔ انہوں نے جانیں راہِ خدا میں دی مگر اپنے ایمان کو نہ چھوڑا۔ ان شہداء کی قربانیاں قیامت تک مسلمانوں کے اندر ایمان و استقامت کی روح پھونکنے کے مترادف ہے۔ اے خدایا! ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے یہ دُعا کرتے ہیں کہ تو اپنی رحمت و انوار کی بارشیں اُن کے قبور پر نازل فرما اور ہمیں یہ توفیق عطا فرما کہ ہم بھی کسی ابتلاء اور آزمائش کے وقت ڈگمگا نہ جائیں بلکہ ایمان کی حفاظت کرنے والے بنے رہیں۔ یہی وہ چیز ہے جس کی موجودہ زمانہ کو ضرورت ہے۔

اللھم آمین۔ اللھم آمین۔ اللھم آمین

☆☆☆☆☆

تمام مضامین نگار حضرات اور قارئین بدر

مضامین، رپورٹیں اور اخبار بدر سے متعلق اپنی قیمتی آراء اس ای میل پر بھجوائیں

badrqadian@rediffmail.com

وصایا :: منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

وصیت نمبر 20852 : مَیں ارشد خان ولد: مکرم احمد خان قوم: احمدی پیشہ: ملازمت عمر: 22 سال تاریخ بیعت: 2001ء ساکن: جے پور ڈاکخانہ: جے پور ضلع: جے پور صوبہ: راجستھان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 09-1-6 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ خاکسار بطور معلم وقف جدید بیرون خدمت سلسلہ بجالا رہا ہے۔ میرا گذارہ آمد از ملازمت ماہانہ -/3718 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: خواجہ عطاء الغفار العبد: ارشد خان گواہ: مبارک احمد تقویٰ

وصیت نمبر 20853: مَیں جان محمد ولد: مکرم شہید احمد قوم: احمدی پیشہ: ملازمت عمر: 28 سال تاریخ بیعت: 1999ء ساکن: جے پور ڈاکخانہ: جے پور ضلع: جے پور صوبہ: راجستھان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 09-1-6 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ خاکسار بطور معلم وقف جدید بیرون خدمت سلسلہ بجالا رہا ہے۔ میرا گذارہ آمد از ملازمت ماہانہ -/3974 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: خواجہ عطاء الغفار العبد: جان محمد گواہ: مبارک احمد تقویٰ

وصیت نمبر 20854:: مَیں جمیل احمد ملکانہ ولد: مکرم ریاض احمد ملکانہ قوم: احمدی پیشہ: ملازمت عمر: 24 سال تاریخ بیعت: پیدائشی احمدی ساکن: آگرہ ڈاکخانہ: آگرہ ضلع: آگرہ صوبہ: اترپردیش بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 09-1-14 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گذارہ آمد از ملازمت ماہانہ -/3910 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: خواجہ عطاء الغفار العبد: جمیل احمد ملکانہ گواہ: رحمٰن خان

وصیت نمبر 20855:: مَیں خالدہ پروین زوجہ: مکرم تفضّل حسین قوم: احمدی پیشہ: امور خانہ داری سال تاریخ بیعت: 1998ء ساکن: اٹارسی ڈاکخانہ: اٹارسی ضلع: ہوشنگا آباد صوبہ: ایم. پی. بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 09-1-20 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ زیور طلائی: (ا) 2 انگوٹھی 8 گرام، (۲) 1 ہار ایک تولہ سات گرام، (۳) 1 لاکٹ 7 گرام، (۴) جوڑی ٹاپس 3 گرام، (۵) جوری جھمکے 7 گرام، کل وزن 2 4 گرام۔ زیور نقرئی: (ا) پازیب جوڑی 0 5 2 گرام، (۲) چوڑیاں 2 عدد 30 گرام، لاکٹ 1 عدد 10 گرام، کل وزن 290 گرام۔ حق مہر -/21000 روپے بذمہ خاوند ہے۔ میرا گذارہ آمد از خورونوش (جیب خرچ) ماہانہ -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: خواجہ عطاء الغفار الامۃ: خالدہ پروین گواہ: تفضّل حسین

وصیت نمبر 20856:: مَیں ایس. نورالاسلام ولد: مکرم ایس. سوبیاندار قوم: احمدی پیشہ: ریٹائرڈ عمر: 79 سال تاریخ بیعت: 1982ء ساکن: تیرونیویلی ڈاکخانہ: تیرونیویلی ٹاؤن ضلع: تیرونیویلی صوبہ: تامل ناڈو بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 09-02-06 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ فی الحال خاکسار کا ایک گھر ہے جس میں خاکسار رہائش پذیر ہے۔ اس کی قیمت موجودہ -/15,07,500 روپے ہے۔ اس کے علاوہ 3 سینٹ زمین ہے۔ جس کی موجودہ قیمت -/7,500 ہے۔ اس کے بعد خاکسار کو اگر کوئی جائیداد ملے تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دے گا۔ ان شاء اللہ۔ میرا گذارہ آمد از جیب خرچ ماہانہ -/2000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: عبدالمؤمن العبد: ایس. نورالاسلام گواہ: ایس. عبدالقادر

وصیت نمبر 20857:: مَیں این. اے. رملہ زوجہ: مکرم کے. پی. محمد اشرف قوم: احمدی مسلمان پیشہ: خانہ داری عمر: 31 سال تاریخ بیعت: 2002ء ساکن: پتھہ پریم ڈاکخانہ: پتھہ پریم ضلع: ملہ پورم صوبہ: کیرالہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 08-12-17 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ بالیاں ایک سیٹ طلائی 2-1/2 گرام موجودہ قیمت -/2500 روپے۔ اسکے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں۔ مہر میں لے چکی ہوں وہ خرچ ہو چکی ہے۔ والدین حیات ہیں۔ انکی جائیداد ہے۔ ابھی نہیں ملی۔ لیکن وہ غیر احمدی ہیں۔ میرا گذارہ آمد از خورونوش (جیب خرچ) ماہانہ -/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: کے. پی. محمد اشرف الامۃ: این. اے. رملہ گواہ: پی. عبدالناصر

وصیت نمبر 20858:: مَیں وی. این. شیخ محی الدین ولد: وی. نینا محمد قوم: احمدی مسلمان پیشہ: مچھلی کا کاروبار عمر: 56 سال تاریخ بیعت: 1984ء ساکن: پتھہ پریم ڈاکخانہ: پتھہ پریم ضلع: ملہ پورم صوبہ: کیرلہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 08-12-18 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ قطعہ ارازی 5 سینٹ بمقام کنڈالہ پٹا تحصیل ایرناڈ ضلع ملہ پورم سروے نمبر 211/2 جسکی موجودہ قیمت ایک لاکھ روپیہ ہے۔ اسکے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں۔ میرا گذارہ آمد از تجارت ماہانہ -/2500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: وی. عبدالناصر العبد: وی. این. شیخ محی الدین گواہ: این. محمد

وصیت نمبر 20859:: مَیں پی. عبدالصمد ولد: مکرم پی. عبدالکریم قوم: احمدی مسلمان پیشہ: کاروبار عمر: 22 سال تاریخ بیعت: پیدائشی احمدی ساکن: پتھہ پریم ڈاکخانہ: پتھہ پریم ضلع: ملہ پورم صوبہ: کیرلہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 08-05-10 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کرگئی ہے۔ اس وقت میرے پاس -/75000 روپے نقدی ہے۔ اسکے علاوہ میری کوئی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ میرا گذارہ آمد از تجارت ماہانہ -/7000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: پی. عبدالناصر العبد: پی. عبدالصمد گواہ: سی. کے. انور سعادت

وصیت نمبر 20860:: مَیں جوس احمد (جوس این ماتھیو) ولد: مکرم این. آئی. متھائی قوم: احمدی مسلمان پیشہ: دوائی فیکٹری عمر: 56 سال تاریخ بیعت: 1986ء ساکن: جھنگاتھرا ڈاکخانہ: جھنگاتھرا ضلع: ملہ پورم صوبہ: کیرلہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 08-10-3 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ اس وقت خاکسار آیورویدک دوائی کا ایک چھوٹا کارخانہ جو کہ ابھی کام کے آغاز میں ہے جسکی مالیت تقریباً -/13,00,000 روپیہ ہے۔ اسکے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گذارہ آمد از تجارت ماہانہ -/10000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: جورج احمد پی. پی. العبد: جوس احمد (جوس این. ماتھیو) گواہ: این. علوی کٹی

وصیت نمبر 20861:: مَیں باریہ پرویز زوجہ: مکرم مولوی پرویز احمد ملک قوم: احمدی پیشہ: طالب علم عمر: 18 سال تاریخ بیعت: پیدائشی احمدی ساکن: قادیان ڈاکخانہ: قادیان ضلع: گورداسپور صوبہ: پنجاب بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 09-02-17 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ حق مہر بذمہ خاوند مبلغ -/40,000 روپے۔ 2 عدد انگوٹھیاں 6 گرام، 1 جوڑی کانٹے 4 گرام، کل دس گرام 22 کیرٹ۔ موجودہ قیمت اندازاً -/14,500 روپے۔ میرا گذارہ آمد از (جیب خرچ) ماہانہ -/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد نعمان دہلوی الامۃ: باریہ پرویز گواہ: پرویز احمد ملک

وصیت نمبر 20862:: مَیں یاسر ریحان ولد: مکرم ریاض احمد خان صاحب مرحوم قوم: پٹھان پیشہ: پرائیویٹ جوب ورک عمر: 23 سال تاریخ بیعت: پیدائشی احمدی ساکن: میرٹھ ڈاکخانہ: میرٹھ شہر ضلع: میرٹھ صوبہ: یو. پی. بقائمی ہوش و حواس بلا جبر واکراہ آج مورخہ 2009-03-11 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔ اس وقت میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ آئندہ جب بھی جائیداد پیدا کروں گا اسکی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو کروں گا۔ میرٹھ میں مکرم والد صاحب کی کوئی ذاتی جائیداد نہیں ہے مکان خاکسار کی دادی کے نام ہے۔ جس میں ایک کمرہ میں تایا جان اور اوپر چچا رہائش رکھتے ہیں والد صاحب کے پاس صرف ایک کمرہ اور مشترکہ صحن ہے۔ محترم والد صاحب مرحوم کے علاوہ سارا خاندان غیر احمدی ہے۔ اس میں سے اگر کوئی حصہ ملا تو خاکسار اس کا بھی حصہ جائیداد ادا کریگا۔ میرا گذارہ آمد از ملازمت سالانہ -/60,000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر آمد بشرح چندہ عام (1/16) اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: عبدالرؤف نیر العبد: یاسر ریحان گواہ: شمشاد احمد عدن

وصیت نمبر 20863:: مَیں جے. زرینہ فاطمہ بنت: مکرم بی. جلال الدین قوم: احمدی پیشہ: طلبہ علم عمر: 21 سال

تاریخ بیعت:2002ء ساکن:چینئی ڈاکخانہ:کرومپیٹ ضلع:کانچی پورم صوبہ:تامل ناڈو بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج مورخہ 08-6-6 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پرمیری کل متروکہ جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔اس وقت میری کل جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہےجس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ (۱) ہار1عدد24 گرام۔(۲) کڑاایک عدد4 گرام۔(۳) بالی8 گرام۔کل 36 گرام۔اندازاً قیمت-/36000 روپے۔ میراگذارہ آمداز جیب خرچ ماہانہ-/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پرآمد بشرح چندہ عام(1/16)اورماہوارآمد پر1/10 حصہ تازیست حسب قواعدصدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کواداکرتی رہوں گی۔اوراگرکوئی جائیداداس کے بعد پیداکروں تواس کی بھی اطلاع مجلس کارپردازکودیتی رہوں گی۔اورمیری یہ وصیت اس پربھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریرسے نافذکی جائے۔

گواہ:مولوی مزمل احمد الامۃ:جے.زرینہ فاطمہ گواہ:کے.ناصراحمد

وصیت نمبر20864:: مَیں ایس.برکت شیخ محمد زوجہ:مکرم شیخ محمد قوم:احمدی پیشہ:خانہ داری عمر:27سال تاریخ بیعت: پیدائشی احمدی ساکن:ادمبکم ڈاکخانہ:اندل نگر ضلع:چینئی صوبہ:تامل ناڈو بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج مورخہ 08-5-30 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پرمیری کل متروکہ جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔اس وقت میری کل جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہےجس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ (۱) ہار5عدد 108 گرام۔(۲) انگوٹھی 6عدد12 گرام۔(۳) کڑا2 عدد16 گرام۔(۴) بالی 3 سیٹ 14 گرام۔ (۵) کانٹے ایک سیٹ 8 گرام۔کل 158 گرام جس کی موجودہ قیمت اندازاً-/1,58,000 روپے ہے۔حق مہر 24 گرام سوناوصول شدہ۔ میراگذارہ آمداز جیب خرچ ماہانہ-/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پرآمد بشرح چندہ عام(1/16)اورماہوارآمد پر1/10 حصہ تازیست حسب قواعدصدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کواداکرتی رہوں گی۔ اوراگرکوئی جائیداداس کے بعد پیداکروں تواس کی بھی اطلاع مجلس کارپردازکودیتی رہوں گی۔اورمیری یہ وصیت اس پربھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریرسے نافذکی جائے۔

گواہ:مولوی مزمل احمد الامۃ:ایس.برکت شیخ گواہ:کے.ناصراحمد

وصیت نمبر20865:: مَیں ایس.صادقہ یاسمین بنت:مکرم کے.سلیم احمد قوم:احمدی پیشہ:خانہ داری عمر:24سال تاریخ بیعت: پیدائشی احمدی ساکن:چینئی ڈاکخانہ:کرومپیٹ ضلع:کانچی پورم صوبہ:تامل ناڈو بقائمی ہوش و حواس بلاجبرواکراہ آج مورخہ 08-5-26 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پرمیری کل متروکہ جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔اس وقت میری کل جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہےجس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ ہار 11 گرام، کڑا21 گرام، بالی6 گرام، انگوٹھی 5 گرام، جھمکا2 گرام۔کل وزن 45 گرام،جس کی موجودہ قیمت-/45,000 روپے ہے۔ میراگذارہ آمداز جیب خرچ ماہانہ-/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پرآمد بشرح چندہ عام(1/16)اورماہوارآمد پر1/10 حصہ تازیست حسب قواعدصدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کواداکرتی رہوں گی۔اوراگرکوئی جائیداداس کے بعد پیداکروں تواس کی بھی اطلاع مجلس کارپردازکودیتی رہوں گی۔اورمیری یہ وصیت اس پربھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریرسے نافذکی جائے۔

گواہ:مولوی مزمل احمد الامۃ:ایس.صادقہ یاسمین گواہ:کے.ناصراحمد

وصیت نمبر20866:: مَیں ایس.نیراحمد ولد:مکرم کے.سلیم احمد قوم:احمدی پیشہ:طالب علم عمر:21سال تاریخ بیعت: پیدائشی احمدی ساکن:چینئی ڈاکخانہ:کرومپیٹ ضلع:کانچی پورم صوبہ:تامل ناڈو بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج مورخہ 08-05-26 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پرمیری کل متروکہ جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔اس وقت میری کوئی جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ نہیں ہے۔والدین حیات ہیں۔ میراگذارہ آمداز جیب خرچ ماہانہ-/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پرآمد بشرح چندہ عام(1/16)اورماہوارآمد پر1/10 حصہ تازیست حسب قواعدصدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کواداکرتا رہوں گا۔اوراگرکوئی جائیداداس کے بعد پیداکروں تواس کی بھی اطلاع مجلس کارپردازکودیتا رہوں گا۔اورمیری یہ وصیت اس پربھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریرسے نافذکی جائے۔

گواہ:مولوی مزمل احمد العبد:ایس.نیراحمد گواہ:کے.سلیم احمد

وصیت نمبر20867:: مَیں ایم.جمال محی الدین ولد:مکرم ڈی.محمدعلی قوم:احمدی مسلمان پیشہ:ملازمت عمر:21سال تاریخ بیعت:اپریل1995ء ساکن:چینائی ڈاکخانہ:تامبرم ضلع:کانچی پورم صوبہ:تامل ناڈو بقائمی ہوش و حواس بلاجبرواکراہ آج مورخہ 08-06-27 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پرمیری کل متروکہ جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔اس وقت میری کوئی جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ نہیں ہے۔والدین حیات ہیں۔ میراگذارہ آمداز ملازمت ماہانہ-/3600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پرآمد بشرح چندہ عام(1/16)اور ماہوارآمد پر1/10 حصہ تازیست حسب قواعدصدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کواداکرتا رہوں گا۔اوراگرکوئی جائیداداس کے بعد پیداکروں تواس کی بھی اطلاع مجلس کارپردازکودیتا رہوں گا۔اورمیری یہ وصیت اس پربھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذکی جائے۔ گواہ:مولوی مزمل احمد العبد:ایم.جمال محی الدین گواہ:ایم.شاہجہان معلم

وصیت نمبر20868:: مَیں طاہرہ شمیم زوجہ:مکرم شمیم احمد قوم:احمدی پیشہ:ملازمت عمر:45سال تاریخ بیعت: پیدائشی احمدی ساکن:چینائی ڈاکخانہ:کرومپیٹ ضلع:کانچی پورم صوبہ:تامل ناڈو بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج مورخہ 08-5-26 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پرمیری کل متروکہ جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت ہوگی۔اس وقت میری کل جائیدادمنقولہ وغیرمنقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہےجس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔(۱) کڑا26 گرام۔(۲) بالی12 گرام۔(۳) انگوٹھی3 گرام۔(۴) نیکلس 10 گرام۔(۵) ہار15 گرام۔ کل وزن66 گرام جس کی موجودہ قیمت اندازاً-/66,000 روپے ہے۔حق مہر مبلغ-/6000 روپے۔وصول شدہ۔ میراگذارہ آمداز ملازمت ماہانہ-/2000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پرآمد بشرح چندہ عام(1/16)اورماہوارآمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعدصدرانجمن احمدیہ قادیان، بھارت کواداکرتی رہوں گی۔اوراگرکوئی جائیداداس کے بعد پیداکروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپردازکودیتی رہوں گی۔اورمیری یہ وصیت اس پربھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریرسے نافذکی جائے۔ گواہ:مولوی مزمل احمد الامۃ:طاہرہ شمیم گواہ:کے.ناصراحمد

جلسہ سالانہ قادیان 2010ء سے

حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب

سیدنا حضرت اقدس امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ سالانہ قادیان کیلئے 28دسمبر 2010ء کو بوقت 3:30 بجے بعد دوپہر خطاب فرمارہے ہیں۔احباب مطلع رہیں۔ (ناظراصلاح وارشاد قادیان)

حضرت امیرالمؤمنین کی تحریک بابت ادائیگی نفل

سیدنا حضرت اقدس امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 3دسمبر 2010 میں احباب جماعت احمدیہ عالمگیر کو تحریک فرمائی ہے کہ وہ دنیا بھر کے ان احمدی بھائیوں کیلئے جومخالفت کے دور سے گزررہے ہیں۔روزانہ دورکعت نفل ادا کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضورانور کے اس ارشاد پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین (ادارہ)

اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمھاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سُنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو

’’ہرایک نیکی کی جڑتقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ضرور ہے کہ انواع رنج ومصیبت سے تمہاراامتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔سوخبردار رہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑنہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے جب کبھی تم اپنا نقصان کروگے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔سوتم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ سوان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سُنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ہرایک جو تم میں سُست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔دیکھو مَیں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔اگرچہ سب اُسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اُس شخص کو چُن لیتا ہے جو اُس کو چُنتا ہے۔وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اُس کے پاس جاتا ہے جو اُس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے۔‘‘ (کشتی نوح صفحہ ۲۳)

بسم اللہِ الرحمن الرحیم

وَسِّعْ مَکَانَکَ (الہام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

BUILD YOUR OWN HOUSE IN QADIAN DARUL AMAN

M/S ALLADIN BUILDERS

Please contact us for good quality construction works in Qadian Darul Aman

Contact : Khalid Ahmad Alladin

#67, WHITE AVENUE, QADIAN, PUNJAB 143516 INDIA

Phones: +91 9872370449 , +91 98780226396

Emal: khalid@alladinbuilders.com

Please visit us at : www.alladinbuilders.com

2 Bed Rooms Flat

Independant House,All Facilities Available

Attach Toilet/ Bath Rooms/ Kitchen/ Drawing Hall

Area Statement (In Sft.) Ground Floor-936, First Floor-936

at Qadian Near Jalsa Gah

Contact : **Deco Builders**

Shop No, 16, EMR Complex

Opp.Ramakrishna Studio, Nacharam

Hyderabad-76, (A.P.) INDIA

Ph. 040-27172202

Mob: 09849128919

09848209333

09849051866

09290657807

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. Fax : (0091) 1872-220757
Tel. Fax : (0091) 1872-221702
Tel : (0091) 1872-220814
badrqadian@rediffmail.com

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OFTHE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADR Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 59 Thursday 23/30 December 2010 Issue No. 51-52

SUBSCRIPTION
ANNUAL : Rs. 350/-
By Air : 35 Pounds Or 60 U.S. $
: 40 Euro
:65 Canadian Dollar

’ایک ایک شہید کی جگہ لینے کیلئے پچاس پچاس اور سوسو آدمی آئیں گے‘

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۵۵ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ باتیں کہ شہداء کو ایک اعلیٰ درجہ کی حیات حاصل ہے یا ایک ایک شہید کی جگہ لینے کیلئے پچاس پچاس اور سوسو آدمی آئیں گے۔ یا وہ رنج و غم سے کلّی طور پر آزاد ہیں۔ یا اُن کے خون رائیگاں نہیں جائیں گے، انسانی شعور سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر کوئی شخص فطرتِ صحیحہ پر غور کرنے کا عادی ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی چیز بھی قربانی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ ماں جب تک اپنی جان کی قربانی پیش نہیں کرتی اُسے بچہ حاصل نہیں ہوتا۔ دانہ جب تک خاک میں ملکر اپنی جان کو نہیں کھوتا وہ ایک سے سات سو دانوں میں تبدیل ہوتا نہیں، اسی طرح کوئی قوم زندہ نہیں ہوسکتی جب تک اُس کے افراد جانوں کو ایک بے حقیقت شئی سمجھ کر اُسے قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار نہ ہوں۔ اور کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جب تک اُس کے افراد کے دلوں میں اپنے شہداء کا پورا احترام نہ ہو۔ جو ایک فطرتی آواز ہے جو شعور کے کانوں سے سنی جاسکتی ہے۔ مگر جن لوگوں کو شعور حاصل نہیں وہ بات بات پر اعتراض کرتے رہتے ہیں اور جب بھی کوئی مالی یا جانی قربانی کا مطالبہ کیا جائے، اُن کے قدم لڑکھڑانے لگ جاتے ہیں اور وہ ان لوگوں کو بیوقوف سمجھتے ہیں جو اپنے آپ کو قربانیوں کی آگ میں جھونکنے کیلئے آگے نکل آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم اپنے شعور سے کام لو اور شہداء کو مردہ کہہ کر اُن کی بے حرمتی مت کرو۔ وہ مردہ نہیں بلکہ حقیقتاً وہی زندہ ہیں کیونکہ تاریخ اُن کے نام کو زندہ رکھے گی اور آئندہ آنے والی نسلیں انہی کے نقش دم پر چلیں گی اور ان کے کارناموں کو یاد رکھیں گی اور ہمیشہ ان کی بلندئ درجات اور مغفرت کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعائیں کرتی رہیں گی۔ تم اُسے زندہ سمجھتے ہو جو جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہو۔ حالانکہ زندہ وہ ہے جس نے مرکر اپنی قوم کو زندہ کر دیا۔ اگر تمہیں شہداء بھی مردہ نظر آتے ہیں تو اس کے معنے یہ ہیں کہ تمہارا شعور ناقص ہے۔ تم اس کی اصلاح کرو اور زندگی اور موت کے سلسلہ کو سمجھنے کی کوشش کرو۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد دوئم صفحہ ۲۹۲۔ ۲۹۳)

ہفت روزہ بدر

اب جماعتی Website
www.alislam.org/badr
پر بھی دستیاب ہے۔ قارئین استفادہ کرسکتے ہیں

’’اخبار بدر کے لئے قلمی و مالی تعاون کر کے عنداللہ ماجور ہوں‘‘

mta INTERNATIONAL

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی مستقل نشریات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے پروگرام

نام پروگرام	دن		وقت
خطبہ جمعہ Live	جمعہ	شام	5-30
Repeat	جمعہ	رات	9-45
Repeat	ہفتہ	صبح	8-45
Repeat	ہفتہ	شام	3.20
Repeat	اتوار	صبح	8-45
Repeat	اتوار	شام	7-35
Repeat	جمعرات	صبح	9-15
Repeat	جمعرات	شام	6-00
گلشن وقفِ نو	جمعہ	دوپہر	1-00
	ہفتہ	رات	8-25
	اتوار	دوپہر	12-00
	سوموار	دوپہر	01-00
	منگل	دوپہر	01-00

ایم ٹی اے کی Live نشریات

راہِ ھُدیٰ Repeate'	ہفتہ	صبح	9-55
Live	ہفتہ	رات	9-50
Repeate	منگل	رات	10-00
Faith Matters	اتوار	صبح	10-25
	اتوار	دوپہر	01-25
	اتوار	رات	10-00
	بدھ	رات	10-15
	جمعرات	دوپہر	01-35
انتخابِ سخن Live	ہفتہ	شام	6-15

آؤ قرآن مجید سیکھیں

یسرنا القرآن کلاس	اتوار	صبح	07-10
	اتوار	شام	05-40
	سوموار	صبح	06-15

نوٹ: ان پروگراموں میں کسی بھی وقت کوئی بھی تبدیلی ہوسکتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے پروگرام

لقاء مع العرب	جمعہ	صبح	7-00
ترجمۃ القرآن	جمعہ	صبح	9-45
سوال وجواب (اردو)	جمعہ	دوپہر	2-30
لقاء مع العرب	ہفتہ	صبح	7.05
سوال وجواب (اردو)	ہفتہ	دوپہر	2-00
لقاء مع العرب	اتوار	صبح	7-40
سوال وجواب (انگریزی)	سوموار	صبح	10-25
لقاء مع العرب	منگل	صبح	6-55
سوال وجواب (فرنچ)	منگل	صبح	9-00
سوال وجواب	منگل	دوپہر	2-30
لقاء مع العرب	بُدھ	صبح	6-50
سوال وجواب	بدھ	صبح	9-15
سوال وجواب	بدھ	دوپہر	2-15
خطبہ جمعہ	بدھ	شام	6-15
لقاء مع العرب	جمعرات	صبح	6-10
خطبہ جمعہ	جمعرات	صبح	9-55
سوال وجواب (انگلش)	جمعرات	دوپہر	2-40
ترجمۃ القرآن	جمعرات	رات	7-35

خبروں کے پروگرام

خبرنامہ اردو	روزانہ	صبح	5-35
	روزانہ	صبح	8-35
	روزانہ	رات	9-30
عالمگیر جماعتی خبریں	روزانہ	صبح	6-15
	روزانہ	دوپہر	12-00
	روزانہ	شام	5-30
انگریزی خبریں	روزانہ	رات	11-30
سائنس اور میڈیکل کی خبریں	جمعہ	صبح	06-30
" "	منگل	صبح	06-30
" "	منگل	رات	06-20

خریداران بدر
اپنے بقایہ جات کی جلد ادائیگی کردیں۔ جزاکم اللہ

قطعہ

شہیدوں پر ہزاروں رحمتیں ہوں
جو زخمی ہیں انہیں مولیٰ شفا دے
جو ظالم ہیں انہیں عبرت بنادے
ہمیں تُو صبر کی مولیٰ جزا دے

(خواجہ عبدالمؤمن اوسلو، ناروے)